کتابیں، بے پناہ دیکھی تو ہوں گی ● چلو اِک میری کاوش دیکھ لینا
بدل ڈالے نہ گریہ دل کی دُنیا ● ولی پھر حسب خواہش دیکھ لینا
ملنگ نقشبندی

بیعت
کی
ضرورت و فضیلت



تالیف
پیرِ طریقت مولانا احسان الکریم ملنگ نقشبندی
فاضل وخادم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
خلیفہ مجاز
محدث کبیر مفتی اعظم عارف باللہ فقیہ العصر
حضرت مولانا محمد فرید نور اللہ مرقدہ





مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

jamiahaqqania@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب

بیعت کی ضرورت و فضلیت

مؤلف

پیر طریقت مولانا احسان الکریم ملنگ نقشبندی

موبائل نمبر : 03339006991

صفحات : ۴۵۰

سن اشاعت : ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

کمپوزنگ : حاجی محمد ابراہیم صاحب(03339001965)

ملنے کا پتہ : پشاور(مذہبی کتب خانہ، فاروقی کتب خانہ)

چارسدہ اور اکوڑہ خٹک کے تمام کتب خانوں میں تقریبا ہر وقت دستیاب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیعت کی ضرورت وفضیلت

ډیر کتابونه به کتلي وی تا واخله دا یو کتاب زما اوګوره
که ستا د زړه دنیا یې بدله نه کړه بیاته بیعت له اولیاء او ګوره
ملنگ نقشبندی

تالیف

پیر طریقت مولانا **احسان الکریم** ملنگ نقشبندی
فاضل وخادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
خلیفہ مجاز محدث کبیر مفتی اعظم عارف باللہ فقیہ العصر
حضرت مولانا **محمد فرید** نوراللہ مرقدہ
موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

﴿اِنتساب﴾

مؤلف اس کتاب کو قطب عالم، مفتی اعظم، شیخ المشائخ، جامع الشریعت والطریقت امام اہل سنت والجماعت، فقیہ العصر، محدث کبیر، عارف باللہ، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ سے منسوب کرتے ہیں جن کی تعلیم وتربیت نے میری زندگی کو کڑکتی دھوپ سے بچائے رکھا۔ جن کی توجہات اور صحبت نے مجھے خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل کا راہی بنایا۔ جن کی شفقتوں نے میرے جیسے انسان کو دردِ دل کا گوہر عطا فرمایا۔

میرے بہت سے دوستوں کی دعاؤں اور ان کی جانی ومالی امداد سے بالخصوص میرے بھائی، ڈاکٹر عارف حسین، خلیفہ مجاز حضرت قطب العالم، مفتی اعظم محمد فریدؒ، یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔

احسان الکریم ملنگ نقشبندی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ وکفی وسلام وعلی عبادہ الذین اصطفٰی

تقریظ از استاد محترم شیخ العرب والعجم استاد العلماء والمجاہدین شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیرعلی شاہ مدنی دامت برکاتھم العالیہ

امابعد۔محترم مولانا پیر احسان الکریم نقشبندی صاحب کی زرین تالیف ''بیعت کی ضرورت وفضیلت'' دیکھ اور پڑھ کر آنکھوں کو روحانی تروتازگی نصیب ہوئی۔دل کو بے حساب سرور اورانبساط نصیب ہوئی۔ میں نے اس روح پرور اور ایمان افروز کتاب کے چیدہ چیدہ مباحث پڑھے ،ماشاء اللہ پیر صاحب نے اس لطیف اور خوبصورت کتاب میں تصوف ،سلوک ،کشف،الہام ،بیعت کی ضرورت اور فضیلت ،اہل اللہ کی صحبت ،نقشبندی سلسلہ کی فضیلت لطائف،مراقبے،لطیفےاوردوسری اہم باتیں،اور بے شمار بزرگان دین کے کشف وکرامات، پاکیزہ ملفوظات اورارشادات کوانتہائی توجہ اورترتیب کے ساتھ اس تصنیف میں جمع کی ہیں۔

کتاب کی شان سے ظاہر کرتا ہے کہ محترم پیر صاحب تصوف کے بے پایاں سمندر کے ایک کامیاب اور ماہر تیراک ہیں۔ان شاءاللہ تعالی پیر صاحب کی جاذب قلب ونظر کتاب شائقین بیعت کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ جل شانہ اپنے خصوصی فضل وکرم سے پیر صاحب کوتصوف کی اس عظیم خدمت کے صلے میں دونوں جہانوں کی سرفرازی نصیب عطا فرمائیں۔اورتصوف سے وابستہ حضرات کواس گنجینۂ رشد و ہدایت سے مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔واللہ من وراء القصد ،وھو یجزی عبادہ المحسنین و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ و صحابہ اجمعین۔

کتبہ خادم العلماء شیر علی شاہ کان اللہ لہ

۱۳۔۱۴۳۵ھ

تقریظ از استاد محترم استاد العلماء والمجاہدین مفکر اسلام شیخ الحدیث مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ؒ

مولانا احسان الکریم نقشبندی ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و مدرس اور فقیہ العصر مفتی اعظم مولانا مفتی محمد فریدؒ (سابق استاد و مفتی دارالعلوم حقانیہ) کے خلیفہء مجاز ہیں۔اور تصوف و طریقت سے دلی تعلق کی بناپر حضرت مفتی صاحب کے زیر سایہ سلاسل اربعہ برابر کئے ہیں۔زیر نظر کتاب مولانا احسان الکریم کے ذوق سلیم کی تصویر کشی کرتی ہے۔جس میں بیعت کی حقیقت معرفت،سلوک تزکیہ،مرشد وغیر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اور نامور صوفیائے کرام ومشائخ عظام کی تشریحات کی روشنی میں بیعت اور طریقت کی حقیقت واضح کی ہے۔

اس پرفتن اور مادیت کے دور میں یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔اللہ تعالی اس سعی کوقبول فرمائیں۔اور حقیقی اخلاص ومحبت کو طالبان تصوف کے لیے نفع مند ثابت کریں۔آمین

سمیع الحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

تقریظ از: استاد محترم استاد الکل فی الکل بقیۃ السلف قدوۃ العلماء محبوب الصلحاء شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم

ہر انسان کے لیے تزکیۂ باطن مقصد اصلی ہے اللہ جل شانہ نے نبوت کے فرائض میں فرمایا ہے''ویزکیھم ''اوراسی طرح تزکیہ کے فوائد میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ''والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا''بندہ بوجہ بیماری کتاب کے مطالعے سے قاصر ہے۔دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی موئف محترم مولانا احسان الکریم صاحب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ اِیزدی میں شرف قبولیت عطا فرمائیں۔آمین

مغفور اللہ (خادم الحدیث النبوی فی الجامعۃ الحقانیہ اکوڑہ خٹک) ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

تقریظ از: استاد محترم شیخ التفسیر والحدیث پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحلیم دیر باباجی صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تعالی : قد افلح من تزکیّ

تصوف کی غرض وغایت اور فائدہ مخلوق سے لاتعلق ہوکر اللہ جل شانہ سے تعلق جوڑنے کا ہے۔اس لیے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالی کو عبادت سے،رسول اللہ ﷺ کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی کیا جائے۔

بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کو اپنا آپ اسطرح حوالہ کیا جائے کہ اللہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔تصوف ان لوگوں سے سیکھا جائے جن کا علم وعمل حال وقال قرآن و سنت کے مطابق ہو۔حضرت مولانا پیر احسان الکریم حفظہ اللہ نے کتاب (بیعت کی ضرورت و

فضیلت) وضاحت سے بیان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے لوگوں میں شرعی تصوف عام فرمائیں اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام وخواص میں مقبول فرمائیں۔ آمین

عبدالحلیم دیروی ۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

تقریظ از: استاد محترم مفتی اعظم دارالعلوم حقانیہ فقیہ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ العالی

باسمہ تعالیٰ

میں اب (بوجہ بیماری) کتاب دیکھنے کے قابل نہیں مگر اپنے استاد محترم مولانا شیر علی شاہ صاحب کی تقریظ کی تائید کرتا ہوں۔ سیف اللہ حقانی

تقریظ از: استاد محترم استاد العلماء والمجاہدین فصیح اللسان خطیب العصر شیخ الحدیث نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا حافظ انوار الحق مدظلہ العالی

باسمہ تعالیٰ

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلائق والانبیاء امابعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو دین اسلام اور تبلیغ کے ساتھ مسلمانوں کے تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اولیاء عظام نے مخلوقِ خدا کا تزکیہ اور اصلاح باطن کی ذمہ داری احسن طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی عنوان کے تحت لسانی کوشش کے ساتھ ساتھ کتابی سعی بھی کی ہے۔ مولانا احسان الکریم نقشبندی جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ کے ناظم ہونے کے ساتھ عارف باللہ مفتی اعظم محمد فریدؒ کے خلیفہ مجاز

بھی ہیں نے تصوف کے موضوع پر گراں قدر تالیف آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس تصنیف میں مولانا احسان الکریم صاحب نقشبندی نے تصوف کے متعلق ضروری اور اہم مباحث تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالی موصوف کی اس عظیم کاوش کو اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائے اور خاص وعام کے لیے فائدہ مند ثابت فرمائیں۔ آمین۔

محمد انوار الحق (خادم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) ۴ صفر ۱۴۳۵ھ

تقریظ از: استاد محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب مدظلہ العالی

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ و السلام علی من لانبی بعدہ امابعد !

علماء نے لکھا ہے کہ حدیث جبرئیلؑ میں ما الایمان میں علم تصوف اور سلوک کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض محققین فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کے موالید ثلاثہ یہ تین چیزیں ہیں۔ تعلیم الاحکام، تہذیب الاخلاق جس سے طریقت اور تنظیم الاعمال سے مراد سیاست ہے۔ باطن کی صفائی اور تخلقوا باخلاق اللہ مصداق بننے کے لیے تصوف اور سلوک انتہائی اہم ضروری ہے۔ اور یہ بغیر کسی متبع شریعت پیر طریقت سے بیعت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔

اسی وجہ سے سلوک اور تصوف میں بیعت کو بڑی وقعت اور اہمیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر علماء اور مشائخ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ضخیم اور مختصر کتب اس پر آئی ہیں۔ ہمارے محترم مولانا احسان الکریم صاحب زید مجدہ جو (حضرت الشیخ العلامہ مفتی محمد فرید صاحبؒ کے خلیفہ ہیں) نے بیعت کی ضرورت پر قلم اٹھایا ہے اور بہت ہی قیمتی مواد اکٹھے کیے ہیں۔ جس کے ذریعے موضوع کو بالکل منقح اور واضح کیا ہے۔ اللہ کریم ان کو اس سعی وکوشش کا اجر دیں۔ اور ان کی یہ محنت ان کے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی کا سبب بنائے۔ اور اللہ جل شانہ امت کو اس کتاب سے

استفادہ کرنے کی توفیق دے۔آمین

محمد ابراہیم فانی عفی عنہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۳ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

تقریظ از رہبر شریعت صاحبزادہ حافظ مولانا حسین احمد مدظلہ ابن محدث کبیر مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا محمد فرید نوراللہ مرقدہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بندے نے مولانا احسان الکریم ملنگ نقشبندی کی تالیف ''بیعت کی ضرورت وفضیلت'' بعض مقامات سے مطالعہ کیا، الحمدللہ! تصوف کے فن میں ایک عمدہ کتاب پایا ہے، اللہ تعالیٰ قبولیت کے مقام تک پہنچائے۔آمین۔ حسین احمد بن محمد فریدؒ (زروبی صوابی ۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ)

تقریظ پیر طریقت رہبر شریعت فخر چارسدہ استاد العلماء ماہر جرگہ وصلح حضرت مولانا مفتی گوہر علی شاہ صاحب حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے پیراحسان الکریم صاحب کی کتاب ''بیعت کی ضرورت و فضیلت'' اجمالاً مطالعہ کیا، کتاب میں عموماً تصوف اور خصوصاً طریقہ نقشبندیہ کی تعریف لطائف اور اسباق موجود ہے، احسان الکریم صاحب حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کے اہم ترین کارکن اور خصوصی خلیفہ ہے، جو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ فریدیہ کا خدمت گزار ہے۔یہ کتاب شائقین تصوف اور عام مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہے۔ از صاحبزادہ مفتی گوہر علی شاہ

تقریظ از گدہ نشین صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ بشیر احمد مدنی صاحب دامت برکاتہم ابن پیر طریقت ولی کامل حضرت مولانا عبدالسلام پیر سباق باباجی نور اللہ مرقدہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب اللمین والصلوۃ والسلام علی حبیبه رحمة للعلمین وعلی اله واصحابه واتباعه اجمعین،وبعد

رب کائنات کی معرفت ورضامندی کا حصول مقصد حیات ہے۔اس اعلیٰ وارفع مقصد کے حصول کے لئے ہر زمانہ کے اکابر علماء وصلحاء نے باوجود مہارت علمیہ کے بیعت کی ضرورت محسوس کی عقائد حقہ،اعمال صالحہ،اوراخلاق فاضلہ کا اختیار کرنا ہم سب کے لئے لازم ہے۔امراضِ بدنیہ کے علاج کے لئے حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت ہر ایک محسوس کرتا ہے۔اس طرح امراض روحانیہ کے علاج معالجہ کے لئے بھی ایک ماہر معالج ومصلح کی ضرورت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔زیر نظر کتاب (بیعت کی ضرورت وفضلیت) محترم مولانا احسان الکریم صاحب کی تالیف ہے۔اس میں بیعت کی اہمیت وافادیت،شیخِ کامل کی پہچان،اصطلاحاتِ تصوف اور بالخصوص سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق ومراقبات وغیرہ مباحث آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔اللہ رب العزت اسے قبول ومقبول فرمائے اور مولف کی یہ کاوش قارئین کے لئے ایک دینی وروحانی سوغات ثابت ہو،آمین یارب العلمین

حافظ بشیر احمد مدنی خادم دارالعلوم وخانقاہ فیض القران پیر سباق نوشہرہ



خطبہ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْأَعْظَمُ أَحْمَدُهُ عَلٰى مَا خَصَّنَا بِالنَّعْمَاءِ السَّوَابِغِ وَالْفَضْلِ الْأَتَمِّ وَجَعَلْنَا مِنْ أَشْرَافِ الْأُمَمِ وَأَرْسَلَ إِلَيْنَا نَبِيًّا وَحِيْدًا هُوَ فَخْرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَوْ لَآهُمْ .اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَصَفِيِّكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَوْلِيَائِهٖ وَأَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ إِخْوَانِهٖ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى صَالِحِ الْجِنِّ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ ، مِنْ أَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِيْنَ ، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَاذَالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ .

کہتا ہے احسان الکریم ملنگ نقشبندی چارسدہ تنگی کا رہنے والا اپنے مسلمان بھائیوں کو ! گذشتہ کئی عرصہ سے میں نے اپنے بہت سے دوستوں کو دیکھا جو اپنا ظاہر اور باطن ایک جیسا کرنا چاہتے ہیں۔ظاہری اور باطنی بیماریاں ختم کرنا چاہتے ہیں۔اوراس کوشش میں بڑے پریشان ادھر اُدھر بھٹک رہے ہیں اورساتھ ہی اکثر مسلمانوں میں دین سے بے رغبتی دیکھی تو میں نے سوچا کہ ایک مختصر اور جامع کتاب لکھی جائے۔جس میں سلوک واحسان والوں کے لیئے ابتدائی ضروری باتیں ہوں تاکہ ان کو اس راستہ پر سفر کرنا آسان ہو۔

کتاب میں صحیح دلائل اور جیدّ اولیاءکرام کے واقعات لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔واقعات تو بہت ہیں مگر اس کتاب میں نمونہ کے طور پر وہ واقعات جمع کیئے گئے ہیں جس میں بیعت یا مرشد کی خدمت کی وجہ سے لوگوں کے لئے رشد ہدایت کے راستے کھولے گئے ہیں۔اور کامیابی تک پہنچ گئے ہیں۔اور ساتھ ہی جگہ جگہ اپنے احساسات اور مشاہدات بھی لکھے ہیں۔مثلاً اس میں ایک واقعہ مفتی شفیعؒ کا ذکر ہے۔فرماتے ہیں۔کہ میں حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ جارہا تھا ۔میں نے کہا مولانا رومؒ نے اس شعر میں بہت مبالغے سے کام لیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

☆ یک زمانہ صحبت با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ☆

میرے محترم مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آپکا مقصد کیا ہے۔ مجھ سے یہ شعر سنو۔

☆ یک زمانہ صحبت با اولیاء ☆ بہتر از یک ہزار سالہ طاعت بے ریا ☆

پھر فرمایا کہ اولیاء کی صحبت میں دل کی دنیا بدلتی ہے۔ اسی ضمن میں مجھے مولانا روم کا ایک واقعہ یاد آ گیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ,, مولانا رومؒ کی ملاقات شمس التبریزؒ سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے مولانا رومؒ کی زندگی بدلنے کا ذریعہ اس طرح بنایا شمس التبریزؒ نے مولانا رومؒ کی کتابیں اُٹھائیں اور حوض میں گرا دیں مولانا رومؒ اس پر بہت ناراض ہوئے کہ آپ نے میری ساری کتابیں خراب کر ڈالیں شمس التبریزؒ نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کتابوں سے پانی کی بجائے گرد جھاڑنے لگا جب مولانا رومؒ نے یہ کرامت دیکھی تو بہت زیادہ حیران ہوئے اور ان سے بیعت کی۔ جب مولانا رومؒ کی روحانی آنکھیں کھل گئیں اور دل کی دنیا بدل گئی تو یہ شعر پڑھا۔

☆ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم ☆ تا غلامے شمس تبریزیؒ نہ شد ☆

آخر میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش وسعی کو اپنے دربار عالی میں قبول فرما کر شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خَیرِ خَلقِہٖ محمد والہ وسلم!

﴿عبدالرحمٰن باباؒ کے اشعار کے مدح اولیاء کرام کی مدح میں﴾

که نظر کا څوك په کارد درویشانو
خو دبه وويني وقار د درويشانو

نیغ په دغه لار به ورشی خدائے رسول ته
که څوك يُون كاندی په لارد درويشانو

هرګفتاربه ئی دخدای په درقبول وی
چه قبول ئی وی ګفتار د درويشانو

هسے کرم بازار بل په جهان نشته
لکه ګرم دے بازار د درويشانو

چه په يوقدم ترعرشه پوری رسی
ما ليدلے دے رفتار د درويشانو

همره خلق ئی زيارت کاپس له مرګه
چه بازار وی په مزار د درويشانو

بادشاهان ددے دنياواړه پراته دی
لکه خاورے په دربار د درويشانو

هربهارلره خزان په جهان شته دے
خزان نه لری بهار د درويشانو

دجنت دباغ ګلونه به ئی هيرشی
که څوك ووينی ګلزارد درويشانو

چه دنيا يی کړه دخدای دپاره ترکه

صد رحمت شه په روزگار د درویشانو
د قارون وحال ته گوره حال ئی خه شو
راشه مه کوه انکار د درویشانو
په هرچاچه د غضب لینده کی ښخه
خطا نه درومی گذار د درویشانو
درست دیوان د رحمان زارترِ دی غزل شه
چه بیان ئی کړو کردار د درویشانو

﴿مؤلف کے اشعار مدح اولیاء کرام میں﴾

اولیاو نه می مال او سر قربان شه
عالمانو نه می مال او سر قربان شه

د نفسونو تزکیئی چه په خلوت کړی
د پیرانو نه می مال او سرقربان شه

چه اوږدے اوږدے تسبیح ورسره په لاس وی
مریدانو نه می مال او سر قربان شه

چه د علم په حصول پسی گرځیږی
طالبانو نه می مال او سرقربان شه

چه د شرع پابند کار خوك د تبليغ کړی
تبلیغیانو نه می مال او سرقربان شه

ورسره توره په لاس کفن په سروی
د غازیانونه می مال او سرقربان شه

چه غیرت په دین اسلام اوکړی شهید شی
شهیدانو نه می مال او سر قربان شه

چه په مینه کبنی مجنون غندی صادق وی
عاشقانونه می مال او سرقربان شه

عقائد چه وی د چا د یوبندیانو
دیوبندیانو نه می مال او سرقربان شه

د اللّٰه د دین دپاره چه ملنګ شي
ملنګانو نه مې مال او سرقربان شه

په ملنګ نقشبندي مومنان ګران دي
مومنانو نه مې مال او سرقربان شه

﴿تصوف کے متعلق اشعار کا مجموعہ﴾

☆گر ہمی خواہی کہ گردی در دو عالم ارجمند☆
☆دائما باشی غلامِ خاندانِ نقشبند☆

☆رہے سلامت تمہاری نسبت ☆
☆میرا تو بس آسرا یہی ہے ☆

☆نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی☆
☆بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی☆

☆گر ہوائے ایں سفر داری بلا☆
☆دامن رہبر بگیر و پس بیا☆

☆بے رفیقے ہر کہ شد از راہ عشق☆
☆عمر بگشت و نشد آگاہ عشق☆

☆مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم☆
☆تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد☆

☆نفس را نہ کشد بغیر از ظل پیر☆
☆دامن آں نفس کش محکم بگیر☆

☆نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا ☆
☆دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا ☆
☆ھر کہ خدا ند ھم نشینی با خدا☆
☆ گو شد در حضورؒ اولیاء☆

☆کہ مجھ کو اپنا ہوش نہ دنیا کو ہوش ہے ☆
☆بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں ☆
☆تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی☆
☆ راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں ☆
☆تو برائے وصل کردن آمدی ☆
☆ نے برائے فصل کردن آمدی☆
☆زندگی آمد برائے بندگی ☆
☆زندگی بے بندگی شرمندگی ☆
☆نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے☆
☆تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کر نے سے ☆
☆عمل کی اپنے اساس کیا ہے ☆
☆بجز ندامت کے پاس کیا ہے ☆
☆نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتو دیکھ انکو☆
☆ ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں☆
☆نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے☆

☆ جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے☆
☆ میں نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی☆
☆جام مئے کی مجھے حاجت ہی نہیں☆
☆صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل ☆
☆یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے☆
☆نہ بادا ہے نہ صراحی نہ دور پیانہ☆
☆فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانان☆
☆ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق☆
☆جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے☆
☆موت کے آئینے میں دکھا کر رخ دوست☆
☆زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے☆
☆فیض نظر کے لیے ضبط سخن چاہیے☆
☆حرف پریشان نہ کہہ اہل نظر کے حضور☆
☆یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی☆
☆سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی☆
☆ اہل دل اس کو دل نہیں کہتے☆
☆جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لیے☆
☆احب الصالحین و لست منھم☆
☆لعل اللہ یرزقنی صلاحاً☆
☆یک زمانہ صحبتے با اولیاء☆

☆بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا☆

☆سگ اصحاب کہف روزے چند☆
☆پائیے نیکاں گرفت و مر دم شد☆

☆چوں تو کر دی ذات مرشدراقبول☆
☆ہم خدا آمد زِذاتش ہم رسولؐ☆

☆نفس نتراں کشت الاّ ذات پیر☆
☆دامن آں نفس کش محکم بگیر☆

☆صد کتاب و صد ورق در نار کن☆
☆جان و دل را جانب دلدار کن☆

☆بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیرمغا گوید☆
☆کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ ورسم منزل☆

عرض مولف

اکثر مخلوق خدا (انسانوں) کی طبیعت اور مزاج ایسے ہوتے ہیں۔کہ جب تک کسی کام کا فائدہ معلوم نہ ہو۔یا اُس کام کے بارے میں معلومات نہ ہوتو اس وقت تک وہ کام شروع نہیں کرتے۔اور پھر جب اسی کام کے فوائد معلوم ہو جائیں تو پھر شوق اور محبت سے وہ کام کرتے ہیں۔جیسے اگر کسی کو صرف یہ کہا جائے کہ قرآن حفظ کریں۔تو وہ اسکے لئے تیار نہیں ہوتا کیونکہ قرآن حفظ کرنے کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن اسی شخص کو اگر قرآن حفظ کرنے کے فضائل سے باخبر کیا جائے تو پھر بڑی محبت اور شوق سے تیار ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر کسی کو جہاد فی سبیل اللہ کا کہا جائے۔کیونکہ اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں قربان کرنا مشکل نظر آتا ہے۔مگر جب فضائل سامنے آئیں تو تیار ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر کسی سے کہا جائے کہ میں اتنے لاکھ روپے میں آپ کو سعودی عرب کا ویزہ دیتا ہوں۔لیکن وہاں گرمی، سردی میں سارا دن کام کرو گے۔اور کچھ وقت کے لیے اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور علاقہ وغیرہ چھوڑنا پڑے گا۔تو وہ کبھی بھی اس کام کے لیے تیار نہ ہوگا۔لیکن اگر اسے یہ کہا جائے کہ اے اللہ کے بندے!! یہ تو بڑا مبارک وطن ہے اس میں حج وعمرے نصیب ہوتے ہیں اور محبوب رب العالمین دونوں جہانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے تو وہ فضائل سن کر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جائے گا۔اسی طرح اگر کسی سے کہا جائے کہ بیعت کرو تو بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بیعت کو بالکل جانتے ہی نہیں۔

اور جب جان لیں تو پھر بیعت کا مقصد نہیں جانتے کہ بیعت کس لیے کی جاتی ہے۔ جیسے ایک شخص میرے پاس آیا کہ مجھے بیعت کروائیں اسی وقت قدرتی طور پر میرے ذہن میں یہ بات آئی اور میں نے پوچھا بیعت کس لیے کرتے ہو؟ تو اس نے جواب میں بہت عجیب بات کہی کہ ”میں عطر کا کاروبار کرتا ہوں مگر عطر نہیں بکتی اس لیے بیعت کرتا ہوں۔“ تو یہ سن کر میں حیران

رہ گیا کہ نہ بیعت کو کوئی جانتا ہے اور نہ بیعت کے مقصد کو اور اسی طرح بیعت کے اور بھی بہت سے موانع میں نے معاشرے میں دیکھے اور بہت سے سمجھدار لوگوں کو اس سے بے خبر پایا اور اسی وجہ سے میرے ذہن میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ ایک ایسی جامع اور مختصر کتاب لکھی جائے جسمیں بیعت اور طریقت کی عام اہم باتیں ہوں کیوں کہ بیعت کا مقصد نہ کاروبار کرنا ہے، نہ مقدمے میں کامیابی حاصل کرنا ہے، نہ بادشاہت حاصل کرنا ہے، نہ لوگوں کو اپنا طابع بنانا ہے، نہ تعویذ بنانے ہیں، اور نہ تو پیر، مرشد اور خلیفہ بننا ہے۔ بلکہ بیعت کا مقصد یہ ہے کہ استقامت سے شریعت پر عمل نصیب ہو جائے۔ سالک جب یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ہر عمل شریعت کے مطابق کرتا ہے اور بیعت سے وہ سکون حاصل کرتا ہے۔ وہ سکون جو دنیا داروں کو سب کچھ خرچ کرنے پر حاصل نہیں ہوا۔ وہ سکون سالک کو جائے نماز پر بیٹھنے سے مل جاتا ہے۔ جیسا کہ بچے کو ماں کی گود میں سکون ملتا ہے۔ اسی طرح اسکے ساتھ یہ بات بھی ضروری ہے کہ پیرومرشد کو بھی پہچانا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دین وطریقت کے جامہ میں دین وطریقت کے مخالفین سے بیعت کر لی جائے۔

آج کل کے دور میں پیر اور ولی وہ ہے جو تعویذ کرتا ہو حالانکہ بیعت وطریقت کا تعلق اس سے نہیں بلکہ کامل پیرومرشد کا اس سے تعلق ہی نہیں ہے۔ کامل پیرومرشد کی شرائط جو اس کتاب میں قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال کے ساتھ ذکر ہیں۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ کامل پیرومرشد کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کا پیروکار ہو عقیدہ دیوبند پر کار بند، طریقت کے اسباق اپنے پیرومرشد سے پورے کئے ہوں اور اپنے پیرومرشد کی طرف سے اسکو اجازت مل چکی ہو اور سلسلۂ سند نبی کریم ﷺ تک پہنچی ہوئی ہو احسان الکریم ملنگ نقشبندی

☆

شریعت، طریقت، اور حقیت کا باہمی تعلق

شریعت احکام تکلیفیہ کے مجموعہ کا نام ہے۔اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آ گئے اور اصطلاح میں لفظِ فقہ کو اس امر کا مرادف (یعنی ہم معنی) سمجھا جاتا ہے۔جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف منقول ہے۔معرفه النفس مالها وما عليها (یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہچانا) پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت جز ومتعلق باعمال ظاہرہ کا نام ''فقہ'' ہو گیا اور دوسرے جز ومتعلق باعمال باطنہ کا نام ''تصوف'' ہو گیا۔اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو''طریقت'' کہتے ہیں۔ پھر ان اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلاء اور صفاء پیدا کرنا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض (حقائق ولوازمات) بالخصوص اعمال حسنہ و سیہ، حقائق الہیہ صفاتیہ وفعلیہ بالخصوص معاملات بین اللہ اور بین العبد (یعنی جو معاملات اللہ اور بندے کے درمیان ہیں وہ) منکشف ہوتے ہیں۔ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔اور ان انکشافات کو''معرفت'' کہتے ہیں اور اس صاحب انکشاف کو''محقق'' اور عارف کہتے ہیں۔پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں۔اور عوام میں جو یہ شائع ہو گیا ہے کہ شریعت صرف جز ومتعلق باحکام ظاہرہ کو کہتے ہیں۔یہ اصطلاح کسی اہل علم سے منقول نہیں۔اور عوام کے اعتبار سے اس کا منشا بھی صحیح نہیں کہ وہ ظاہر اور باطن میں اعتقاد تنافی (یعنی ظاہر اور باطن میں اختلاف کا قائل ہونا) ہے۔واللہ اعلم۔

تصوف کے اصول صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں۔اور یہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن اور حدیث میں نہیں ہے۔بالکل غلط ہے۔یعنی غالی صوفیوں کو بھی یہی خیال ہے اور خشک علماء کا بھی، کہ تصوف سے قرآن وحدیث خالی ہیں۔مگر دونوں غلط سمجھے۔خشک علماء تو یہ کہتے ہیں۔کہ تصوف کوئی چیز نہیں ہے یہ سب واہیات ہے۔بس نماز روزہ، قرآن وحدیث سے ثابت ہے اسی کو کرنا چاہئے۔یہ صوفیوں نے کہاں کا جھگڑا نکالا ہے تو گویا ان کے نزدیک قرآن و

حدیث تصوف سے خالی ہیں۔اور غالی صوفی یوں کہتے ہیں۔کہ قرآن وحدیث میں تو ظاہری احکام ہیں ۔تصوف علم باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن وحدیث ہی کی ضرورت نہیں ۔غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں پھر اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک نے تصوف کو چھوڑ دیا۔اور ایک نے قرآن وحدیث کو۔اے صاحبو! کیا غضب کرتے ہو خدا سے ڈرو۔ اس کے متعلق میں نے اس مضمون پر دو مستقل کتابیں لکھی ہیں ۔ایک تو ''حقیقت الطریقت'' جس میں مسائل تصوف کی حقیقت احادیث سے ثابت کی گئی ہے ۔ایک رسالہ مستقل (مسائل السلوک) جس میں صاف طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔کہ تصوف کے مسائل قرآن مجید سے بھی ثابت ہیں۔ان دونوں کتابوں سے معلوم ہوگا کہ قرآن وحدیث تصوف سے لبریز ہیں اور واقعی وہ تصوف ہی نہیں جو قرآن وحدیث میں نہ ہو۔غرض جتنے صحیح اور مقصود مسائل تصوف کے ہیں وہ سب قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ (شریعت وطریقت،ص،۳۴ازاشرف علی تھانویؒ)

بیعت کی ضرورت

یہ یقینی ہے کہ بیعت طریقت کی ضروت عام نہیں لیکن باجود اس کے پھر بھی نفس میں بعض امراض خفیہ ہوتے ہیں کہ وہ بدون تنبیہ شیخ محقق عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں آ بھی جاتے ہیں۔تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا اور جو معلوم ہوتا ہے نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے۔ان ضرورتوں سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے۔اور ان کا علاج اور تدبیر بتلاتا ہے ۔ کیونکہ خود اپنی حالت کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔اور شیخ کو بصیرت ہوتی ہے۔کیونکہ وہ بہت سے مغالطے دیکھ چکا ہے۔اور بہت سے گرم وسرد چکھ چکا ہے۔جو پریشانی تم کو پیش آنی ہے وہ اس کو بارہا پیش آ چکی ہے۔اس کو بھی کسی صاحب بصیرت نے سنبھالا تھا۔بار بار تجربہ ہونے سے اس کو پوری بصیرت حاصل ہوگئی ہے۔تو وہ ہر حالت کو پہنچانتا ہے۔کہ

اس میں کتنا حق اور کتنا باطل شامل ہے۔اور کتنی واقعیت اور کتنا دھوکہ ہے۔اور اپنے آپ اپنی حالت کو اگر کوئی شخص کسی وقت پہچان بھی لے لیکن اپنی تشخیص پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔پوری پہچان اسی کو ہے جو بار ہا تجربہ کر چکا ہے پھر اسی کے ساتھ حق تعالی کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔اسی کا بتایا ہوا علاج سہل اور کامل ہوتا ہے۔کوئی شخص کتنا ہی عالم فاضل ہو۔اور طب کی کتابیں بھی پڑھ لیتا ہو مگر باقاعدہ کسی طبیب کے پاس رہ کر مشق نہ کی ہو اگر وہ خود علاج محض کتابی نسخوں سے کرنے لگے تو خطرہ کا باعث نہیں تو اور کیا ہے۔لہذا کتب طب سے کوئی مریض اپنا معالجہ نہیں کرسکتا۔اگر معمولی مرض کا علاج کر بھی لیا تو شدید امراض کا علاج تو کبھی نہیں کر سکتے۔مجھے ہر سال برسات کے اخیر میں بخار آیا کرتا تھا۔اور حکیم صاحب ہر سال قریب قریب ایک ہی نسخہ لکھتے تھے میں نے کہا لا اس کو لکھ لیں۔جب بخار آیا کرے گا تو اس کو استعمال کرلیا کریں گے۔چنانچہ ایک سال ایسا ہی کیا مگر خاک نفع نہ ہوا۔آخر کار حکیم صاحب کو بلایا انھوں نے نسخہ لکھا اس کے پینے سے آرام ہوا۔پھر تحقیق ہوئی کہ اس سال صفراء کے ساتھ بلغم صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں اب اگر میں نے یہ نسخہ نقل کرلیا کہ چلو اس میں صفراء اور بلغم دونوں کی رعایت ہے تو اس کا اندازہ کیسے ہوتا کہ اس سال بلغم صفراء سے زیادہ ہے یا مساوی ہے یا کم ہے اس کا اندازہ تو طبیب ہی کرسکتا ہے۔جو نبض کی حالت کو پہچانتا ہو اس لیے کتب طب سے معالجہ کرنا طبیب ہی کا کام ہے۔

غرض نہ بغیر چلے کام چلتا ہے نہ بغیر رفیق سیدھا رستہ ملتا ہے اگر نابینا کسی جگہ پہنچنا چاہے تو اول اس کو خود چلنے کی ضرورت ہے اگر چلے نہیں تو ہزار رفیق بھی ملنے پر قطع نہ ہوگا۔البتہ چلنے کے بعد رہبر اور رفیق کی بھی ضرورت ہے۔کیونکہ اگر رہبر نہ ہو تو نابینا راستہ میں ضرور کسی جگہ ٹھوکر کھا کر گرے گا۔بے خطر منزل پر پہنچنے کی صورت یہی ہے کہ اپنے پیروں چلے اور رہبر کا ہاتھ پکڑے بالکل ویسی ہی حالت اس راستہ کی بھی ہے کہ ارادہ کرنا اور کام شروع کردینا اپنے پیروں چلنا ہے اور کسی بزرگ کا دامن پکڑ لینا رہبر کا ہاتھ پکڑ لینا ہے۔

☆

الغرض اللہ کی عادت یونہی جاری ہے کہ کوئی کمال بدون استاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہ (طریقت) میں آنے کی توفیق ہو۔ استاد طریق کو ضرور تلاش کرنا چاہئے جس کے فیض تعلیم و برکت صحبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔

☆ گر ہوائے ایں سفر داری دلا ☆ دامن رہبر بگیر وپس بیا ☆
☆ بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق ☆ عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق ☆

(یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کے چلو۔ اس لیے کہ جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا۔ اس کی عمر گزر گئی اور عشق سے آگاہ نہ ہوا اور) مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

☆ یار باید راہ را تنہا مرد ☆ بے قلاؤز اندریں صحرا مشو ☆

(یعنی باطنی راستہ کے لیے کوئی رفیق ساتھ لے لو تنہا اس راستہ کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ تم تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے)۔ (شریعت وطریقت، ص۔۱۶۰ از اشرف علی تھانویؒ)

تصوف کیا ہے؟ پچاس (۵۰) اقوال کی روشنی میں

مشائخ نے اس سوال کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ ابراہیم بن مولد رقیؒ نے اپنی کتاب میں اسکے ایک سو سے زاہد جوابات جمع کئے ہیں۔ اختصاراً چند ایک نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے استاد حضرت محمد بن علی القصابؒ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا تصوف ان کریمانہ اخلاق کا نام ہے جو کسی کریم زمانہ میں کسی کریم شخص سے شریف لوگوں کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔

۲۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا۔ تصوف یہ ہے کہ تو مخلوق سے منہ موڑ لے، اللہ سے رشتہ جوڑ لے۔

۳۔ حضرت رویمؒ نے فرمایا۔ تصوف یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اس طرح جوڑ کہ وہ جو چاہے اس کے ساتھ کرے۔

۴۔ حضرت سمنون ؒ نے فرمایا۔ تصوف یہ ہے کہ نہ تو کسی چیز کا مالک ہو ،اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک ہو۔

۵۔حضرت ابو محمد جریریؒ نے فرمایا۔تصوف نام ہے۔ ہر قسم کے اچھے اخلاق کے اندر داخل ہونے کا اور ہر قسم کے کمینے اخلاق کے باہر نکل جانے کا۔

۶۔حضرت عمر بن عثمان مکی ؒ نے فرمایا تصوف یہ ہے۔کہ بندہ ہر لمحہ ایسے عمل میں مشغول ہو جو اس لمحہ کیلئے زیادہ مناسب ہو۔

۷۔حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علی ؓ بن ابی طالب نے فرمایا تصوف اچھے اخلاق کا دوسرا نام ہے جو اچھے اخلاق میں تجھ سے زیادہ ہے وہ تصوف میں زیادہ ہے۔

۸۔حضرت مرتعش ؒ نے فرمایا تصوف اچھے اخلاق کا مجموعہ ہے۔

۹۔حضرت ابو علی قزوینی ؒ نے فرمایا تصوف ایسے اخلاق کو کہتے ہیں جن سے رب راضی ہو۔

۱۰۔حضرت ابوالحسن نوری ؒ نے فرمایا تصوف علم وفن کا نام نہیں بلکہ مجموعہ اخلاق کا نام ہے۔

۱۱۔حضرت احمد خضرویہ ؒ نے فرمایا تصوف باطن کی گندگی اور کدورتوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کا نام ہے۔

۱۲۔حضرت محمد بن احمد المکرّمی ؒ نے فرمایا تصوف اپنے احوال کو سچ پر قائم رکھنے کا نام ہے۔

۱۳۔حضرت ابو حفص نیشاپوری ؒ نے فرمایا تصوف آداب ہی آداب ہے ہر وقت کا ادب، ہر جگہ کا ادب، ہر حال کا ادب۔

۱۴۔حضرت معروف کرخی ؒ نے فرمایا تصوف ہر چیز کی حقیقت جاننے اور جو کچھ لوگوں

کے پاس ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے۔

۱۵۔ حضرت ابوالحسن شنجہؒ نے فرمایا ایک وقت تھا کہ تصوف حقیقت تھی بے نام آج نام ہے بے حقیقت۔

۱۶۔ حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ نے فرمایا تصوف درگزر اختیار کرنا، اچھے کاموں کا حکم دینا اور جاہلوں سے اعراض کرنا ہے۔

۱۷۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاریؒ نے فرمایا تصوف یہ ہے کہ اجمالی معاملہ تفصیلی ہوجائے اور استدلالی معاملہ کشفی ہوجائے۔

۱۸۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا تصوف شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام ہے۔

خلاصہ کلام:- انسانی زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا اپنا کام ہے۔ رب کائنات نے حضرت انسان کو کہیں ''جاعل فی الارض خلیفۃ'' سے خطاب کیا۔ کہیں ''ولقد کرمنا'' کا تاج پہنایا اور کہیں ''فضلنا'' کا ہار گلے میں ڈال کر عزت افزائی کی۔ انسان کو چاہیے کہ ''الست بربکم'' کے میثاق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''وتبتل الیہ تبتیلا'' کے راستے پر چلے اور ''الی ربک منتھھا'' کی منزل پر پہنچ کر پردم لے کسی بھی گاڑی کو منزل پر پہنچنے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہیں۔ ایک تو سڑک ٹھیک ہو، دوسرا گاڑی میں پٹرول بھرا ہوا ہو، اگر سڑک ٹھیک نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ اگر پٹرول نہ ہو تو بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔ پس انسان کی مثال گاڑی کی سی ہے، شریعت کی مثال راستے کی سی اور طریقت کی مثال پٹرول کی سی ہے۔ انسان اگر وصول الی اللہ کی منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے شریعت کے راستے اور طریقت کے پیٹرول کی ضرورت پڑے گی۔ لہذا جو لوگ شریعت وطریقت میں سے کسی ایک چیز کے بھی منکر ہیں۔ وہ اپنی گاڑی کو

راستے ہی میں رکا ہوا پائیں گے۔کامیاب زندگی یہ ہے کہ انسان ففروا الی اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے۔تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق اخلاق خداوندی سے متخلق اور اوصاف محمدیؐ سے متحلّی ہوکر زندگی گزارے تاکہ انا بوا الی اللہ کی جماعت میں شامل ہوکر لھم البشری کی بشارت اور ورضوان من اللہ اکبر کی منزل پر پہنچے۔اسی کا نام تصوف ہے۔

(تصوف و سلوك)

۱۹۔ تصوف تعلقات کو ختم کرنا ہے۔

(حضرت ابوعثمان مغربیؒ ۳۷۲ھ)

۲۰۔ تصوف اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصّف ہونے کا نام ہے۔

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

۲۱۔ تصوف یہ ہے کہ صوفی اون کے کپڑے پہن لے اور نفس کو مصیبت اور سختی میں گھیرے رکھے اور دنیا کو پیچھے پھینک دے اور رسول ﷺ کی سنتوں پر چلے۔

(حضرت بوعلی رودباریؒ ۳۲۲ھ)

۲۲۔ تصوف نیک کاموں پر مضبوط (ڈٹ کر) رہنا ہے۔

(حضرت ابومحمد رویمؒ)

۲۳۔ تصوف ایک فقر ہے جو اسباب سے الگ ہے۔

(حضرت عبداللہ حلاؒ ۳۰۶ھ)

۲۴۔ تصوف کی پہلی منزل علم ہے، درمیانی منزل عمل ہے اور آخری منزل صرف خدائی دین ہے کیونکہ علم منزل مقصود کو آگے کرتا ہے اور عمل اسکی طلب میں امداد کرتا ہے اور خدائی دین اسے مقصود تک پہنچا تا ہے۔ (حضرت ابوالنخیب سہروردی ۵۶۳ھ)

☆

۲۵۔تصوف دل کی صفائی ہے میل کچیل اور مخالفت سے۔

(حضرت ابوالحسن مصریؒ)

۲۶۔تصوف کم کھانا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آرام حاصل کرنا ہے اور مخلوق خدا سے بھاگنا ہے۔

(حضرت سہیل تستریؒ)

۲۷۔تصوف اللہ تعالیٰ کی دوستی اور دنیا کی دشمنی ہے۔

(حضرت ابوالحسن نوریؒ)

۲۸۔تصوف تین معنوں کا نام ہے۔ پہلا یہ کہ اسکی معرفت پرہیز گاری کا نور نہ بجھائے۔ دوسرا یہ کہ علم باطن کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کرے کہ اس سے ظاہر کتاب کا نقصان لازم آتا ہو۔ اور تیسرا یہ کہ اسکی کرامت وہ کام کرے کہ لوگ حرام سے محفوظ ہو جائیں۔

(حضرت سرّی سقطیؒ ۲۵۰ھ)

۲۹۔تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا التزام، اور خواہشات اور بدعات سے پرہیز کیا جائے اور بزرگوں کی عزت اور اکرام کرے۔

(حضرت ابوالقاسم بن ابراہیمؒ)

۳۰۔ تصوف نہ تو رسموں میں ہے اور نہ علوم میں بلکہ اخلاق کا نام ہے اگر رسم ہوتی تو مجاہدے کے ساتھ حاصل ہوتی اور اگر علم ہوتا تو تعلیم کے ساتھ ہاتھ آتا لیکن وہ تو اخلاق ہیں ''تَخَلَّقُوْ بِاَ خلَاقِ اللّٰہِ'' (انوار السالکین)

۳۱۔تصوف کی حقیقت بھی یہ ہے کہ ہزار راستوں کو چھوڑ کر حق کی رسی کو تھام لیا جائے۔

۳۲۔تصوف کی حقیقت؛ بندہ کا یکتا وتنہا ذات کے ساتھ یکتا وتنہا رہ جانا ہے۔

۳۳۔تصوف دنیا سے کنارہ کشی اور اس کے مال ومتاع سے بے التفاتی کا نام ہے۔

۳۴۔تصوف راہِ طریقت میں مالک الملک کی طرف مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔

☆

۳۵۔تصوف خدا کے وصل وشوق کی گرمی میں راحت وسکون پانے اورمحبوب سے ملنے کی آس رکھنے میں ہے۔

۳۶۔تصوف اپنی تمام کوششوں کونعمتوں کے مالک کے لیےوقف کردینا ہے۔

۳۷۔تصوف شوق الٰہی میں اطاعت کا طوق گلے میں ڈالنااوردلوں کی صفائی میں دنیا کی آلودگیوں سے انکوصاف کرنا ہے۔

۳۸۔تصوف مصیبتوں میں مشقت کو برداشت کرنے کا نام ہے۔

۳۹۔تصوف نام ہے پوشیدہ حق کوظاہر کرنے کا۔

۴۰۔تصوف حق سے موافقت اورخلق سے مفارقت کا نام ہے۔

۴۱۔تصوف نام ہے کھرے کے لیےکھوٹے کوچھوڑنا۔

۴۲۔تصوف مراتب دنیا سے کنارہ کرکے مرتبہ علیا کی طرف ملتفت ہونا ہے۔

۴۳۔تصوف جان کوسختیوں کا عادی بنانا ہے۔

۴۳۔تصوف راہ حق میں مصروف عمل رہ کرحق تک رسائی پانے کا نام ہے۔

۴۴۔تصوف بلویٰ پرصبرکرکےنجویٰ (خداسےمناجات) کی حلاوت حاصل کرنے کانام ہے۔

۴۵۔منتہائےفضیلت پانے کے لیےوسیلۂ حق اختیارکرنا تصوف ہے۔

۴۶۔تصوف پوشیدہ دلوں کومقلب القلوب کی طرف موڑنے کا نام ہے۔

۴۷۔تصوف مطلوب کو پانے کیلئےمحبوب کی طرف رغبت رکھنے کا نام ہے۔

۴۸۔تصوف اسباب میں اختیاط کرنااورمقدرات کی طرف نگاہ کرنا ہے۔

۴۹۔تصوف سامان دنیوی سےاترکر بلندیوں کی طرف چڑھنا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء)

۵۰۔ سرکے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک شریعت کے مطابق کرنے کا نام

تصوف ہے۔اگر چہ کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔اور موجودہ دور میں حضور ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزارنا یہ سفیان ثوریؒ، شیخ جنید بغدادیؒ اور رابعہ بصریؒ کے کرامتوں سے کم نہیں ہے۔

﴿لفظ تصوف کے حروفوں کی تشریح عبدالقادر جیلانیؒ﴾

چھٹی صدی ہجری کے شیخ الشیوخ طریقت، سر حلقہ اصفیاء واجل صوفیہ سیدنا غوث اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی تصوف کے حروف (تاء " صاد " واو " ف ") کی حیرت انگیز تشریح وتوضیح فرماتے ہیں۔دور حاضر میں بھی اہل علم بعض اوقات وسیع معانی پر مشتمل متعدد الفاظ کے پہلے حروف کو اکھٹا کر کے نئی نئی اصطلاحات کو رواج دیتے ہیں۔جیسے ہمارے ہاں ایک محکمے کا نام واپڈا اس لئے رکھا گیا ہے۔کہ یہ وسائل پانی اور بجلی کے نظم وانصرام اور ترقیات سے متعلق با اختیار ادارہ ہے جسے انگریزی میں water & Power Development Authority کہا جاتا ہے۔ایسے ہی مخففات پر مشتمل متعدد وسیع المعانی اصطلاحات کی مثالیں دی جاسکتی ہیں اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں، چنانچہ حضور غوث الاعظمؒ تعارفی کلمات کے طور پر فرماتے ہیں۔

" صوفیائے کرام کا اہل تصوف کے نام سے موسوم ہونا، ان صوفیائے کرام کا نور معرفت اور توحید کے ذریعے اپنے باطن کو جملہ آلائشوں سے پاک صاف کرنے کی بنا پر ہے یا اس لیے کہ اصحاب صفہ سے نسبت رکھتے ہیں۔یا صوف (پشمینہ) پہننے کے اعتبار سے ہیں۔لہذا صوفیانہ طریق عمل کے مطابق، مبتدی حضرات بکری کا کھر درا صوف پہنتے ہیں۔متوسط درجے کے صوفیہ نسبتا نرم صوف، اور منتہی حضرات (کامل صوفیہ) نرم اون کا لباس یعنی صوف مرقعّ (مرقعّ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں پیوند لگے ہوں) پہنتے ہیں۔گویا کہ تصوف کے چار حروف درحقیقت صوفیہ وسلوک کے چار مدارج ہیں۔

لفظ تصوف کے ''ت'' سے مراد

توبہ

حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں۔کہ لفظ تصوف کے پہلے حرف '' ت '' سے مراد توبہ ہے۔اور وہ دو طرح کی ہے۔توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔توبہ ظاہری سے مراد یہ ہے۔کہ انسان قولاً وفعلاً اپنے تمام اعضاء ظاہری گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اطاعت کی راہ اختیار کرے نیز خلاف شریعت اعمال سے توبہ کر کے احکام شریعت کی بجا آوری کرے۔

جب کہ توبہ باطنی یہ ہے۔کہ انسان دل کو آلائشوں سے پاک رکھے اور شریعت کے موافق اعمال صالحہ کی طرف رجوع کرے پھر جب برائی نیکی سے بدل جائے تو '' ت '' کا مقام مکمل ہو گیا۔

لفظ تصوف کے ''ص'' سے مراد

صفائی

تصوف کے دوسرے حرف '' ص '' سے مراد صفائی ہے۔یہ بھی دو طرح کی ہیں۔ یعنی قلب کی صفائی اور مقام سر کی صفائی قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہو جائے جو عموماً دلوں کے اندر پائی جاتی ہیں مثلاً بکثرت کھانے پینے سونے اور گفتگو کی خواہشات دنیاوی رغبتیں مثلاً زیادہ کسب اور بیوی اور اپنے اہل وعیال سے زیادہ محبت وغیرہ ان مذکورہ خصائل مذمومہ سے دل کو پاک صاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابتداء میں شیخ کامل کی تلقین سے ذکر الٰہی بالجبر اور بالالتزام کیا جائے حتٰی کہ مقام ذکر خفی ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے'' ایمان والے وہی ہیں۔کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے۔تو ان کے دل دہل جائیں''عظمت الٰہی کا خوف (خشیۃ اللہ) دل میں اس وقت پیدا ہوتا ہے۔جب قلب غفلت کی

نیند سے بیدار ہو جائے۔اور دل کا آئینہ صیقل ہونے کے بعد اس قدر شفاف ہو جائے کہ اس میں خیر وشر ایک غیبی صورت میں منقش ہو جائے

چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

''عالم نقش ونگار کرتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے''

یعنی عالم خیر وشر کی خوبیاں اور خامیاں واضح کر کے عمل کی تلقین کرتا ہے۔اور عارف دلوں کے زنگ اتارتا ہے۔مقام سر کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے روگردانی اور اس کی محبت اور اسماء توحید کا زبان سر سے دائمی ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔پس انسان جب اس صفت کا حامل ہو جاتا ہے۔تو مقام '' ص ''مکمل ہو جاتا ہے۔

لفظ تصوف کے '' واو '' سے مراد

﴿ولایت﴾

'' واو '' سے مراد ولایت ہے یہ ایک مقام ومرتبہ ہے۔جو تصفیہ (صفائی قلب) کے بعد حاصل ہوتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'' خبردار بے شک اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں خوش خبری ہے۔'' ولایت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کرے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اپنے اندر اخلاق پیدا کرو۔'' اور جامۂ بشریت اتار کر صفاتِ الٰہی کا لباس پہنو۔

حدیث قدسی ہے:''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔پھر وہ میرے ہی واسطے سے سنتا، دیکھتا، بولتا، پکڑتا اور چلتا ہے'' ماسوا اللہ سے اپنے باطن کو پاک صاف کرو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے حبیب پاک ﷺ فرما دیجئے! حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا''۔پس

مقام ''واؤ'' حاصل ہوگیا۔

لفظ تصوف ''ف'' سے مراد

﴿فانی فی اللہ﴾

''ف'' سے مراد فنا فی اللہ جل جلالہ ہے۔ جب صفات بشری فنا ہو جاتی ہیں تو صفات احدیہ باقی رہ جاتی ہیں۔ چونکہ اس ذات پاک کو نہ کوئی زوال ہے اور نہ ہی فنا۔ لہٰذا عبد فانی کو اس غیر فانی ذات کے ساتھ اور اس کی پسندیدگی اور قبولیت سے باقی باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور قلب فانی کو سرِ باقی کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ لہٰذا اس کی ذات اور خوشنودی کیلئے اعمال صالحہ کی کوفت برداشت کرے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مان لیتا ہے تو برگزیدہ پسندیدہ بندے کو راضی ہونے والی ذات کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اعمال صالحہ کا ماحصل یہ ہے کہ وہ انسان حقیقی (جو اس کے باطن کے اندر ہے) جسے طفل المعانی کہتے ہیں زندہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔'' ہر وہ عمل جس میں شرکت غیر اللہ ہو عامل کی ہلاکت کا باعث ہے۔ مکمل فنا کے بعد عالم قرب میں بقاء حاصل ہو جاتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''سچ کی مجلس میں قدرت والے بادشاہ کے حضور اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں۔'' اور یہ مقام عالم لاہوت میں انبیاؑ اور اولیاء کرام کیلئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اللہ تعالیٰ صادقوں کے ساتھ ہے'' پس جب حادث قدیم کے ساتھ ملتا ہے تو اس کا اپنا وجود باقی نہیں رہتا۔ جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو صوفی کو ہمیشہ کیلئے بقاء الحق کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ خلافت ختم المرسلینؐ کی روحانی و مادی جہتیں)

﴿تصوف سے متعلق، ایک سو پچاس (۱۵۰) اصطلاحات کے معنی وتشریح﴾

۱......**اتباع:**۔ فرمانبرداری، طاعت، پیروی کرنا۔

۲......**آثار:**۔ اثر کی جمع ہے سنت رسول، صحابہ کرام کے اقوال وافعال یہاں علامات کے معنی میں ہے۔

۳......**احتمال:**۔ شک وشبہ، گمان

۴......**احقر:**۔ بہت ہی ذلیل۔ لوگ تواضع کے لیے اپنے لیے استعمال کرتے ہیں۔

۵......**اختلاج:**۔ دھڑکنا، بے چینی، عام طور پر دل کے دھڑکنے (گھبرانے) کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

۸......**استحضار:**۔ یادداشت، کسی چیز کو ذہن میں رکھنا۔

۹......**استقامت:**۔ مضبوطی، کسی بات پر مضبوطی سے قائم (جمے) رہنا۔

۱۰......**اسم ذات:**۔ خدائے واحد، کا ذاتی نام ''اللہ''

۱۱......**اضطرار:**۔ بے چینی بے اختیاری

۱۲......**افاقہ:**۔ صحت، آرام، مرض میں کمی آنا۔

۱۳......**امالہ:**۔ مائل کرنا، دوسری طرف پھیرنا، تصوف میں ''کسی بری عادت کو اچھی عادت کی طرف پھیرنا۔

۱۴......**امر:**۔ حکم اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ جمع اوامر۔

۱۵......**امرد:**۔ نوجوان لڑکا جس کا ابھی خط نہ نکلا ہو۔

۱۶......انانیت:۔ خودی،غرور تکبر۔

۱۷......اُنس:۔ محبت و پیار،صوفیاء کی اصلاح میں ''بسط کی حالت (جس کا بیان آگے آرہا ہے)جب ترقی کرتی ہے۔تواس کوانس کہتے ہیں۔

۱۸......انضباط:۔ مضبوطی،ڈھنگ،تعین''تصوف میں ہر کام کے لیے وقت مقرر کرکے اس وقت پرکام کرنا'' جسے انضباط اوقات کہتے ہیں۔

۱۹......انوارمثالیہ:۔ سالک کو جوانوار ذکروشغل کی وجہ سے روشنی،نوراورتپش وغیرہ کی صورت میں نظرآتے ہیں۔

۲۰......انوارخفیفہ:۔ وہ انوار جوسالک کےدل میں آتے ہیں۔

۲۱......انہماک:۔ مصروفیت ومشغولیت،گم ہوجانے کی کیفیت،تصوف میں''اللہ تعالیٰ کے دھیان میں مشغول ہوکردوسری چیزوں سے گم ہوجانا''

۲۲......الہام:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں بات کا آنا۔صوفیاء کے ہاں''اللہ تعالیٰ دل میں کوئی علم ڈال دیں خواہ ہاتف(غیبی فرشتے)کا کلام ہو''

۲۳......بسط:۔ کشادگی،فراخی،صوفیاء کے ہاں''ذات حق کےلطف وفضل کے ورود سے دل کو جوسرور،راحت اورخوشی ہوتی ہے۔اورنفس پانچوں لطائف سے موافقت کرکےترقی کی طرف مائل ہوتا ہے۔اورذوق وشوق سےعبادت میں متوجہ ہوتا ہے''اس کوبسط کہتے ہیں۔

۲۴......بُعد:۔ دوری

۲۵......پاس انفاس:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سانسوں پرآگاہ رہے۔جب سانس اپنے ارادے کے بغیرخودبخودباہر نکلےتواس کے نکلنے کےساتھ ہی دل کی زبان سے کہےلا الہ پھرجب

سانس خود بخود اندر جائے تو اندر جاتے ہوئے الا اللہ کہے۔اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے۔

۲۶......تاویل:۔ حیلہ، بہانہ، کسی بات کو ظاہری مطلب سے پھیر دینا۔

۲۷......تجلی: ۔ چمک دمک ،نور الٰہی تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے نور کا بندے پر پڑنا یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت کا بندے کے ساتھ تعلق ہو جانا جیسے جب صفت رحمت کی تجلی بندے پر پڑتی ہے تو وہ خوب رحم کرنے لگتا ہے وغیرہ۔

۲۸......تصرف: ۔ دخل دینا۔اختیار کرنا ،استعمال کرنا، کچھ کا کچھ کر دینا۔تصوف کی اصلاح میں اپنی قوت ارادی (خیال کی طاقت) سے کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کی حالت میں تبدیلی پیدا کرنا توجہ،تصرف یا ہئیت کہلاتا ہے‘‘

۲۹......تصوف:۔ علم معرفت ،نفس کو پاکیزہ رکھنے کا راستہ (طریقہ) متاخرین علماء کے ہاں باطنی اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام تصوف ہے۔

۳۰......تصور شیخ:۔ فن تصوف میں اس سے مراد شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل یا نگاہ میں رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے۔

۳۱......تضرّع:۔ رونا، گڑ گڑانا، منت سماجت کرنا۔

۳۲......تطبیق:۔ دو چیزوں میں مناسبت پیدا کرنا، دو چیزوں کا ایک جگہ جمع کرنا۔

۳۳......تعلیم:۔ سکھانا، تعلیم وتربیت، تصوف میں ’’شیخ کا مرید کی تربیت کرنا وغیر‘‘

۳۴......تفویض:۔ حوالہ کرنا، صوفیاء کے ہاں ’’اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا ’’سلوک کا ایک مقام‘‘ ہے۔

۳۵......تلقین:۔ تعلیم وتربیت، تعلیم کا اہم معنی ہے۔

۳۶......**تلبیس**:۔ دھوکہ فریب۔

۳۷......**تلوین**:۔ غیر مستقل مزاجی۔ رنگ برنگی حالت، مختلف الحال حالت۔صوفیاء کے ہاں ''سالک کی حالت میں جو تغیر وتبدل آتا ہے۔(کہ حالات یکساں نہیں رہتے کبھی قبض اور کبھی بسط)اس کو تلوین کہتے ہیں''اس کا مقام دل ہوتا ہے۔

۳۸......**تمکین**:۔ مرتبہ، رتبہ، وقار وعزت۔صوفیاء کی اصطلاح میں''یہ حالت تلوین کے بعد پیش آتی ہے۔ جب سالک کا دل صاف ہو جاتا ہے۔اور نفس تزکیہ خاص کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ تو شریعت کے ڈھانچے کا تابع اور حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے۔تو اس کو مقام تمکین کہتے ہیں

۳۹......**توحید شہودی**:۔ سالک توحید شہودی میں تمام وجودوں کو ثابت کرتے ہوئے ان سب کو توجہ کے ناقابل جانتا ہے اور ایک ہی ذات واجب الوجود کو اپنا قبلہ بنا کر ایک کی پرستش اور اس کے علاوہ کی نفی کرتا ہے۔

۴۰......**توحید وجودی**:۔ سالک توحید وجودی میں سب کے وجود کا انکار کر کے ایک ذات کا وجود ثابت کرتا ہے اور ہر وجود کو اسی ذات کا وجود جان کر ہزار ہا بتوں کی پرستش کرتا ہے۔

۴۱......**ذکر**:۔ یاد چرچا، زبان اور دل سے خدا کی یاد،صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں سارے غیر اللہ کو بھول جائے اور حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرے۔جمع اذکار۔

۴۲......**ذکر اسم ذات**:۔ اللہ اللہ کا ذکر۔جس کا صوفیاء کے ہاں کئی قسمیں ہیں ایک ضرب والا دوضرب والا تین ضرب والا وغیرہ۔

۴۳......**ذکر انحد**:۔ آنکھ بند کرے(سانس روکے یا بغیر روکے)کلمہ والی انگلی کانوں میں زور

سے ڈال کر بند کرے اس سے کان میں جو آواز پیدا ہوگی اس طرف دھیان رکھے اور زبان یا دل سے اللہ اللہ کہتا رہے تا کہ غفلت نہ ہو۔

۴۴......**ذکر نفی اثبات:**۔لا الہ سے سب کی نفی اور الا اللہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے اثبات کا ذکر

۴۵......**رضا بالقضا:**۔اللہ تعالیٰ کی مرضی وفیصلہ پر راضی رہنا۔

۴۶......**زاری:**۔رونا عاجزی، محتاجگی

۴۷......**زجر وتوبیخ:**۔ڈانٹ ڈپٹ، جھڑکی

۴۸......**زھد:**۔پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی۔

۴۹......**حال:**۔موجودہ زمانہ، حالت، کیفیت۔صوفیاء کی اصطلاح میں کسی عجیب وغریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریاکاری اور مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو وہ حال کہلاتا ہے۔

۵۰......**حجاب:**۔پردہ، آڑ، تصوف میں ہر وہ چیز جو مقصود سے آڑ اور رکاوٹ ہوجائے۔

۵۱......**سلطان الاذکار:**۔ذکر کا ایک طریقہ ہے جس کی تفصیل ضیاء القلوب صفحہ ۲۶، ۲۷ پر ہے۔

۵۲......**سلوک:**۔راستہ چلنا، لوگوں سے معاملہ کرنا، صوفیاء کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ کہلاتا ہے۔

۵۳......**سودا:**۔جسم کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔وہ چار خلطیں یہ ہیں۔ صفراء، سودا خون اور بلغم

۵۴......**سوداویت:**۔اس خلط کا دوسرے خلطوں پر غالب آنا ہے۔

۵۵......سوز وگداز:۔ درد، جلن، دل میں نرمی ودرد کی کیفیت پیدا ہونا۔

۵۶......شجرہ:۔ نسب نامہ، وہ کاغذ جس پر مورث اعلی کی اولاد کا نام نسل بعد نسل لکھا ہوا ہو مشائخ کے ہاں شیوخ کا سلسلہ جو حضور ﷺ تک جا کر ملتا ہے۔

۵۷......شرع، شریعت:۔ متقدمین کے ہاں تمام احکام جن کا انسان کو حکم کیا گیا ہے خواہ وہ ظاہری اعمال ہوں یا باطنی اعمال ہوں ان کو شریعت کہتے ہیں۔ بعد میں متاخرین (بعد والے علماء) کے ہاں ظاہری اعمال کا نام شریعت ہو گیا۔

۵۸......شطحیات:۔ وہ کلمات جو اللہ والوں سے بے اختیار شریعت کے خلاف نکل جاتے ہیں۔

۵۹......شوخی:۔ شرارت، چلبلا پن

۶۰......شیخ (مشائخ):۔ پیر، مرشد، بزرگ۔ جمع شیوخ، مشائخ

۶۱......صدق:۔ سچائی، تصوف میں دین کا جو بھی کام کرے اس میں دنیا نہ ہو نہ دکھاوا نہ کوئی اور چیز ہو۔ اسی طرح ہر عمل ہو تمام فرائض، واجبات سنن آداب ومستحبات کے ادا کرنے کو بھی ''صدق'' کہتے ہیں۔

۶۲......طالب:۔ ڈھونڈے والا، چاہنے والا، مرید، پیروکار

۶۳......طریقت:۔ اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔

(شریعت وطریقت از تھانوی)

۶۴......عالم ملکوت:۔ فرشتوں کا عالم، صوفیاء کی اصطلاح میں'' عالم ارواح'' کو کہتے ہیں۔

۶۵......عالم ناسوت:۔ دنیا کا عالم

۶۶......**عبدیت:**۔ بندگی، فرمانبرداری، غلامی۔

۶۷......**عُجب:**۔ تکبر، گھمنڈ، خودکو اچھا سمجھنا خود پسندی

۶۸......**عشق حقیقی:**۔ اللہ تعالیٰ کا عشق

۶۹......**عشق مجازی:**۔ دنیاوی انسانوں کا عشق، غیر اللہ کا عشق۔

۷۰......**علم الیقین:**۔ کسی چیز کی کیفیت اور حقیقت کا پورا پورا علم۔ تصوف کی اصطلاح میں ''حق سبحانہ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کے دیکھنے کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ''سالک یہ سب اپنے باہر مشاہدہ کرتا ہے''۔

۷۱......**عین الیقین:**۔ کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر یقین کرنا آنکھوں دیکھا یقین ''علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے۔ اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے''

۷۲......**غیبت:**۔ غیر موجودگی، غیر حاضری، تصوف میں ''کسی وارد کے دل پر آنے (خواہ وہ صفات خداوندی کا غلبہ ہو یا ثواب وعذاب کا کچھ خیال ہو) اور اس کے غلبے سے حواس بے کار ہو جائے اور اس کو کوئی خبر نہ رہے، تو اس کو غیبت کہتے ہیں۔

۷۳......**فدوی:**۔ جانثار، تابعدار، عرضی پیش کرنے والا

۷۴......**فنا:**۔ ختم ہو جانا۔ صوفیاء کے ہاں ''اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آجائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی سمجھ یا تمیز نہ رہے''

۷۵......**فنافی اللہ:**۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت میں ڈوب جانے کا مرتبہ یہ درجہ فنافی الرسول ؐ

کے بعد آتا ہے۔

۷۶......فنا فی الرسولﷺ:۔ وہ مرتبہ جس میں سالک اتباع رسولﷺ کو اپنی طبیعت ثانیہ بنالیتا ہے۔ اور اپنی ذات کو حضورﷺ کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور اس ذات سے شیر وشکر ہوجاتا ہے یہ مرتبہ فنافی الشیخ کے بعد آتا ہے۔

۷۷......فنافی الشیخ:۔ تصوف میں وہ مرتبہ جس میں مرید ہر وقت اپنے مرشد کے خیال میں ڈوبا رہتا ہے۔ یہ مرتبہ تصور کے بڑھ جانے کے بعد ہوتا ہے۔ کہ سالک کو ہر چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے۔

۷۸......فنافی الفناء (فنائے فنا):۔ یہ مرتبہ فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو کم کرے نہ اپنی ذات سے واقف رہے اور نہ ہی اپنے غیر سے واقف رہے۔ اس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں۔

۸۹......قبض:۔ تنگی، تصوف میں کسی مصلحت کی وجہ سے سالک پر واردات آنا بند ہوجاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نفس کی پریشانی پانچوں لطائف کو منتشر اور پریشان کردیتی ہے‘‘ اس کو قبض کہتے ہیں

۸۰......قرب:۔ قریب ہونا، نزدیکی، یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے۔

۸۱......قدم بوسی:۔ پاؤں چومنا

۸۲......قیاس:۔ اندازہ، جانچ، دو جملوں کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالنا۔

۸۳......کِبر:۔ بڑائی، تکبر

۸۴......کرامت:۔ وہ خلاف عادت بات جو کسی نبیﷺ کی پوری پوری تابعداری کرنے والے سے ظاہر ہو وہ کرامت ہے۔ جمع کرامات

۸۵......کشف:۔ کھلنا، ظاہر ہونا۔تصوف میں ’’موجود چیزوں کے وہ حالات جو سالک کی نظر سے ثابت ہیں خواہ ماضی حال اور مستقبل کے ہوں اس پر ظاہر ہو جائے‘‘

۸۶......کفارہ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گناہ کی سزا مقرر ہونا۔

۸۷......لطیف:۔ باریک، نازک، نرم وملائم

۸۸......لطیفہ:۔ اچھی چیز، انوکھا، عجیب، صوفیاء کے ہاں جسم میں وہ مقام اور جگہ جو ذکر کرتی ہے۔اوراس کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

۸۹......لطائف ستہ:۔ جسم کے وہ مقامات جو ذکر کرتے ہیں وہ چھ ہیں۔

۱۔لطیفہ اخفیٰ: اس کا مقام دونوں پستانوں کے برابر بالکل وسط سینہ ہے۔

۲۔لطیفہ نفس: اس لطیفہ کا مقام وسط پیشانی ہے، دونوں آنکھوں کے درمیان۔

۳۔لطیفہ قلب: اس لطیفہ کا مقام بائیں پستان کے نیچے دوانگلی کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔

۴۔لطیفہ روح: اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دوانگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے۔

۵۔لطیفہ سر: اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دوانگشت (ایک انچ) کے فاصلے پر مائل بہ وسط سینہ ہے۔

۶۔لطیفہ خفی: اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دوانگشت کے فاصلے پر مائل بہ وسط سینہ ہے۔

۹۰......محو، محویت:۔ گم ہو جانے کی کیفیت بے خبری۔فن تصوف میں ’’تقریباً وہی معنی ہیں جو فنا کے ہیں‘‘

۹۱......مراقبہ:۔ ’’رقوب‘‘ سے نکلا ہے جس کے معنی محافظت اور نگہبانی کے ہیں ۔تصوف میں مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ’’ کسی ایک مفہوم (خواہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہوں یا روح کا جسم سے بے تعلق ہونا یا اس قسم کا اور خیال ہو میں اس طرح ڈوب جائے کہ اس کے علاوہ کوئی چیز اس کے دھیان میں نہ رہے۔

۹۲......مراقبہ رویئت اللہ:۔ رویئت کا معنی دیکھنا ہے۔تصوف میں مراقبہ رویئت یہ ہے کہ’’ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تصور کرے۔(آیت) ﴿الم یعلم بانا اللہ یری﴾ (کہ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں) پر غور کرے اور اس غور کرنے پر اتنی ہمیشگی اختیار کرے کہ اس صورت کے دیکھنے پر ملکہ (مہارت وکمال) حاصل ہو جائے۔

۹۳......مراقبہ معیت:۔ (آیت)﴿و هو معکم این ما کنتم﴾ (سورہ حدید: آیت ۴) کو معنی کے ساتھ تصور کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا تصور کرے اور اسی خیال میں ڈوب جائے۔

۹۴......مراقبہ موت:۔ یہ تصور کرے کہ مجھ پر موت طاری ہو رہی ہے۔ پھر نہلانے کفنانے اور دفنانے کا تصور کرے پھر منکر نکیر کے سوالات کا تصور کرے۔غرض موت اور موت کے بعد والے احوال کا تصور کرنا۔

۹۵......مراقبہ نایافت:۔ یہ لطیفہ سری کا مراقبہ ہے جس میں لطیفہ سری کو خالی کر کے اس پر باطنی نظر کر رکھی جائے اور خدا کو تمام باتوں سے پاک تصور کرے اور جو کچھ ذہن میں آئے اس کو بھی سب سے پاک اور بے جہت اور بے کیف مانگے۔

۹۶......مرشد:۔ راہ نما، ہادی، یہاں پیر کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۹۷......ملکہ یادداشت:۔ یادرکھنے کی ماہرانہ صلاحیت اس طرح یادرکھنا کہ کبھی بھول نہ ہو۔

۹۸......مناجات:۔ سرگوشی ،دعا ،التجا،عرض وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اوراپنی عاجزی کااظہارکرکے دعامانگی جائے (دعائیں)۔

۹۹......منتھی:۔ انتہاکوپہنچاہوا،پوراکامل یہاں وہ شخص مرادہے جوسلوک کی انتہاکوپہنچاہواہو۔

۱۰۰......منحصر:۔ جس پرکوئی چیزموقوف ہو۔

۱۰۱......منصب:۔ رتبہ،عہدہ،رتبہ،خدمت

۱۰۲......منطبق:۔ برابرموافق ٹھیک ٹھیک

۱۰۳......میلان:۔ توجہ،رجحان

۱۰۴......ناکارہ:۔ بےکارفضول

۱۰۵......نزول:۔ اترنا،ٹھہرنا،تصوف میں ’’سالک کاعروج کے بعدواپس اترنا‘‘

۱۰۶......نسبت:۔ کسی چیزکی طرف منسوب ہونا۔کسی چیز سے لگاؤہونا۔صوفیاءکی اصطلاح میں ’’مقبولیت یاحضورمع اللہ کوکہتے ہیں۔

۱۰۷......نفس:۔ انسان کےاندرایک طاقت ہےجس سے وہ کسی چیزکی خواہش کرتا ہے۔اس کو نفس کہتے ہیں۔

۱۰۸......نہی:۔ روک،منع کرنا۔وہ حکم جوکسی کوکوئی کام نہ کرنے کے لیے دیں یہاں اللہ تعالی نےجن کاموں سےمنع کیاہےوہ مرادہیں۔جمع نواہی

۱۰۹......وارد:۔ آنے والا۔صوفیاءکے ہاں’’وہ حال جوذکروشغل کیوجہ سےآئے‘‘جمع واردات

۱۱۰......وجد:۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ''کسی عجیب وغریب پسندیدہ چیز کا غلبہ جوریا کاری اور مکاری سے نہ ہووجد یا حال یا جذبہ کہلاتا ہے۔'' (تربیت السالک ۔حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ)

۱۱۱......ابدال:۔ چالیس ہوتے ہیں۔بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔

۱۱۲......ابرابر:۔ اکثر نے ان ہی کوابدال کہا ہے۔

۱۱۳......اخیار:۔ پانچ سو یا سات سوہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں سیاح ہوتے ہیں۔ان کا نام حسین ہوتا ہے۔

۱۱۴......اقطاب:۔ قطب العالم ایک ہوتا ہے۔اس کوقطب العالم وقطبِ اکبر وقطب الارشاد وقطب الاقطاب وقطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اسکا نام عبداللہ ہوتا ہے۔اس کے دووزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں وزیر یمین کا نام عبدالملک وزیر یسار کا نام عبدالرب ہوتا ہے۔اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں۔سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں۔ان کوقطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کوقطب ولایت کہتے ہیں۔یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین، ہرشہر اور ہرقریہ میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔

۱۱۵......اوتاد:۔ چار ہوتے ہیں۔عالم کے چار رکن میں رہتے ہیں۔

۱۱۶......عمد:۔ چار ہوتے ہیں۔زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں سب کا نام محمدؐ ہوتا ہے۔

۱۱۷......غوث:۔ ایک ہوتا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ وہ اور ہوتا ہے اور وہ مکہ میں رہتا ہے بعض نے اسمیں بھی اختلاف کیا

ہے۔

۱۱۸......مفرداں:۔ غوث ترقی کرکے فرد ہوجاتا ہے اور فرد ترقی کرکے قطب وحدت ہوجاتا ہے۔

۱۱۹......مکتوماں:۔ مکتوم تو مکتوم ہی ہیں (یعنی پوشیدہ اور چھپے ہوئے)

۱۲۰......نجباء:۔ ستر ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں سب کا نام حسن ہے۔

۱۲۱......نقباء:۔ تین سو ہوتے ہیں ملکِ مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے۔

۱۲۲......ابرو چشم وجمال:۔ کلام والہام غیبی را گویند (کلام اور الہامِ غیبی کو کہتے ہیں)

(شریعت وطریقت) (اشرف علی تھانویؒ)

پیرومرشد

پیرومرشد اپنے اختیار سے اپنے مریدوں کی تربیت پر قدرت رکھتے ہیں (حضرت تھانویؒ)

سالک

سالک ایسی جماعت ہے جن کا ذکر ان کے نور سے پہلے ہیں۔ (حضرت ابن عطاء سکندریؒ)

سالک کو چاہئے کہ وہ اپنے میں کام لگا رہے اور بدلہ پر نظر نہ رکھے۔ (حضرت شیخ تھانویؒ)

مرید

مرید اور مراد: مرید وہ شخص ہے جس کو مجاہدہ وریاضیت کی مشقتوں میں ڈالا جاتا ہے ۔اور مراد وہ شخص کہلاتا ہے جو بغیر کسی مشقت وریاضت اپنے مقصد تک پہنچ جائے پس مرید مشقت میں ڈال دیا جاتا ہے جبکہ مراد کے ساتھ مہربانی کی جاتی ہے (رسالہ قشیریہ بحوالہ، اماثل الاقوال)

مرید شروع کرنے والا ہوتا ہے جبکہ مراد انتھا کو پہنچنے والا ہے

(رسالہ قشیریہ بحوالہ، اماثل الاقول)

☆

سوال کیا گیا کہ مرید کو کس حالت میں ہونا چاہئے؟ فرمایا کہ مرید کو ایسی حالت میں ہونا چاہئے جیسے تبوک سے پیچھے رہنے والوں کے متعلق اللہ نے فرمایا جن پر زمین پانی وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی، اوران پران کے نفس تنگ ہو گئے تھے۔

(حضرت ابوالحسن بن الصائغ، وفات ۳۳۰ھ)

یعنی آخرت کی ہیبت نا کیوں کی وجہ سے اسے آرام نہ ہو۔ کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حالت پر توجہ اور مہربانی نہ فرماتے تو وہ کبھی مرید نہ ہوتا۔ کیوں کہ عالم میں اللہ کے ارادے کے خلاف کوئی چیز واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہر مرید مراد ہے کیونکہ اللہ اسے مراد بناتے ہیں۔ تو اسی کی توفیق اسے دیتے ہیں۔ جس سے وہ مرید بنتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

مرید کے آگے نکلنے کی علامت یہ ہے۔ کہ اپنے شیخ کو مشقت میں نہ ڈالے۔ اپنی تربیت کے دوران اپنے مرشد کی بات ماننے والا اور اپنے مرشد کے اشارے پر تابعدار رہنے والا ہو۔ (حضرت شیخ احمد رفاعیؒ وفات ۵۷۰ھ)

مرید کے لیے یہ مناسب ہے کہ اپنے تمام اقوال وافعال کی تلاش میں لگا رہے اور اپنے نفس کو ایسے نہ چھوڑے۔ (حضرت مولانا کرامت علیؒ وفات ۱۲۹۰ھ)

مرید کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اتنا علم حاصل کرے۔ جتنا اس پر فرائض ونوافل ادا کرنے کے لیے واجب ہو۔ اور وضاحت و بلاغت میں مشغول نہ ہوجائے۔ اس لئے کہ یہ اسے اپنے مراد سے غافل کرتے ہیں۔ بلکہ اسے چاہئے کہ عمل کے لیے نیک لوگوں کے حالات تلاش کرے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرے۔ (حضرت شیخ ابراہیم سوتیؒ)

مرید کے دل پر انوارت کی بارش مرید کی صدق ومحبت ہے (شیخ داؤد کبیرؒ)

یعنی جتنی مخلص محبت وہ اپنے شیخ سے رکھے گا اتنے ہی انوار وبرکات اسے حاصل ہونگی

(اماثل) ایک مرید جسے آپ کے راز وحقائق کے سمجھنے کی صلاحیت ہو۔ وہ ایسے ہزار ہا مریدوں

سے بہتر ہے جو یہ صلاحیت نہ رکھتے ہوں (شیخ ابوالحسن شاذلیؒ)

اللہ تعالیٰ کو دل سے یاد کرنا مریدوں کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور آفتیں جوان پر آرہی ہوں۔ وہ دور کرتی ہے اور جو بلا انسان کے نزدیک آجائے۔ جب وہ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ سب بلائیں اور آفتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔

تشریح: مجذوب ایک ایسی جماعت ہے جن کے نوران کے ذکر واذکار سے آگے ہیں۔ یعنی وہ پہلے ذکر و شغل نہیں کرتے بلکہ اول ان کے دلوں کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ پس وہ ذاکرین ہو جاتے ہیں۔ (اکمال الشیم)

جذب سلوک سے زیادہ اور جلدی نفع دینے والی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ایک جذبہ عطا کیا جاتا ہے۔ جو انسان کو تمام جنات و انسانوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

(حضرت ابوالقاسم بن ابراہیمؒ وفات ۳۶۹ھ)

مجذوب

ایک خاص اجازت کے بغیر کسی کی تربیت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تربیت کی شان یہ ہے کہ مرید ایک مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ تو یہ (مجذوب) بھی اسی مقام پر کھڑا رہتا ہے۔ پس سالک وقت کے مطابق اپنے حالات پر غالب رہتا ہے۔ اور مجذوب حالات کا تابع ہوتا ہے۔

(حضرت شیخ تھانویؒ)

سالک کے لیے اپنے حالات اور واردات اپنے شیخ اور مرشد کے علاوہ کسی اور سے بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ اس کے دل میں اثر کم کر دیتا ہے۔ (حضرت ابن عطاء اسکندری ۷۰۹ھ)

بعض سالکین کیلئے انوار و برکات کا ظاہر ہونا مناسب ہے۔ (حضرت شیخ تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ کی عادت سالکین کے طرائق سے مختلف ہے۔ بہت سے لوگوں کے لیے اول

مجاہدوں کی توفیق دی جاتی ہے۔ پھر مختلف تکالیف کے بعد مقصد تک پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو پہلے سے ہی بڑے درجات ومقاصد دکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں مجاہدے والے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (قشیریہ وفات ۴۲۰ھ)

عارف

عارف وہ شخص ہے جس کی خوراک بیماروں جیسی ہو، اس کا سونا سانپ کے ڈسے جیسا ہوتا ہے۔ اور اس کا عیش، پانی میں غرق ہوا ہو۔ (حضرت سری سقطی ۲۰ھ) عارف وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ (حضرت یحییٰ معاذؒ)

عارف وہ شخص ہے جو عشق کی راہ میں قدم رکھتا ہے اور اللہ کے سوا دوسری طرف نظر نہیں کرتا۔ (حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

عارف وہ شخص ہے جس کی عشق کی ندی کو کوئی خراب نہ کر سکے۔ اور جو گندگی اسے پہنچتی ہے وہ بھی صاف ہو جاتی ہے۔ عارف نیند میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے موافقت نہیں کرتا۔ اور اللہ کے علاوہ کسی سے اپنا راز بیان نہیں کرتا۔

(حضرت بایزید بسطامیؒ سن ۲۶۱ھ)

عارف وہ شخص کہلاتا ہے جو کبھی تو مکھی کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتا اور کبھی تو زمین و آسمان کو ایک پلک میں اٹھالیتا ہے۔ (حضرت ابوبکر شبلیؒ)

عارف اونچی اڑان بھرتا ہے اور زاہد سیر کرنے والا ہوتا ہے۔ تو اسے اللہ نظر آتا ہے۔

(حضرت ابومحمد رویمؒ)

عارف دنیا میں دوسروں کیلئے ہے۔ اپنے لئے نہیں اور دوسرے لوگ عارف کے لئے ہوتے ہیں۔ دوسروں کے لئے نہیں۔ (حضرت شیخ داؤد کبیرؒ)

تشریح: اللہ جل شانہ عارف کے دل میں خدمت خلق جذبہ پیدا فرماتے ہیں۔ یہ ہمیشہ

اس کی فکر میں ہوتا ہے۔اور یہاں مخلوق کے دلوں میں عارف کی خدمت اورتابعداری کا جذبہ پیدا فرماتے ہیں۔ (اماثل)

عارف وہ شخص ہے جس کی بے قراری کبھی ختم نہیں ہوتی اوراللہ تعالیٰ کے سوا اسے کبھی آرام نہیں ملتا۔ (حضرت ابن عطاء اسکندریؒ)

عارف آفتاب (سورج) جیسی صفات والا ہوتا ہے جو سب میں روشن ہوتا ہے ۔(حضرت سری سقطیؒ)

عارف وہ ہے جو اپنا قلب (دل) اللہ تعالی کوسونپ دیتا ہے۔اور بدن کولوگوں کی خدمت میں مشغول کرلیتا ہے۔ (حضرت داؤدکبیرؒ)

عارفین کے لئے عبادت کی بس اتنی حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی شروع کرنیوالوں کوحاصل نہیں۔کیونکہ ان کا مقام عبادات سے ہی جڑا ہے اوران کی ترقی شریعت اور احکام کوپورا کرنے پرموقوف ہے۔عبادات کا بدلہ اورفوائد جوعوام کوکل قیامت کے دن امید ہے، عارفین کو یہ جزا آج حاصل ہے۔پس یہی لوگ عبادت کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔اوران کو شریعت کی زیادہ حاجت ہے۔ (حضرت مجددالف ثانیؒ)

سب سے زیادہ عارف اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جوسب سے زیادہ حیران وپریشان ہو(ایک بزرگ کا قول)بسط (اللہ تعالی کی طرف دل کا متوجہ ہونا) کی حالت میں عارفین قبض (قلب کا اللہ کی طرف متوجہ نہ ہونا) کی نسبت زیادہ خوفزدہ ہوتے ہیں۔بسط کی حالت میں چند لوگ ہی ادب کے حدود میں قائم رہ سکتے ہیں۔ (اسکندریؒ)

بسط

تشریح:۔بسط کی حالت چونکہ نفس کی خواہش کے موافق ہے۔عارفین کوقبض کی نسبت اس حالت

میں خوف ہوتا ہے۔کہ نفس اپنی خواہشات کے مطابق کرامات دکھانا نہ شروع کرے۔اور دعوی نہ کرنے لگے۔اور زبان سے ایسی باتیں نہ نکلنی شروع ہوں جو بارگاہ عالی کے خلاف ہو۔اسی وجہ سے شیخ فرماتے ہیں۔کہ برخلاف قبض کے بہت کم لوگ بسط کی حالت میں ادب کے حدود پر قائم رہتے ہیں۔وہ حالت چونکہ نفس کے خلاف ہے۔اس لیےاس میں عجز وانکسار وعبدیت قائم رہتی ہے۔اوراپنے آپکوقہرحق وغلبہ حق کے مغلوب ہونے کا مشاہدہ رہتا ہے۔

(اکمال ایشم۔ص،۲۲۰)

انوار کے ظاہر ہونے کی جگہیں عارفین کے قلوب اور راز ہیں۔(حضرت شیخ ابن عطاء)

تین چیزیں بہت ہی محبوب ہیں۔ایک وہ عالم جس کا علم وعمل ایک جیسے ہوں۔دوسرے مرید بغیر طمع کا تیسرے وہ عارف جواللہ تعالیٰ کی صفات بے کیفیتی میں بیان کرے۔(حیریؒ) عارفین کا نور مریدین کے اخلاص سے کئی زیادہ ہوتا ہے۔

تشریح:اس ریا سے شرعی ریا نہیں۔بلکہ لغوی رِیا مراد ہے۔یعنی اپنا عمل اپنے مریدین کے فائدے کے لئے ان کو دکھانا ہوتا ہے۔اوران پر ظاہر کرنا ہوتا ہے۔اور جب ذاتی نفع کے ساتھ ساتھ دوسروں کونفع پہنچانا یکجا ہوجائے تو ظاہر ہے کہ یہ نفع ذاتی نفع سے کئی زیادہ ہوتا ہے۔

(اماثل الاقوال،ص۔۳۰)

لوگ اللہ جل شانہٗ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور عارفین کے نزدیک عذاب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کٹ کررہ جائے۔(حضرت ذوالنون مصریؒ) کوئی بھی چیز عارف کو گمراہ نہیں کرسکتی بلکہ ہر چیز عارف کے ساتھ روشن ہوتی ہے۔

(حضرت یوسف ابن الحسینؒ)

جو جتنا بڑا عارف ہوتا ہے اتنا ہی بڑا متقی ہوتا ہے۔ (حضرت احمد بن عاصمؒ)

عارف پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جومخفی علوم اسکوعطا کی ہیں انہیں وہ مخفی ہی رہنے

دیں۔اورعوام کے سامنے وہ (علوم) ظاہر نہ کرے۔(حضرت شیخ ابن عربی)

عارفین میں ایک حال ہوتا ہے۔جس وقت یہ حال پیدا ہو جائے تو یہ ایک قدم میں عرش سے گزر جاتے ہیں۔اور حجاب عظمت تک پہنچ جاتے ہیں۔اور اسی جگہ سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں۔اور دوسرے قدم میں مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

(حضرت چشتیؒ)

زہد

زہد اللہ تعالی کی پناہ میں آجانا ہوتا ہے۔اور درویش سے دوستی کرنا ہوتا ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مبارکؒ)

زہد اصل میں اللہ تعالی سے راضی ہونا ہے چاہے جو بھی ہو۔

(حضرت عیاضؒ)

زہد کی نشانی یہ ہے کہ کوئی آپ کو تین درہم کا کمبل دے اور آپ کے دل میں پانچ درھم کمبل لینے کی خواہش پیدا نہ ہو۔ (حضرت ابوسلمان دارانیؒ)

زہد دنیا کو ترک کرنا ہے۔اگر ہو سکے تو ایثار اختیار کرو۔ (حضرت محمد بن فضلؒ)

زہد دنیا کو کمتر جاننا۔اور اس کے اثرات کو قلب سے مٹانا ہوتا ہے۔ (حضرت ابورویمؒ)

زہد وہ ہے جو زاہد پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہ ہو۔ (حضرت مسروقؒ)

زہد کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے بندہ کا ہاتھ خالی ہو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔

(حضرت جنید بغدادیؒ وفات ۲۹۷ھ)

زہد کی مشقت بدن پر ہوتی ہے۔اور معرفت کی مشقت دل پر ہوتی ہے۔کیونکہ زہد کا مجاہدہ عام لوگ محسوس کرتے ہیں۔اور معرفت کا مجاہدہ وہ محسوس نہیں کرتے،حالانکہ یہ بہت سخت ہوتا ہے۔

(حضرت عبدالخالق دینوریؒ)

☆

زہد حقیقت میں یہ ہے کہ مال کی طرف توجہ نہ ہو۔ نہ یہ کہ خود اس کے پاس مال نہ ہو۔

(حضرت خواصؒ)

زہد حکمت کو دعوت دیتا ہے۔ اور حکمت سے آخرت کی کھیتی میں پھل پھول لگتے ہیں۔

(حضرت ذوالنون مصریؒ)

زہد تین حروف کا مجموعہ ہے۔ ز۔ہ۔د ''ز'' سے مراد زینت چھوڑنا ''ہ'' سے خواہشات ترک کرنا اور ''د'' سے مراد دنیا ترک کرنا۔ (حضرت معاذ الرازیؒ) زہد سے مراد نفس کا مطمئن ہو جانا ہے کسی بھی طلب یا خواہش سے، اور اس چیز سے قناعت اختیار کرنا جو چیز بھوک دور کرے، اور ستر عورت پر راضی ہونا ہے۔ (حضرت سری سقطیؒ)

ٹاٹ کے کپڑے پہننا اور جو کھانا زہد نہیں بلکہ دنیا میں دل نہ لگانا اور طول امل کو مختصر کرنا ہے۔

(حضرت سفیان ثوریؒ)

بندوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا زہد میں داخل ہے۔ (حضرت تشریؒ)

زاہد وہ شخص ہے جو کچھ حاصل نہ کرے اور نہ کسی چیز کے حاصل ہونے میں خوشی محسوس کرے اور کوشش لازم پکڑے۔ (حضرت ابوبکر کتانیؒ)

زاہد وہ شخص ہے جو دنیا کو زوال کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تاکہ اس کی آنکھوں میں دنیا کی عظمت باقی نہ رہے۔ اور اپنے قلب کو آسانیوں سے جدا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

(حضرت عبداللہ جلا، ۳۰۶ھ)

زاہدین میں سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد کرتا ہے۔ اور ہمیشہ موت کی تیاری میں لگا رہے۔ (حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ، ۶۱۷ھ)

ولی

ولی ہمیشہ اپنے حالات کو پوشیدہ رکھنے میں مشغول ہوتا ہے۔ مگر کائنات اس کی ولایت

پر شہادت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ولایت ظاہر ہوتی ہے۔

(حضرت حامد ترمذیؒ)

ولی نہ تو ظاہرداری کرتا ہے اور نہ نفاق اور یہ عادات جس کسی میں پیدا ہوں۔ اس کے دوست بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ (حضرت یحییٰ بن معاذؒ) ولی کی دو عادتیں ہوتی ہے۔ وہ ریا نہیں کرتا اور نہ نفاق (حضرت معاذ) اولیاء اللہ کی قدرشناسی وہ شخص ہی کرسکتا ہے۔ جو خود اللہ تعالی کے نزدیک قدروالا ہو۔ (حضرت ابوالحسین بن صاحبانؒ)

جب انسان کا دل اللہ تعالیٰ سے (معاذ اللہ) مڑ جائے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اولیاء اللہ کے ساتھ بدی اور دشمنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (حضرت ابوتراب بخشیؒ، ۲۴۸ھ)

جو اولیاء اللہ کی خدمت میں بے ادبی کرے وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

(حضرت احمد بن عطار ۳۶۹ھ)

ابدال

جو ابدال ہو جاتا ہے۔ اس کا اوڑھنا بچھونا خاموشی، تنہائی اور راتوں کا اٹھنا ہو جاتا ہے۔

(حضرت سہیل تقدیؒ)

بزرگ

اللہ کے ولی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا دور ہونا بزرگوں کی توجہ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ انکی باتیں دوا ہے اور انکی نظر صحت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دوست بدبخت نہیں ہوتے اور یہی لوگ اللہ جل شانہٗ کے دوست ہیں۔ انکے ذریعے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کے ذریعے مخلوقات کو رزق دیا جاتا ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

ابدال وہ ہیں جو ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتے اور نہ سوتے ہیں۔ (امام غزالیؒ)

اگر ابدال نہ ہوں تو زمین اپنے اوپر رہنے والوں کو غرق کر دیتی (بصریؒ)

صادق

صادق (سچا) ایک دن میں چالیس حالتیں تبدیل کرتا ہے۔ جبکہ ریا کار چالیس سال تک ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔ (حضرت جنید بغدادیؒ)

دن رات میں ایک مرتبہ کھانا صادقین کا طریقہ ہے (حضرت سہیل تستریؒ)

صدق کی دو علامات ہیں۔ ایک تنہائی کو دوست رکھنا اور دوسرا اللہ کی عبادت کو مخفی رکھنا۔

(حضرت یوسف ابن الحسینؒ)

صدق یہ ہے کہ نفس کے مطالبے سے پاک رہے۔ (یعنی اپنے عمل میں نفسانی خواہشات اور نفس کی تابعداری سے منع رہے) (حضرت ابو علیؒ فاروق ۴۰۵ھ)

مصیبت پر صبر کرنا صدیقین کا درجہ ہے۔ (حضرت امام غزالیؒ)

درویش

درویش زمین پر اللہ تعالیٰ کے امانت دار ہیں اور لوگوں کے لئے اللہ کی محبت ہیں۔ ان کی برکت وعظمت سے دنیا کی بلائیں اور بلّیات دور ہوتی ہیں۔ جس درویش نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی، اگر چہ اس نے کوئی بڑا عمل نہ کیا ہو مگر اس کا درجہ ایک مجتھد عابد سے کہیں زیادہ ہے۔

(حضرت عبداللہ مغربیؒ)

درویش کے لئے اس کی ہر سانس آخری سانس ہوتی ہے۔ (حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ ۷۱۵ھ)

درویش کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ اس کی نظر لوگوں کے عیوب پر نہیں ہوتی۔

(حضرت شیخ احمد رفاعیؒ)

بغیر کھائے رات درویش کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔ (حضرت شاہ غلام علیؒ)

جو شخص ،درویش کی صحبت چھوڑ کر امراء کی صحبت اختیار کرے اللہ جل شانہٗ اس کے دل کو مردہ اور نابینا کر دیتا ہے۔ (حضرت عثمان مغربیؒ)

درویش اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے شیخ سے تکالیف نہ اٹھائے کیونکہ جو شخص اپنا بوجھ اپنے شیخ پر ڈالتا ہے وہ بے ادب ہے۔(خواصؒ) میری امت کے درویش ،مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے (حدیث از کیمیا)

جب تک درویش کم خوراک ،کم نینداور کم باتیں نہ کریں اور لوگوں سے اختلاط نہ چھوڑے تو مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ (حضرت بختیار کا کیؒ،۶۳۴ھ)

جس درویش کو یہ معلوم نہ ہو کہ میری حالت میں کوئی کمی یا زیادتی ہوئی یا نہیں وہ درویش نہیں۔

(حضرت ابو مدین مغربیؒ ۵۸۰ھ)

ہم نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی مخلص اور سچے درویش پر اعتراض کرے۔اوران سے بدگمان ہوں تو ہمیشہ اسکا خاتمہ برااور وہ بدترین موت مرتا ہے۔(حضرت شیخ عبداللہ قرشی)

صابر درویش کوفضیلت حاصل ہے یا شکر گزار مالدار کو؟ فرمایا صابر درویش کیونکہ مالدار کی توجہ پیسے کی طرف ہوتی ہے۔جبکہ درویش کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔

(حضرت جعفر صادقؒ)

درویش اس چیز کا نام ہے۔کہ زندگی ایک جہت میں گزاری جائے۔ بنی کریمؐ کی تابعداری کمال درجہ کی ہو۔(اللہ) اورحق کی طرف دیکھنا اتنا مضبوط ہو کہ صاحب شرع کوظاہری اعمال پر انکار نہ ہو۔اور فرشتوں کو باطن کی خبر نہ ہو۔ بدن بنی کریم ﷺ کا تابع ،اور آنکھ حق کو دیکھتی ہو۔درویشی ہے۔ (حضرت علام علیؒ وفات،۱۱۰۸ھ)

درویشوں سے چیز مہنگے داموں لے لیا کروتا کہ وہ خوش رہیں۔ (کیمیائے سعادت)

فقیر

فقیر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ مشغول نہ ہو۔(شبلیؒ)

فقیر کا ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے۔یعنی وہ غیر اللہ سے امید نہیں رکھتا۔اور اللہ کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

فقیر اللہ کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور سب چیزیں اس کی محتاج ہوتی ہیں۔

(حضرت سمنون محبؒ، ۳۹۸ھ)

فقیر سے دوستی رکھنا بہت مشکل ہے لیکن صدیقین کے لیے بہت آسان ہے۔

(بغدادیؒ)

فقیر کو اللہ سے محبت ہوتی ہے۔اور غیر اللہ سے وحشت ہوتی ہے۔ (عبدالقادر جیلانیؒ)

فقیر وہ شخص ہے جسے کسی چیز کی حاجت ہو اور وہ چیز اس کے پاس نہ ہو۔اور نہ اس کے اختیار میں ہو۔ (حضرت امام غزالیؒ)

فقیر کو چاہیئے کہ جو دن کو ملے وہ رات کے لئے نہ چھوڑے اور جو رات کو ملے وہ دن کے لئے نہ چھوڑے، بلکہ دن اور رات کی ساری آمدنی اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔فقیر کی پہلی نسبت یہی ہے۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

فقیر کا راستہ صرف اسی میں ہے۔کہ فقیر شریعت پر پوری طرح ثابت قدم اور کامل مجذوب رہے۔مصائب وتکالیف سے منہ نہ پھیرے۔جیسے اونٹ کانٹے کھاتا ہے۔اور بوجھ لادے ہوئے سفر طے کرتا ہے (حضرت سلطان باہوؒ)

جو بندہ اللہ کا طالب ہو اور اللہ کو پہنچا ہوا ہو شاید اس سے ایک خلاف شرع کام سرزد ہو جائے۔اور کچھ وقت شریعت سے باہر قدم نکالے، مگر فقیر کوئی خلاف شرع کام نہیں کرتا۔اور نہ سنت نبویﷺ کو چھوڑ سکتا ہے۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

☆

لفظ فقیر میں ''ف'' سے مراد فاقہ، ''ق'' سے مراد قناعت، ''ی'' سے مراد یادالٰہی اور ''ر'' سے مراد ریاضت (محنت) ہے۔ (حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ)

زندگی کے کچھ شب وروز فقیروں کے ساتھ گزارنے چاہیے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اے جماعت فقیر! آپ کو لوگ اللہ کے نام سے جانتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے تمہاری عزت کرتے ہیں۔ تو آپ اس چیز کا خیال رکھیں۔ اور جب آپ خلوت میں اللہ کے سامنے جائیں۔ تو سمجھ لیں کہ آپ کا معاملہ اس سے کیا ہونا چاہیے؟ (حضرت بغدادیؒ)

ہم نے فقیری مانگی تو خو بخود غناء (امارت) ہمارے سامنے آگئی اور لوگوں نے غناء مانگی تو فقیری (محتاجی) ان کے سامنے آگئی۔ (حضرت ابراہیم بن ادہمؒ)

سوال کیا گیا کہ فقیر کو آرام کس وقت ملتا ہے؟ فرمایا کہ فقیر اس وقت آرام میں ہوتا ہے جب اسے معلوم ہو جائے کہ جو وقت مجھ پہ گزر رہا ہے۔ بس یہی وقت ہے (تستریؒ) فقیر کو اپنے گزرے ہوئے اور آنے والے زمانے کی فکر نہیں ہوتی بلکہ موجودہ یعنی حال کی فکر ہوتی ہے۔ کہ اسے اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ (ایک بزرگ) فقیر وہ ہے جو اللہ تعالی کے سوا ہر چیز سے مستغنی و بے پرواہ ہو

(حضرت شیخ جیلانیؒ)

مجاہدہ

مجاہدہ نفسانی خواہشات کی مخالفت میں ہوتا ہے۔ اور علم ومعرفت چیزوں کو سمجھنے اور دیکھنے میں ہے۔ (حضرت سہیل تستریؒ)

مجاہدہ میں اپنی کوششوں کے ساتھ اللہ تعالی پر نظر رکھنی چاہیے۔ نہ کہ اپنے اعمال پر۔

(حضرت بایزید بسطامیؒ)

مجاہدے سے انسانی اسباب اور طبائع ختم نہیں ہوتے بلکہ مجاہدہ سے یہ سب مغلوب ہوتی ہیں۔ (حضرت شیخ تھانویؒ)

☆

سلوک کے فن میں اصل مجاہدہ گناہوں کا ترک کرنا ہے۔خواہ کتنی ہی نفس کی خواہش ہو مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔ (حضرت شیخ تھانویؒ)

عابد

جو اول وقت میں فرائض ادا کرے وہ عابد ہے۔(حضرت ابوعبداللہ جلاؒ،۳۰۶ھ)

ایک عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کرسکتا کہ وہ ایسے اعمال اختیار کرے جس سے وہ اولیاء اللہ کی نظر میں محبوب بن جائے۔ (حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ)

طریقت

طریقت انسان کے نفس کی پاکی اور نفس کی خرابی درست کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اور نفس کی فساد ہر ملک اور ہر زمانہ میں بدلتی رہتی ہے۔چنانچہ طریقت اس زمانہ کے لوگوں کی نفس کی خرابی کو درست کرنے کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ (حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ ۱۲۹۰ھ)

طریقت میں من جملہ چار چیزیں ہیں۔اول اللہ تعالی کی محبت، دوم دنیا سے بغض، سوم قرآن شریف کی تابعداری، چہارم حالت بدلنے کا خوف (حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ ۱۲۹۰ھ)

طریقت میں من جملہ چار چیزیں ہیں۔اول اللہ تعالیٰ کی محبت، دوم دنیا سے بغض، سوم قرآن شریف کی تابعداری، چہارم حالت بدلنے کا خوف۔

(حضرت ذوالنون مصریؒ وفات ۲۴۵ھ)

عمل زیادہ کرنا اور اپنے عمل کو ناقابل اور کم سمجھنا طریقت کا فرض ہے۔

(حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ وفات ۷۹۱ھ)

طریقت کی حقیقت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے متوقع حاصل شدہ درجات کے اعتبار سے غریب ہوں اور یہ کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالی کے طالب ہوں۔اور جب آپ سمجھنے لگے کہ مقام تک پہنچ گیا۔تو نہیں

پہنچے، اور جب آپ کا گمان ہو کہ آپ کامیاب ہوگئے تو سمجھ لیں کہ آپ کامیاب نہیں ہوئے۔اور جب آپ گمان کرنے لگے کہ آپ نے ایک حال پیدا کیا تو سمجھ لو کچھ حاصل نہیں ہوا۔

شیخ کی صحبت

کامل ومکمل شیخ کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ان کی نظر دوا اور ان کی باتیں صحت ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اللہ تعالیٰ کی عادت ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔کہ اپنے بندوں کو مرشد کے ذریعے ہدایت دیتے ہیں۔اور جس کو گمراہ کرنا چاہے اسے مرشد نہیں ملتا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔(ومن یضلل فلن تجدلہ ولیاً مرشداً) مرشد کا ہونا طالب کے لیے بہت ضروری ہے۔

عالم کا سلوک (اللہ تعالیٰ کی قربت مانگنا) اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک کسی نیک دوست یا نصیحت کرنے والے شیخ کی صحبت میں نہ رہے۔

(حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ)

ایک شخص اگر تمام علوم جمع کرے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے۔پھر بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں جیسے درجات حاصل نہیں کرسکتا جب تک ایک کامل شیخ یا امام یا اصلاح کرنے والے مہربان کی تربیت میں نہ رہا ہو۔اور مجاہدہ نہ کرے۔

(حضرت عبدالوہاب ثقفیؒ)

شیخ مرید کے لیے حکیم جیسے ہیں۔جو مریض حکیم کی بات پر عمل نہیں کرتا اسے صحت حاصل نہیں ہوتی۔ (حضرت شیخ ابراہیم سوتیؒ)

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ خاص فائدہ زندوں سے حاصل ہوتا ہے۔(ایک بزرگ کا قول ہے)

اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرز پہ جاری ہے کہ باطنی فائدے زندہ لوگوں سے حاصل کیئے

جائیں (صراط مستقیم)

اس شخص کی صحبت میں رہو جس سے وہ راز مخفی نہ رکھو جس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہو۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ وفات ۲۴۵ھ)

یہ مطالبہ مت کرو کہ تم شیخ کے دل میں رہو بلکہ اپنے دل سے یہ مطالبہ کرو کہ شیخ تمہارے دل میں رہتا ہے، جس قدر تم اپنے شیخ کو دل میں جگہ دیتے ہو۔ شیخ بھی اتنی ہی جگہ اپنے دل میں تمہارے لیے رکھے گا۔ (حضرت ابوالعباس مرعشیؒ وفات ٦٨٦ھ)

پیرومرشد کی صحبت اور تعلیم سے حیوانی اور شہوانی قوت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور ملکوتی (فرشتوں کی) قوت غالب آجاتی ہے، جس سے دل میں اخلاص پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ اخلاص شریعت کی تابعداری کو نرم اور آسان بنا دیتی ہے، اور شریعت کی تابعداری سے اللہ کی رضا کی پوری امید ہے، اور جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گویا ہر شے حاصل ہو گئی۔ (ایک یادداشت)

تم اپنے شیخ سے تب تک پورا نفع حاصل نہیں کر سکتے جب تک تمہارا اعتماد اپنے شیخ کے متعلق سب سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (حضرت ابن مسافرؒ ۵۵۸ھ)

سمجھ جاؤ کہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے اور پیر اللہ جل شانہٗ کے دربار تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

(حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اگر کسی شیخ کی صحبت سے دنیا سے لاتعلقی بڑھتی ہے اور آخرت کی طرف میلان پیدا ہو رہا ہو تو یہ شیخ کامل ہے۔ اور اگر وہ مکار ہو تو ظاہری مشابہت کے سبب دل میں کچھ انوار پیدا ہونگے لیکن آگے پھر تاریکی ہوگی۔ (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ)

شیخ کی مثال طبیب جیسی ہے۔ اور مرید کی حالت ستر جیسی ہے اور علاج کی ضرورت کے تحت طبیب کے سامنے ستر کھولنا پڑتا ہے۔ (حضرت شیخ مرعشیؒ)

شیخ کی محبت بہت اچھی چیز ہے۔ بڑے بڑے مجاہدوں کے کام شیخ کی محبت سے ہو جاتے ہیں۔

(حضرت شیخ تھانویؒ وفات ۱۳۶۲ھ)

سلوک

سلوک کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جاننا کہ اس کا طریقہ شرعی احکامات کی جگہ پر لانا اور ذکر پر ہمیشگی ہو۔ (حضرت مولانا تھانویؒ)

سیر اور سلوک کا مقصد اخلاص کا مقام حاصل کرنا ہے۔ جو کہ دنیاوی اور نفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص، حقیقت و طریقت تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل کے لئے شریعت کے خادمین ہیں۔ اصل مقصود یہی ہے لیکن ہر کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی ہر ایک سمجھ اس حقیقت کو نہیں پہنچ سکتی۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

سلوک کے منازل طے کرنے کا حقیقی مقصد ایمان کا حاصل کرنا ہے۔ کہ یہ نفس مطمیئنہ سے جڑا ہوا ہے۔ جب تک نفس مطمئین نہ ہو۔ تب تک نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور نفس اطمینان کے درجہ تک پہنچ نہیں سکتا، جب تک اس پر قلب کی سیاست غالب نہیں آجاتی۔ اور قلب کی سیاست اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب قلب اس کام سے جو اس کے سامنے ہو فارغ نہ ہو جائے اور حق کے علاوہ کسی اور چیز کی سلامتی حاصل نہ کرے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبندیؒ سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تھوڑا جاننا چاہتے ہو یا تفصیل ہو جائے۔ اور دلیلی کشفی سے بدل جائے اور یہ نہیں فرمایا کہ شرعی معارف سے زیادہ معرفت (یعنی جاننا) حاصل کی جائے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

سیر وسلوک اور نفس کی پاکی اور قلب کی پاکی سے مقصود یہ ہے کہ باطنی آفتیں اور قلب کے امراض جس کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔ (فی قلوبھم مرض) وہ ختم ہو جائے اور ایمان کی حقیقت حاصل ہو۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

جن کا سلوک شروع میں وظائف سے روشن ہوان کا سلوک آخر میں بھی انوارات ومعارف سے روشن ہوتا ہے۔ (حضرت ابن عطاء)

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سلوک کا اصل مقصد ہے۔اور اللہ کی رضا مندی شریعت کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے۔یعنی اسکے احکامات پر عمل کرنا اور جو کام شریعت نے منع کیا ہوان سے منع ہونا ۔شریعت کی تابعداری میں اخلاص کا ہونا سب سے بڑی شرط ہے۔اور یہ چیز پیر کے ذریعے بہت جلد حاصل ہوتی ہے۔ (ایک یادداشت)

سلوک کے فن میں اصل مجاہدہ گناہوں کا ترک کرنا ہے،خواہ نفس کتنا ہی تقاضا کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بندہ نہ جائے۔(ایک بزرگ) سالک کو چاہیے کہ پہلے دنیا کو پھر مافیھا کو پھر اپنے نفس کو طلاق دے۔اس کے بعد سلوک کا راستہ اختیار کرے ورنہ جھوٹا ہے۔

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

صوفیائے طریقت کے سلوک کا مقصد یہ نہیں کہ غیبی صورتیں اور شکلیں دیکھی جائیں۔ اور بہت سے رنگ اور انوار کا معائنہ کیا جائے۔یہ بات صرف عام سی بات میں شامل ہے۔کیا محسوس ہونے والی صورتیں اور شکلیں کم ہیں۔جو یہ چھوڑ دے اور محنت ومجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی آرزو کرے یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنے کی علامات ہیں۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

صوفی

صوفی وہ شخص ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ سے صاف ہو۔ (حضرت بشر حافیؒ)

صوفی وہ شخص ہے جو گندگی سے پاک ہو اور فکر سے بھرپور ہو۔ (حضرت سہیل تستریؒ)

صوفی وہ شخص ہے جس کی روح انسانی گندگی سے آزاد ہو۔نفس کی آفت سے پاک ہو اور خواہشات سے پاک ہو۔صوفی وہ ہے جو نہ تو کسی کے قید میں ہو۔اور نہ کوئی اس کے قید میں ہو،صوفیاء ماسواء

اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوقات سے بھاگے ہوئے ہیں۔نہ تو مالک ہیں۔اور نہ قبضہ کرنے والے ہیں۔

(حضرت ابوالحسن نوریؒ)

صوفی اس وقت صوفی ہوگا جب تمام جہان کو اپنی اولاد سمجھے صوفی وہ ہے جو لوگوں سے کٹا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یکجا ہو۔ (حضرت ابوبکر شبلیؒ)

صوفی وہ ہے جو تمام برائیوں سے پاک ہو اور تمام عطا کردہ چیزوں سے غائب ہو، سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ وہ عزت کے بعد خوار ہو اور مالداری کے بعد درویش ہو اور ظاہر ہونے کے بعد مخفی ہو جائے۔ (حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ)

صوفی وہ شخص ہے جن کا وجد (بے خودی) اس کا وجود ہوتا ہے۔اور اس کی صفتیں اس کا پردہ ہوتا ہے۔یعنی **من عرف نفسه فقد عرف ربه** (حضرت ابوالحسن مصریؒ)

صوفی وہ ہے جو پاک ہو۔پاکی یہ ہے کہ نفس کی آفتوں اور بدی کی باتوں سے اپنے آپ کو صاف کرے۔ (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ)

صوفی وہ ہے جو دنیا و آخرت کو چھوڑتا ہے۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔اور اللہ کے غیر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ)

صوفی کی حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ ایک فقیہ ہے اور جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور کچھ نہیں کیا پس اللہ جل شانہٗ نے اسی وجہ سے اسے شریعت کے پوشیدہ راز اور عمیق مسائل کی سمجھ دے دی۔ (حضرت امام شعرانیؒ)

تمام مخلوقات سے ظاہر کے بابت پوچھا جائے گا جبکہ صوفی سے باطن کے بابت پوچھا جائے گا۔ (حضرت ابومحمد رویمؒ)

صوفی ابن الوقت ہوتا ہے اور ابن الوقت کے معنی ہے کہ وقت کے حقوق پورے ادا ہوں گئے ہوئے ماہ وسال کا بدلہ نہیں اور موجودہ عمر قیمتی ہے۔ (ایک بزرگ)

☆

صوفی وہ ہے کہ جب بات کرے تو حقیقت بیان کرے۔اور جب خاموش ہو تو اندام سے ترکِ تعلق اور قطع ظاہر اور محسوس ہو۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ)

صوفی وہ شخص ہے جو رسم ورواج کا پابند نہیں ہوتا۔ (حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ۴۲۵)

صوفیائے کرام کے اعمال کے بارے میں سوال کیا گیا۔تو فرمایا کہ ان کے اعمال تو کم تھے۔لیکن بدمزاجی سے وہ پاک تھے،ان کے کم اعمال بھی ہمارے بہت سے اعمال سے بدرجہا بہتر تھے۔

(حضرت ماھان قیسؒ)

معرفت

معرفت وہ چیز ہے کہ اپنے آپ میں دشمنی اور خصوصیت کا ایک ذرہ بھی نہیں دیکھتا۔

(حضرت حسن بصریؒ)

معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے دوستی رکھو۔اور زبان سے اسے یاد کرو۔ اور اللہ کے علاوہ سب سے دھیان قطع کرو۔ (حضرت حضرویہؒ)

معرفت کے تین ارکان ہیں۔ہیبت،حیا،امن (حضرت شیخ ابن عطاء)

معرفت میں سب سے آگے وہ ہے جو شرعی احکامات ادا کرنے میں زیادہ کوشش کرے۔اور سنتوں کی تابعداری اور حفاظت میں زیادہ کوشش کرنے والا ہو۔

(حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضلؒ)

معرفت کے درخت کو جگر کا پانی دینا چاہئے،غفلت کا درخت بیوقوفی کے پانی سے سیراب ہوتا ہے۔اور توبہ کے درخت کو پشیمانی کا پانی دینا چاہئے۔ (حضرت احمد مروقؒ۔وفات ۲۹۹ھ)

اللہ تعالی کے ساتھ نیک گمان ہونا معرفت کا مقصد ہے اور اصل معرفت نفس سے بدگمانی ہے۔

(حضرت ابوعلی جرجانیؒ)

عظیم اخلاق کی علامت یہ ہے کہ یہ نہ تو کسی سے جھگڑا کرے اا ور نہ لوگ اس کے ساتھ

جھگڑا کرے، جس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی غرض ہو۔ (کہ یہ اسی معرفت کی وجہ سے ان قصوں کے لیے اس کے پاس کوئی فرصت نہ ہو) (حضرت واسطیؒ ۳۲۰ھ)

جو اپنے لیے مال و دولت یا کسی خاص مقام کی طلب کرے وہ معرفت کی راہ سے بہت دور ہے۔

(حضرت شیخ عقیل منجیؒ)

پرہیز گاری

جب تک انسان دس چیزیں اپنے آپ پر لازم نہ کرے اسکی پرہیز گاری کامل نہیں ہوسکتی۔

۱۔ اپنی زبان غیبت سے محفوظ رکھے۔

۲۔ بدگمانی سے پرہیز کرے۔

۳۔ مذاق کرنے سے پرہیز کرے۔

۴۔ حرام سے آنکھ پھیرے۔

۵۔ زبان سے سچ بولے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ پر احسان ماننا اور یہ کہ اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرنا، اور نفس کو اچھا نہ مانے۔

۷۔ اپنا مال حقدار پر خرچ کرنا اور ان لوگوں پر خرچ نہ کرنا جس کے یہ حقدار نہ ہوں۔

۹۔ اونچے مرتبے اور بزرگی کی خواہش اپنے لیے نہ کرے۔

۱۰۔ پانچ وقت کی نماز ان کے اوقات میں ادا کرنا اور رکوع و سجود اچھی شان سے ادا کرے۔

۱۱۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے سنتوں کی تابعداری اور مسلمانوں کے ساتھ اکٹھے رہے۔

تقویٰ

تقویٰ یہ ہے کہ علم کی حد پر بغیر کسی عذر کے قائم رہے۔ (حضرت یحییٰ بن معاذؒ وفات ۱۵۸ھ)

فائدہ: یعنی جس چیز کے حلال اور حرام، یا جائز و ناجائز کا علم ہو جائے فوراً اس کے تقاضے پر عمل کرے ناجائز کو جائز بنانے کی سعی نہ کرے، (الاقوال)

تقویٰ تین چیزوں سے جانا جاتا ہے۔ ۱۔ دین کے احکام کی تعمیل کرنا۔
۲۔ ممنوعات سے بچنا۔ ۳۔ دین یا دنیا کی باتیں کرنا، یعنی انسان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا تعلق دین کے ساتھ ہے یا دنیا کے ساتھ، (حضرت شفیق بلخیؒ)

جو تقویٰ کی عمیق باتوں پر نظر نہیں کرتا، وہ اونچے درجات تک نہیں پہنچ سکتا۔

(حضرت یحییٰ معاذؒ)

تسخیر کا سب سے بڑا عمل تقویٰ ہے۔ (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

ورع اور پرہیزگاری

ورع یہ ہے کہ تمام شکوک وشبہات سے بچے اور ہر وقت نفس کا محاسبہ کرے۔

(حضرت بشر حافیؒ وفات ۲۲۷ھ)

ورع اصل میں علم پر بغیر تاویل کے قائم رہنا ہے ورع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری ورع اور دوسری باطنی ورع۔ ظاہری ورع سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مرضی کے سوا کسی بھی قسم کی حرکت نہ کرے۔ اور باطنی ورع یہ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں کسی کی گنجائش نہ رکھے۔

(حضرت معاذ رازیؒ)

ورع مشتبہ چیزوں کو ترک کرنا ہے۔ (جواہر علویہ)

کرامت۔۔۔خلاف عادت عمل

کوئی بھی کرامت ایمان اور سنتوں کی تابعداری سے بڑھ کر نہیں۔ جس کو یہ کرامت حاصل ہو۔اور پھر بھی دوسری کرامات کا شوق ہو۔ یہ بندہ الزام لگانے والا اور جھوٹا ہے یا صحیح علم جاننے میں غلطی کرنے والا ہے۔ (حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ ۲۰۲ھ)

کوئی بھی کرامت اللہ تعالیٰ کی محبت اور محمد ﷺ کی تابعداری اور اس پر استقامت سے بڑھ کر نہیں۔ (ایک بزرگ)

مرید کا کرامت کی طلب کرنا اس کے اخلاص کے خلاف ہے۔ (حضرت شیخ خواصؒ)

کرامات اس شخص کو نہیں دی جاتی جو اس کا طلب گار ہو۔ یا کسی کے دل میں اس کا خطرہ بھی پیدا ہو جائے۔ یا وہ شخص جو کرامت کی طلب کے لیے عمل کرے بلکہ کرامت اس کو دی جاتی ہے۔ جو اپنے نفس اور عمل کو کچھ نہ جانے۔ اور اللہ تعالی کی رضا کے کاموں میں مشغول ہو۔ اس (اللہ تعالی) کے فضل پر نظر رکھتا ہو، اپنے نفس اور اپنے عمل سے ناامید ہو۔ (حضرت شادنیؒ)

عادت کے خلاف کوئی بات ظاہر ہونا ولایت کے ارا کین کے خلاف ہے۔ اور نہ ولایت کی شرائط میں سے ہے۔ اس کے خلاف نبی کریم ﷺ کا معجزہ مقام نبوت کے شرائط میں ہے۔

خلاف عادت کا ظاہر ہونا اچھائی اور بڑائی کی دلیل نہیں۔ وہاں اللہ جل شانہٗ کا قرب درجوں کے اعتبار سے فضیلت کی مدار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ولی سے بہت کم خلاف عادت باتیں ظاہر ہو۔ اور دور کے ولی سے زیادہ باتیں ظاہر ہو۔ وہ خلاف عادت باتیں جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئی ہیں۔ حالانکہ اولیاء سے افضل ولی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

خلاف عادت باتوں کے ظہور پر نظر رکھنا تنگ نظری ہے، اور تقلیدی استعداد ان کی نظر کی قوت وطاقت پر غالب ہو۔ حضرت ابوبکرؓ کی تقلیدی استعداد کی مضبوط ہونے پر نبی ﷺ کی

تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہیں ہوئے۔اور ابو جہل لعین اس استعداد کی کمی کے باعث، اتنی کثیر تعداد میں آیات کے ظہور اور غالب معجزوں کے باوجود نبوت کے اقرار کی دولت سے مشرف نہ ہوا۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

کشف، الہام اور شریعت

جو اپنی کشف کو شریعت پر مقدم کرے۔اسے اللہ والوں کی جماعت میں سے نکال دیا جاتا ہے۔اور ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔جو اعمال کے اعتبار سے سراسر نقصان میں ہیں۔

(حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ ۶۳۸ھ)

جب کسی کشف والے پر ایسی حالت طاری ہو کہ اسے ایسی چیز حلال ہو جائے۔جو شریعت محمدیؐ میں وہ حرام ہو۔تو ایسی حلال چیز مضبوطی کے ساتھ چھوڑنا واجب ہے۔کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔اور اس پر جو شرعی حکم ثابت ہو رجوع کرنا واجب ہے۔ (حضرت ابن عربیؒ)

سمجھنا چاہئے کہ کشف کا نص پر بڑھنا ہمارے نزدیک محض باطل ہے کیونکہ کشف والے کو زیادہ شک ہوتا ہے۔جبکہ صحیح کشف (شک سے خالی) ہمیشہ واضح طور پر شریعت کے موافق ہوتا ہے۔ (حضرت ابن عربیؒ)

اگر تمہارا کشف کتاب وسنت کے خلاف ہو۔تو کتاب وسنت کی تابعداری کرو۔اور کشف کو چھوڑ دو اور اپنے نفس کو کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا ذمہ لیا ہے۔کہ کتاب وسنت کی تابعداری میں گمراہی سے محفوظ رہوں۔اور اس کی ذمہ داری نہیں لی کہ کشف والہام یا مشاہدے کی تابعداری میں میں محفوظ رہ سکوں گا۔ (حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی ۶۰۲ھ)

کشف شرعاً دلیل نہیں ہے۔مبتدی کے لئے کشف اور کرامت ڈاکو ہیں۔

(حضرت تھانوی صاحبؒ)(اقوال السالکین)

☆

﴿قرآنی دلائل کی روشنی میں مرشد کی ضرورت﴾

☆اَلَآ اِنّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ☆

''خوب سن لو کہ (قیامت کے دن جب سب لوگوں کو مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا) اللہ کے دوستوں کو (عذاب کا) کوئی اندیشہ نہ ہوگا اور نہ وہ (اپنی کسی امید کی ناکامی کے) غم میں مبتلا ہوں گے۔(یعنی ان کی ہر امید پوری کی جائے گی)

ولآء اور توآلی کا لغوی معنی ہے دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا براہِ راست بلا واسطہ تعلق واتّصال۔مجازاً اس سے مراد ہوتا ہے قرب خواہ مکانی ہو یا نسبی یا دینی یا اعتقادی یا دوستی اور مدد کے لحاظ سے ہو۔قاموس میں ہے: وَلْیٌ قرب وَلِیٌّ۔وَلْیٌ سے صفت کا صیغہ ہے۔جس کے معنی ہے قرب رکھنے والا دوست مددگار۔

صوفیا کی اصطلاح میں کم سے کم وہ درجہ جس پر لفظ ولی کا اطلاق ہوسکتا ہے اس شخص کا ہے جس کا دل اللہ کی یاد میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہے۔وہ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتا ہے۔اللہ کی محبت سے سرشار رہتا ہے۔کسی اور کی محبت کی اس میں گنجائش نہیں ہوتی خواہ باپ ہو یا بیٹا یا بھائی یا بیوی یا دوسرے کنبہ والے کسی سے اس کو محبت نہیں ہوتی۔اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو محض اللہ کیلئے اور نفرت ہوتی ہے تب بھی خوشنودیِ مولیٰ کے حصول کیلئے۔وہ کسی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اللہ کیلئے اور نہیں دیتا ہے تب بھی اللہ کی مرضی کے لئے۔اس گروہ کی آپس میں محبت لوجہ اللہ ہوتی ہے۔صوفیہ کی اصطلاح میں اس صفت کو فناءِ قلب کہا جاتا ہے۔ولی کا ظاہر وباطن تقوٰی سے آراستہ ہوتا ہے۔جو اعمال واخلاق اللہ کو ناپسند ہیں ان سے وہ پرہیز کرتا ہے۔شرکِ خفی وجلی سے پاک رہتا ہے۔بلکہ وہ شرک جو چیونٹی کی رفتار کی آواز سے بھی زیادہ خفی ہوتا ہے اس سے بھی بچتا ہے۔غرور، کینہ، حسد، حرص اور ہوس سے منزہ ہوتا ہے۔اور انہی کے ساتھ عمدہ اخلاق

واعمال سے متصف ہوتا ہے۔اس مرتبہ کو صوفیا فنا نفس کا مرتبہ کہتے ہیں۔صوفیہ کا قول ہے کہ اس درجہ پر جب ولی پہنچ جاتا ہے تو اس کا شیطان اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور فرمانبردار بن جاتا ہے۔ولایت کی ابتدائی درجہ کی طرف اللہ نے اَلّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اشارہ فرمایا اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لے آئے یعنی حقیقت ایمان ان کے اندر پیدا ہوگئی ۔ایمان کا محل قلب ہے کمالِ ایمان یہ ہے کہ اللہ کی یاد سے دل میں اطمینان پیدا ہوجائے۔اللہ کے ذکر سے لمحہ بھر غافل نہ ہو۔ کسی دوسرے کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا: وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور (شرک ومعاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔یعنی اللہ کے اوامر ونواہی کی ظاہری اور باطنی ہر طرح پابندی کرتے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن قیامت کے دن ان کے مرتبہ قرب کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔صحابہ نے عرض کیا' یارسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں۔فرمایا" جو بندگانِ خدا سے محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں۔آپس میں نہ ان کی باہم رشتہ داریاں ہیں نہ مالی لین دین (کہ قرابت یا مالی لالچ کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے محبت ہو) خدا کی قسم ان کے چہرے (قیامت کے دن مجسم) نور ہوں گے بالائے نور جب اور لوگوں کو (عذاب کا) خوف ہوگا ان کو خوف نہ ہوگا جب اور لوگ غم میں مبتلا ہوں گے وہ غمگین نہیں ہوں گے۔پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

بغوی نے ابو مالک اشعریؒ کی روایت سے بھی یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہی لکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ کا معنی دریافت کیا

گیا۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ابن مردد یہ نے حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اولیاء اللہ کی علامات کیا ہیں رسول اللہؐ سے دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ نے ارشاد فرمایا: میرے بندوں میں میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میں میرے ذکر سے اور میری یاد ان کا ذکر کرنے سے ہوتی ہے۔

حضرت اسمار بنت یزیدؓ نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا' سنو۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے کون لوگ ہیں، صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! ضرور فرمایئے، فرمایا جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آتے ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ)۔ (تفسیر مظہری ص۔۵۱۷) (علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُستَقِيۡمَ﴾

امام رازیؒ نے اپنی مشہور تفسیر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ جب اللہ تعالی نے **اهدنا الصرط المستقيم** فرمادیا تو بات ختم نہیں ہوئی بلکہ پھر فرمایا **صراط الذين انعمت عليهم** یہ آیت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ مریدوں کے لیے ہدایت اور کامل مقامات پر پہنچنے کیلئے اس کے علاوہ دوسرا راستہ نہیں۔ کہ یہ ایک ایسے کامل شیخ کی اتباع کرے۔ کہ صراط مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرے۔ (تفسیر کبیر)

﴿فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ﴾

نفس مطمئنہ کو مخاطب کر کے یہ حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میرے جنت میں داخل ہو جا۔ اسمیں پہلے اللہ کے صالح اور مخلص بندوں میں شامل ہونے کا حکم ہے پھر جنت میں داخل ہونے کا، اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ کے صالح مخلص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو ان سب کے ساتھ ہی

جنت میں داخلہ ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی انکے ساتھ جنت میں جائے گا۔اسی لئے حضرت سلیمانؑ نے اپنی دعا میں فرمایا۔

وَاَدْ خِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا میں فرمایا:

وَاَلْحِقْنِیْ بِاالصّٰلِحِیْنَ۔

معلوم ہوا کہ صحبت صالحین وہ نعمت کبریٰ ہے کہ انبیاء علیہ السلام بھی اس دعا سے مستغنی نہیں۔

(معارف القرآن ۴۴۷۔جلد نمبر ۸)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول کریمؐ سے سوال کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچتا؟ آپؐ نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

یعنی ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے،اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت وصحبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت رزینؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رزینؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کر سکتے ہو، وہ یہ ہے کہ اہل ذکر کی مجلس وصحبت کو لازم پکڑ واور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہو سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو،جس سے محبت کرو اللہ کے لئے کرو اور جس سے نفرت کرو اللہ کے لئے کرو۔ (مظہری)

مگر یہ صحبت ومجالست انہیں لوگوں کو مفید ہے جو خود ولی اللہ متبّع سنت ہوں اور جو رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع نہیں وہ خود درجۂ ولایت سے محروم ہیں، چاہے کشف وکرامات ان سے کتنے ہی صادر ہوں۔ اور جو شخص مذکورہ صفات کے اعتبار سے ولی ہو اگر چہ اس سے کبھی کوئی کشف وکرامت ظاہر نہ ہوئی ہو وہ اللہ کا ولی ہے۔

اولیاء للہ کی علامات اور پہچان تفسیر مظہری میں ایک حدیث قدسی کے حوالہ سے یہ نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اولیاء میرے بندوں میں سے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں اور جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آؤں، اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت اسماءؓ بنت یزیدؓ مذکور ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتلائی: اَلَّـذِیْنَ اِذَ ارُءُ وْ اذُکِرَ اللّٰہُ یعنی جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔ (معارف القرآن صفحہ ۵۵۰، جلد نمبر ۴۔ مفتی شفیعؒ)

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَا لِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾

اور ان سے بہتر کن کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے، اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القران)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کیطرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے۔ مثلاً انبیاءؑ معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور مومنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت اِلَـــــــی الْخَیْرِ کرے وہ ان میں داخل ہے خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمال باطنہ کی طرف۔ جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کیطرف بلاتے ہیں۔

(فضائل اعمال شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ)

﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین﴾

☆اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو☆

(التوبہ: آیت نمبر ۱۱۹)

سچے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو زبان، ہاتھ، قول، فعل، ہر چیز میں سچے ہوں اور یہی خلاصہ ہے۔ ولی کامل کے اوصاف کا امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرمایا: یہ حکم (سچے لوگوں کے ساتھ رہنے کا) ظاہر ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو ہے۔ اس لئے اس میں اللہ تعالی کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ مسلمانوں کا مجمع کسی زمانے میں صادقین سے خالی نہ رہے گا۔ (علامات محبت، ۳۸۴)

علامہ حکیم اخترؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے:

کہ اللہ تعالی نے **﴿کونوا مع الصادقین﴾** فرمایا ہے۔ لہذا اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ کہ قیامت تک اہل اللہ کو پیدا فرماتے رہیں۔ کیونکہ انہوں نے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی زمانہ میں قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل محال ہو جائے۔

جب اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ **﴿یایھا الذین امنو اتقو اللہ﴾**

اے ایمان والو تقویٰ اختیار کر کے میرے دوست بن جاؤ اور اپنی غلامی کے سر پر تاج ولایت رکھ لو۔ ابھی تو خالی مومن ہو۔ لیکن ولی نہیں ہو سکتے۔ جب تک تقویٰ اختیار نہیں کرو گے۔ لیکن تقویٰ کہاں سے ملے گا۔ فرماتے ہیں کہ کونوا مع الصادقین تقویٰ متقین کی صحبت سے ملے گا۔ (علامات محبت صفحہ ۳۷۲)

﴿احادیث کی روشنی میں مرشد کی ضرورت﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

عن انس رضی اللّٰہ عنه قال لما کان الیوم الذی دخل فیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المدینة اضاء منها کل شئی فلما کان الیوم الذی مات فیه اظلم منها کل شئی وما تفضنا ایدینا عن التراب انا لفی دفنه صلی اللّٰہ علیه وسلم حتی انکرنا قلوبنا

جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی تھی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی تھی۔ اور ہم آپ ﷺ کے دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھاڑ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔ (تصوف وسلوک)

پس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ ان کی جو کیفیت نبی علیہ السلام کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما مثل الجلیسن الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافح الکیر، فحامل المسک اما ان یحذیک ومان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحاطیبه ونافع الکیراماان یحرق الشباب واماان تجد منه ریحامنتنه۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی والے کی طرح ہے، کستوری والا یا تمہیں عطا کردے گا یا تم اس سے خرید لوگے، بھٹی والا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔

☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن ابی ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔

(ابوداؤد، ترمذی ومشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی قائم کر رہا ہے۔

بخاری ومسلم میں دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہُ یهود انه اوینصر انه او یمجسانه۔

یعنی ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی کر لیتے ہیں، عیسائی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں اس طرح کا مضمون ہے کہ: صالح ہم نشین کی مثال عطر فروش کی سی ہے کہ عطر نہ بھی دے گا تب بھی اس کی خوشبو سے بہرہ یابی ضرور ہوگی اور بد ہمنشین ایسا ہے کہ جیسے لوہار کی بھٹی اگر آگ بدن اور کپڑے کو نہ جلائے تب بھی دھوئیں کی بدبو دماغ کو ضرور پریشان کر دے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

الشیخ فی قومه کالنبی فی امته۔

کہ شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔

پس جو شخص اپنے تمام اوقات کو شیخ کامل کی خدمت میں صرف کر دے گا اور اپنے نفس کا اختیار کلی

طور پر شیخ کو دے دیتا ہے اس کے متعلق قوی امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس کو ضرور مقصود حاصل ہو جائے گا۔

چالیس ابدال

(حدیث) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چالیس ابدال ہیں۔ ان میں سے بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہیں۔ ان میں سے جب ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ دوسرے کو قائم مقام بناتا ہے اور جب قیامت آجائے گی تو سب فوت ہو جائیں گے۔

﴿اولیا کے دل انبیاء اور فرشتوں کے مثل ہیں﴾

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے ایسے ہیں جن کے دل حضرت آدمؑ کے دل کی طرح ہیں۔ پانچ بندے ایسے ہیں جن کے دل حضرت جبرائیلؑ کے دل کے قریب ہیں۔ اور تین بندے ایسے ہیں کہ جن کے دل حضرت میکائیلؑ کے دل کے مطابق ہیں۔ اور ایک بندہ ایسا ہے کہ جس کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل کیطرح ہے۔ جب ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تینوں میں سے ایک کو ان کا قائم مقام بناتا ہے۔ اور جب ان تینوں میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پانچوں میں سے ایک کو خلیفہ بناتا ہے۔ اور جب ان پانچوں میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سات میں سے ان کا ایک نائب بناتا ہے۔ اور جب ساتوں میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ چالیس میں سے ایک کو ان کا قائم مقام بناتا ہے۔ اور جب ان چالیس میں سے ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تین سو میں سے ایک کو انکا جانشین بناتا ہے۔ اور جس وقت تین سو میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ عام مخلوق میں سے ایک برگزیدہ شخص کو انکا جانشین بناتا ہے۔ اور یہ ایسے مبارک لوگ ہیں جن

کی برکت سے اللہ تعالیٰ امت محمدیہؐ سے مصیبتیں دفع کرتا ہے۔اور یہ اولیاء ایسے ہیں جسطرح دائرے میں نقطہ ہوتا ہے اور یہ تمام انتظام ان کیساتھ متعلق ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی ولایت تمام اولیاء سے افضل ہے

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضورؐ نے قلوب انبیاءؑ اور ملائک کے مقابلے میں اپنے قلب مبارک کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ حضورؐ کے نورانی قلب کی طرح قادر مطلق (اللہ تعالیٰ) نے تمام عالم میں اتنی شرافت ولطافت والا دل نہیں پیدا کیا ہے۔تمام انبیاءؑ کرام اور ملائکہ کے قلوب (دل) محبوب خدا سرور کائنات، خلاصہ موجودات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب طاہر ومطہر کے مقابلے میں اسطرح ہیں جسطرح تارے سورج کے مقابلے میں ہیں۔

(صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین)

اللہ تعالیٰ کی طرف حضور پاک ﷺ زیادہ متوجہ ہے

شیخ عارف ابوالحسنؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قلوب کیطرف نظر فرمائی تو حضورؐ کے قلب کیطرح کوئی قلب بھی اللہ تعالیٰ کیطرف زیادہ متوجہ نہ تھا۔اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضور پاکؐ کو معراج کا شرف عطا فرمایا کہ آپس میں دیدار اور ہم کلامی جلدی ہو جائے۔

معرفت خداوندی میں تمام مخلوقات پر حضور پاک ﷺ کی سبقت

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح میدان معرفت میں بھاگیں ان سب ارواح میں ہمارے پیغمبر حضرت محمدؐ کی روح مقدس میدان معرفت میں آگے ہونے کیساتھ ساتھ بستان وصال ربانی تک قدم زن ہوگئی۔

اولیاء اللہ کی اقسام

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ابدال شام میں ہیں نجیب مصر میں،

عصائب عراق میں، نقیب خراسان میں ، اور اوتاد تمام زمین میں ہیں اور یہ لوگ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ حدیث کا راوی فرماتا ہے کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یہ لوگ کیوں عقلمند ہوں گے ۔تو فرمایا کہ ان لوگوں کی تمام ہمت اور سعی اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے۔ اور انکی تمام کوششوں کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے۔ یہ لوگ دنیا اور ان کی فضولیات اور ریاستوں اور عیش وعشرت سے بے رغبت ہوتے ہیں اور یہ لوگ سردار اور امیر ہوتے ہیں۔

اور خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تین سو اولیاء اور ستر نجیب ہیں اور زمین میں چالیس اوتاد دس نقیب سات عارف اور تین مختار ہیں اور ان میں سے ایک غوث ہے۔

﴿ابدال کی صفات﴾

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنھیں ابدال کہتے ہیں ۔اور انکو ایک مرتبہ نصیب ہوا ہے اور یہ مرتبہ روزوں، نمازوں، خشوع وخضوع اور حسن ظاہری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خالص تقویٰ ، نیت حسنہ، سلامت صدر اور تمام مسلمانوں پر رحمت کیوجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے علم کے ساتھ برگزیدہ بنایا ہے اور اپنی ذات پاک کیلئے خالص بنایا ہوا ہے اور یہ چالیس بندے ہیں ۔اور انکے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرح ہیں اور ان میں سے جب ایک فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسروں کو انکا خلیفہ بناتا ہے۔ یہ لوگ نہ کسی کو گالیاں دیتے ہیں اور نہ کسی کو برا بھلا کہتے ہیں اور نہ اپنے سے چھوٹوں کو تکلیف دیتے ہیں اور نہ کسی کو حقیر سمجھتے ہیں اور نہ اپنے سے بڑوں کیساتھ حسد کرتے ہیں ۔ نیک کاموں میں تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعت تمام لوگوں سے نرم اور تمام لوگوں سے سخی ہوتی ہے۔ تیز گھوڑے اور تیز ھوائیں اپنی تیزی کیوجہ سے ان لوگوں کے مراتب نہیں پاسکتے۔

ان لوگوں کے دل نیکیوں کیطرف سبقت کرنے میں بہت بلند بلند راستوں پر چڑھتے ہیں ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا ایک طائفہ (قبیلہ) ہیں۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا طائفہ (قبیلہ)

فلاح اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔

عقلمند کون ہے

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قطب کی حیثیت جاننا چاہیے کہ حدیث مبارک میں جس بندہ کا ذکر حضور پاکؐ نے کیا تھا ان سے مراد قطب ہے اور وہ غوث بھی ہوتا ہے اور انکا مرتبہ دوسرے اولیاء کے مقابلے میں ایسا ہوتا ہے جسطرح دائرہ میں نقطہ ہوتا ہے۔یعنی تمام عالم کا نظام ان سے متعلق ہوتا ہے۔

قطب کی حیثیت

جاننا چاہئے کہ حدیث مبارک میں جس بندہ کا ذکر حضور پاکؐ نے کیا تھا ان سے مراد قطب ہے اور وہ غوث بھی ہوتا ہے اور انکا مرتبہ دوسرے اولیاء کے مقابلے میں ایسا ہوتا ہے جس طرح دائرہ میں نقطہ ہوتا ہے۔یعنی تمام عالم کا نظام ان سے متعلق ہوتا ہے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حضورﷺ نے قلوب انبیاء اور ملائکہ میں اپنا قلب مبارک اسلئے ذکر نہیں کیا کہ حضورﷺ کے پرنور، لطیف اور شریف قلب کے مثل، اللہ تعالیٰ کل مخلوقات میں کسی مخلوق کا قلب نہیں بنایا۔تمام انبیاء کرام اور تمام ملائکہ کے قلوب محبوب خدا سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمدﷺ کے قلب کے مقابلے میں ایسے ہیں جس طرح کہ ستارے سورج کے مقابلے میں۔شیخ عارف ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قلوب کی طرف نظر کی تو کسی قلب کو بھی سوا حضورﷺ کے قلب کے اپنی طرف زیادہ مائل اور متوجہ نہیں پایا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو معراج کا شرف عطاء کیا۔اور شیخ کامل غریق بحر معارف وتوحید ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح میدان معرفت میں بھاگیں سب میں ہمارے پیغمبر حضرت

محمدؐ کی روح مبارک آ گے ھونے کیساتھ وصال ربانی کے بستان میں قدم زن ہوگئی۔

(حدیث) حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابدال شام میں اور عصائب عراق میں اور نقیب خراساں میں اور اوتاد تمام زمین میں اور حضرت خضر علیہ السلام ان تمام کے سردار اور امیر ہیں۔ (کرامات الاولیاء قطب مدینہ عبداللہ یافعی یمنیؒ)

﴿حضرت جبرائیل امینؑ کے ذریعے زمین وآسمان میں منادی﴾

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے ذکر کو زمین وآسمان میں پھیلا دیتا ہے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

حضورﷺ نے فرمایا:

ان اللہ اِذا احب عبداً دعا جبرائیل علیھم السلام

جب اللہ پاک کو کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے تو جبرائیلؑ امین کو اپنی بارگاہ میں بلاتے ہیں اور سیدنا جبرائیلؑ سے فرماتے ہیں ''کیا تو میرے فلاں بندے کو جانتا ہے جو فلاں جگہ رہتا ہے؟'' عرض کرتے ہیں ''باری تعالیٰ کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: انی احب فُلانا: مجھے فلاں بندے سے محبت ہوگئی ہے۔ جبرائیل امینؑ عرض کرتے ہیں ''بلاشبہ مبارک باد کا مستحق ہے مگر میرے لیئے کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوتا ہے ''فاحبه ای جبرائیل'' اب تو بھی اس سے محبت کر'' چنانچہ حکم الٰہی کے آگے حضرت جبرائیلؑ سر نیاز خم کر دیتے ہیں؟'' پھر کیا ہوتا ہے فرمایا: فبحبه جبرائیل ''پھر جبرائیل امینؑ بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر عرض کرتے ہیں ''باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ''جبرائیل اب جا زمین وآسمانکے کونے کونے میں میرے اس بندے کے ذکر کے ڈنکے بجا دے۔ کائنات پست وبالا میں اعلان کر دے کہ اللہ کو فلاں شخص سے محبت ہے۔ ثم ینادی فی السماء پھر آسمانی مخلوق میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔

☆

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی مخلوق یہ اعلان سماعت کرتے ہیں تو وہ بھی سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہو ہیں اور اس بندے سے محبت کرنا شروع کردیتے ہیں۔حضورﷺ فرماتے ہیں۔

فیحبُّه اهل السماء

تمام آسمانی مخلوق اس بندے کو محبوب بنالیتی ہے۔

وہ بندہ کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جو بیٹھتا تو زمین کے کسی کونے میں ہے مگر خدا اسکی محبت کے ڈنکے آسمانوں پر بجوادیتے ہیں۔سیدنا جبرائیلؑ جب آسمانی دنیا میں اس بندے کی محبت کا اس کے ذکر کا اعلان کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے جبکہ ملائکہ آسمانی نے بھی اس بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

نہیں جبرائیل! ابھی میری محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوا۔ابھی تک تو آسمانی مخلوق نے اس سے محبت کی ہے۔میری فرشی مخلوق بھی اس سعادت کی حقدار ہے کہ اسے بھی میں اپنے ساتھ محبت میں شامل کروں۔لہٰذا اب تم زمین میں اُتر جاؤ اور مشرق سے مغرب تک پوری کائناتِ ارضی میں اسی طرح ڈھنڈورا پیٹو اور اس بندے سے میری محبت کا اعلان کرو۔جو بھی اس سعادت کے قابل ہوگا اس کے دل میں اس بندے کی محبت بیٹھ جائیگی۔

حضورﷺ فرماتے ہیں۔

ثم یوضع له القبول فی الارض

پھر اس بندے کی مقبولیت اور محبت کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے۔

(بخاری ومسلم ریاض الصالحین ورسالہ قشیریہ)

بزرگوں کے دلائل کی روشنی میں مرشد کی ضرورت

جیسا کہ بتایا گیا کہ نیک ہونے کے لئے نیکوں کی صحبت ضروری ہے۔یہ ایک عام بات ہے۔جس کو ہر ایک جانتا ہے۔لیکن باقاعدہ تربیت کے لیے کسی ایک نیک شخص کے ساتھ جس کو

تربیت کا فن بھی آتا ہو اور اس کی صحبت میں برکت بھی ہو، تعلق ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کی عادت یو ں ہی جاری ہے کہ کوئی کمال استاد سے سیکھے بغیر حاصل نہیں ہوتا پس جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو تو استاد طریقت کو ضرور تلاش کرنا چاہیئے۔ جس کے فیض، تعلیم، برکت وصحبت سے مقصودِ حقیقی تک پہنچنا آسان ہوگا۔

☆ دامن رہبر بگیر و پس بیا ☆

یعنی اے دل اگر اس سفر کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو۔ اس لئے کے جو بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔ چنانچہ صرف کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل نہیں ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھی نہیں بن سکتا۔ حتیٰ کے بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جا سکے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔ بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کوشش کے ہرگز کوئی خوش نویس نہیں بن سکتا۔ ایسی ہستی اگر کسی کو میسر ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر ان سے استفادہ کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔ اسی ہستی کو طریقت میں شیخ کہتے ہیں۔ ویسے تو شیخ عربی میں بوڑھے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد رہبر کامل ہے جس کا ہاتھ پکڑنے سے مقصود حاصل ہونے کی قوی امید ہوتی ہے۔ سلف صالحین کی زندگیوں میں سے چند دلائل پیش کیئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ا:- حضرت وحشیؓ کو نبی علیہ السلام کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اویس قرنیؒ جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی ان کی گرد راہ کو نہیں پا سکتی۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بدامنی رہی جب کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں امن وامان رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا سیدنا امیر معاویہؓ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد پر نکلتے تھے تو اس گھوڑے کے نتھنوں میں جو مٹی جاتی تھی

عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔کسی عارف نے کہا

ہے کہ

☆یک زمانہ صحبتے با اولیاء☆

☆بہتر ازصد سالہ طاعت بے ریا☆

اولیاء کے ساتھ تھوڑی دیر کی صحبت،سوسال بے ریا اطاعت سے افضل ہے۔

دلیل نمبر۲:- حضرت حسن بصریؒ نے اٹھارہ بدری صحابہؓ سے علم ظاہری حاصل کیا تاہم علم باطنی حضرت علیؓ سے حاصل کیا اور انوار ولایت کا اکتساب کیا۔

دلیل نمبر۳:- حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابو ہاشم الصوفیؒ نہ ہوتے تو میں ریا کاری کی دقیق باتوں سے واقف نہ ہوتا۔

دلیل نمبر۴:- امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے حضرت جعفر صادقؒ سے فیض پایا۔

امام اعظمؒ نے دوسال کے رابطہ کے بعد فرمایا:''لولا السنتان لھلک النعمان''وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔نعمان،حضرت ابوحنیفہ کا نام ہے۔

دلیل نمبر۵:- ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ حضرت امام اعظمؒ سے ملنے کیلئے تشریف لائے۔امام صاحب نے فرمایا:''سیدنا ابراہیم آگئے''طلبا نے پوچھا وہ کیسے؟فرمایا:''ہم جسموں کی خدمت کرنے میں مشغول اور یہ خدا کی خدمت کرنے میں مشغول۔''پس ایسی باخدا ہستی کو ہی مرشد کہا جاتا ہے''۔

دلیل نمبر۶:-حضرت امام اعظمؒ نے امام ابویوسفؒ کو وصیت فرمائی۔

''واکثر ذکر اللّٰہ تعالی فیمابین الناس لیتعلمو امنک ذلک''

لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کروتا کہ لوگ تم سے ذکر سیکھیں

دلیل نمبر ۷:- امام شافعیؒ نے حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے فیض پایا۔آپ کا مشہور قول ہے۔

''میں نے صوفیا کی صحبت اختیار کی اوران کی دو باتوں سے بڑا نفع پایا۔ایک یہ کہ وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا اور دوسری بات یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو تم کو باطل میں مشغول کر دے گا'' (مدارج السالکین)

دلیل نمبر ۸:- امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ولی کامل (حضرت بشر حافیؒ) کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ایک دن طلباء نے پوچھا،حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے تاریخی جواب دیا''میں کتاب اللہ کا عالم ہوں۔ بشر حافیؒ عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم کتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے''اللہ اکبر کبیراً۔

دلیل نمبر ۹:- ایک شخص نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا''ما الاخلاص ''[اخلاص کیا ہے؟]فرمایا''الاخلاص ھو الخلاص من الآفات الاعمال '' [اعمال کے مصائب سے چھٹکارے کا نام]اخلاص ہے۔اس نے پوچھا ''ما التوکل''

[توکل کیا ہے؟]فرمایا''الثقة باللّٰه ''[اللہ پر اعتماد کرنا]اس نے پوچھا''ما المحبة''[محبت کیا ہے]امام احمد بن حنبلؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ سوال بشر حافیؒ سے پوچھو۔جب تک وہ زندہ ہیں میں جواب نہیں دے سکتا۔

دلیل نمبر ۱۰:۔قال امام مالک من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق، ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینھما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم تصوف سیکھا اور علم ظاہر نہ سیکھا یہ زندیق ہوگیا۔اور جس نے علم ظاہر حاصل کیا

اور علم تصوف نہ سیکھا یہ فاسق ہوگیا۔اور جس نے دونوں علوم حاصل کیے پس وہ محقق ہوگیا (یعنی کامیاب ہوا)۔

دلیل نمبر۱۱:- امام غزالیؒ کے ظاہری اور باطنی علوم کے مربی خواجہ ابوعلی فارمدیؒ تھے جو سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت شیخ تھے۔امام غزالیؒ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

”انی اخذت الطریقة من ابی علی فارمدیؒ انتصلت ماکان یشیر الیه من وظائف العبادات واستدامة الذکر الی ان جزت العقبات و تکاف تلک المشاق وحصلت ماکنت اطلبه“

(مکاشفة القلوب ص ۳۵)

[میں نے طریقہ تصوف شیخ بوعلی فارمدیؒ سے اخذ کیا ہے۔عبادت اور ذکر میں ان کے دستور کو اپنایا ہے۔اس طرح مجھے تکالیف سے نجات ملی اور مشقتوں سے چھٹکارا ملا۔اور جو کچھ میں نے پانا تھا وہ پالیا۔]

دلیل نمبر۱۲:- امام رازیؒ کی بیعت حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے تھی“

دلیل نمبر۱۳:- عارف کامل مولانا رومؒ کی بیعت شمس تبریزؒ سے تھی۔آپ نے فرمایا۔

☆ مولوی ہرگز نشد مولائے روم ☆ تا غلام شمس تبریزی نہ شد ☆

[مولوی روم والوں کا مولا اس وقت تک نہ بن سکا۔جب تک شمش تبریزیؒ کا غلام نہ بن گیا]

دلیل نمبر۱۴:- مولانا جامیؒ جیسی شہرہ آفاق شخصیت کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار سمرقندیؒ سے تھی۔

دلیل نمبر۱۵:-حضرت علامہ سید محمد جرجانیؒ کی بیعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ سے تھی علامہ جرجانیؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

”واللّٰہ ماعرفت الحق سبحانه وتعالی مالم اصل فی خدمة

العطار"

[اللہ کی قسم! میں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو نہ پہچانا جب تک کہ میں شیخ عطارؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے حالات زندگی کے بارے میں "الجزء اللطیف فی ترجمة العبدالضعیف "میں لکھتے ہیں۔

پندرہ برس کی عمر میں والد بزرگوار کی توجہ وتلقین سے بہرہ مند ہوتے ہوئے ان کے آداب طریقت کی تعلیم اور خرقہ صوفیہ حاصل کر کے اپنی روحانی سلسلے کو درست کرلیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ 10 اردو نسخہ)

دلیل نمبر ۱۶:- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسی شخصیت کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے تھا۔

دلیل نمبر ۱۷:- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ناپاک زمین کے پاک ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ایک تو یہ کہ اتنی بارش برسے کہ گندگی کو بہا لے جائے۔دوسرے اتنا سورج چمکے کہ نجاست کو جلا دے اس کا نام ونشان مٹا دے۔اسی طرح قلب کی زمین کے لئے دو ہے۔ذکر سے بھی دل صاف ہوتا ہے اور شیخ کامل کی توجہات سے بھی۔

دلیل نمبر ۱۸:- حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جیسے محدث ومفسر کا باطنی تعلق سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ مرزا مظہر جان جاناںؒ سے تھا۔اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کا نام تفسیر مظہری رکھا

دلیل نمبر ۱۹:- حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اگر چہ علم کے آفتاب وماہتاب تھے تاہم ان کی بیعت کا تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تھا۔جب کہ حاجی صاحبؒ فقط کافیہ تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔

دلیل نمبر ۲۰:- بعض حضرات نے ایک وقت میں کئی کئی مشائخ سے فیض پایا۔چنانچہ

حضرت خواجہ ابوسعیدؒ نے مقام رجاء حضرت رازیؒ سے مقام غیرت خواجہ شاہ شجاع کرمانیؒ سے اور مقام شفقت ابوحفص حدادؒ سے پایا۔

دلیل نمبر۲۱:- حضرت ابوعلی رودباریؒ فرمایا کرتے تھے۔

''تصوف میں میرے استاد حضرت جنید بغدادیؒ علم فقہ میں حضرت ابوالعباس شریحؒ نحو میں ثعلبؒ اور حدیث شریف میں ابراہیمؒ اور نفس کی اصلاح کے لئے بس یہی علوم ضروری ہیں۔''

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ مشاہیر امت کو بھی کسی شیخ کامل کے زیر سایہ اور زیر تربیت رہ کر اکتساب فیض کرنے سے بلند مقامات نصیب ہوئے۔ آج بھی کوئی سالک اس منزل پر پہنچنا چاہے تو اسے انہیں راستوں پر چلنا پڑے گا۔ جن پر سلف صالحین نے چل کر وصول الی اللہ کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔ (بحوالہ تصوف وسلوک، ص)

دلیل نمبر۲۲۔ غوث اعظمؒ نے فرمایا۔ الشیخ من یسعد الشقی

(شیخ وہ ہوتا ہے جو بد بخت کو نیک بخت بنا ڈالے)

دلیل نمبر۲۳۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا اللہ تعالی کی محبت توحید کا اساس ہے لیکن اللہ تعالی کی محبت بھی اہل اللہ کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر۲۴۔ امام ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا مرید پر واجب ہے کہ کسی شیخ سے ادب (یعنی تعلیم وتربیت) حاصل کرے اگر اس کا کوئی شیخ نہ ہوگا تو وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اور حضرت ابویزیدؒ فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی شیخ نہیں تو اس کا رہبر شیطان ہے (یعنی اس کے کہے پر وہ چلے گا) میں نے اپنے استاد ابوعلی دقاقؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خود دار ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے۔ لیکن پھل نہیں دیتا۔ اسی طرح مرید کا بھی حال ہے یعنی جب اس کے لیے کوئی شیخ نہ ہوگا جس سے کہ وہ طریق شیئا فشئیا (درجہ بدرجہ) حاصل کرے تو وہ اپنی خواہش ہی کا بندہ رہے

گا اس سے اس کو خلاصی نہیں ہوسکتی۔

دلیل نمبر ۲۵۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتا ہے بغیر شیخ کے میرے مجاہدہ نفس کی یہ صورت تھی کہ صوفیائے کرام کی کتب (رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، قوت القلوب، احیاء العلوم وغیرہ) کا مطالعہ کرتا تھا۔ اور جو کچھ سمجھ آتا تو اس پر عمل کرتا۔ پھر کچھ مدت بعد اس امر کے خلاف مجھ پر ظاہر ہوتا، تو میں پہلے عمل کو ترک کر دیتا اور دوسرا عمل شروع کر دیتا میری حالت اس آدمی کی طرح تھی جو کسی گلی میں داخل ہوتا ہے مگر اسے معلوم نہیں ہوتا کہ گلی کا راستہ باہر نکلتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ راستہ پالیتا ہے۔ تو باہر نکل جاتا ہے ورنہ واپس لوٹ آتا ہے۔ اگر وہ گلی میں داخل ہونے سے پہلے کسی آدمی سے پوچھ لیتا جو اس گلی کے بارے میں واقفیت رکھتا ہو۔ تو وہ اسے حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا اور بے فائدہ تھکاوٹ سے بچالیتا۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جس کا کوئی شیخ نہ ہو۔

دلیل نمبر ۲۶۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے فرمایا کمالات باطنی کی طلب واجبات میں سے ہے۔ تو پھر پیر کامل کی تلاش بھی ضروریات سے ہوگی کیونکہ وصول الی اللہ بلا توسط مرشد کامل نہایت بعید اور نادر الوجود ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

نفس را نہ کشد بغیر از ظل پیر ☆ دامن آں نفس کش محکم بگیر

نفس کو بغیر پیر کے سائے کے نہیں مارا جا سکتا (لہذا) نفس مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ لو

دلیل نمبر ۲۷۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں۔

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر ☆ راہ بدون بے دلیل رہبر

اے عزیز! راہ عشق میں بغیر دلیل اور رہبر کے چلنا ممکن نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲۸۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ ان الشیخ مقدم من الا ب والا م لان الا باء والا مھات یحفظونه من نار الدنیا و افاتها و المشائخ

يحفظونه من نار الاخرة وا شتدارها

ترجمہ: شیخ کا مرتبہ ماں باپ سے اونچا ہے، کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اوراس کی آفتوں سے بچاتے ہیں اور شیخ اسے دوزخ کی آگ اوراس کی سختی سے بچاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲۹۔حضرت سید کبیر رفاعیؒ فرماتے ہیں۔کامیابی کا دارو مدار یقین پر ہے۔ سالک کا یہ یقین ہو کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے،اور مجھے بھی پہنچا سکتا ہے۔پھر فرمایا کہ جس سالک کا شیخ پراعتماد نہیں ہوتا وہ محروم ہی رہتا ہے۔

دلیل نمبر۳۰۔امام احمد بن حنبلؒ جوامت کے امام تھے۔چھ لاکھ احادیث کے حافظ تھے ۔مگر بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔کسی نے امام احمد بن حنبلؒ سے عرض کیا حضرت آپ اتنے بڑے عالم ہوکراس فقیر گڈی پوش کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں۔حضرت امام صاحب نے فرمایاان کی صحبت میں ایسی باتیں نصیب ہوتی ہیں۔جو کتب میں بھی نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر ۳۱۔سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے ایک دفعہ فرمایا۔لاکھ دفعہ بخاری پڑھو ۔جب تک کسی شیخ کامل کے جوتے سیدھے نہ کروگے کچھ نہیں بنے گا۔تصوف میں بڑی چیز ہے فیض محبت شیخ ہے۔اہل اللہ کی صحبت کے بغیر بصیرت کا آنا ناممکن ہے علم اور چیز ہے مگر کتابوں کے علم کے مصداق رنگ چڑھانا ہوتو یہ کسی کامل متبع سنت مرشد کی صحبت سے حاصل ہوگی۔قاعدہ ہے ہر چیز اپنی اپنی دکان سے ملتی ہے۔کپڑا کپڑے کی دکان سے،حکمت،حکیم سے،دوا پنساری سے علم مدرسہ سے مگر علم کے مصداق رنگ چڑھانا ہوتو وہ اہل اللہ کی صحبت عقیدت ادب اوراطاعت سے نصیب ہوتا ہے۔

☆ نہ کتابوں سے نہ واعظوں سے نہ زر سے پیدا ☆

☆ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا ☆

دلیل نمبر ۳۲۔حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جو حضرت شیخ المشائخ حاجی امداداللہ مہاجر مکی

کے مرید تھے، حاجی صاحب اتنے عالم نہیں تھے جتنے بڑے نانوتویؒ تھے۔ حضرت نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا آپ نے حاجی صاحب کو کیوں مرشد بنایا وہ تو اتنے بڑے عالم نہیں؟ فرمایا وہ تو عالم گر ہے یعنی عالموں کو بنانے والے ہیں۔

دلیل نمبر۳۳۔ حضرت حکیم الامتؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ عالم کو چاہیئے کہ تدریس کی فراغت کے بعد صحیح مرشد، متبع سنت کی صحبت میں کم از کم چھ ماہ اصلاح نفس کے لیے رہے مگر وہاں اپنے سب دعوے مٹا کر رہے۔ یہ نہ کہ میں فلاں عالم ہوں، یا سید زادہ ہوں یا فلاں قاری صاحب ہوں۔

دلیل نمبر۳۴۔ ایک اللہ والے نے فرمایا کہ جب طب جدید میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انسان خود اپنا علاج نہیں کرسکتا خواہ اس نے طب کی کثیر کتب پڑھی ہوں بلکہ اس کے لیے طبیب ضروری ہوتا ہے۔ جو اس کی پوشیدہ امراض کی تشخیص کرے۔ اور پیچیدہ امراض سے مطلع ہو جو اس کے لیے مخفی تھیں۔ تو امراض قلبیہ اور نفسانی بیماریوں کیلئے طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بیماریاں زیادہ خطرناک پوشیدہ اور دقیق ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی مرشد کامل صاحبِ اذن سے تزکیہ نفس اور ان بیماریوں سے چھٹکارا پانا مفید اور ضروری ہوتا ہے۔

دلیل نمبر۳۵۔ حضرت مسیح اللہؒ نے فرمایا۔ کہ جب کوئی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔ کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ تو سلسلہ کے تمام بزرگان دین کی روحیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں اور سب اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ اگر یہ بات مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ نہ بیان کرتے، کوئی اور بیان کرتا تو اس پر یقین بھی نہ آتا لیکن مولانا جلیل القدر عالم اور جلیل القدر بزرگ ہیں انہوں فرمایا کہ سارے اولیاء کی دعائیں اور توجہات سلسلہ میں داخل ہونے والے کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔

دلیل نمبر ۳۶۔ شیخ ہالیجویؒ نے فرمایا کہ بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں ایک آدمی

آتا تھا، اس نے کہا حضرت ستر سال ہوئے ہیں۔ کہ میں ساری رات عبادت عبادت کرتا ہوں اور نیند نہیں کرتا اور دن کے وقت روزہ رکھتا ہوں۔ میری حالت آپکی طرح کیوں نہیں ہوتی۔ آپ کی یہ حالت بھی عبادت کیوجہ سے ہوئی ہے اور اس عبادت کی وجہ سے اتنے مراتب اور مقام پیدا ہوئے ہیں۔ مگر میں اتنی عبادت بھی کرتا ہوں مگر کچھ نہیں ہوا۔ حضرت نے اس کا جواب دیا کہ تو نے جو عبادت کی ہے وہ شیطان کی غذا بن گئی ہے۔ خدا کا مقبول بندہ جو عبادت کرتا ہے تو وہ روح کو پہنچتی ہے۔ لیکن تو نے جو عبادت کی ہے وہ نفس تک پہنچی، روح تک نہیں پہنچی۔ وہ عبادت نفس ہی کھا گیا یہ اس لیے ہوا کہ تو نے عبادت خود ہی کی ہے کسی اہل اللہ سے پوچھ کر نہیں کی ہے۔ جو تجھے نفس کے مکر سے بچاتا۔ شیخ کے کہنے سے عبادت میں روح بڑھتی ہے۔

دلیل نمبر ۳۷۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی محبت کو حاصل کرنے کا ایک اور راستہ یہ بھی ہے کہ کیسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے۔ مقام محبت اپنے آپ کو کسی مرشد کامل کے حوالہ کئے بغیر عموماً حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس مقام کو حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ اور شیخ کامل ہی ان طریقوں کو پہچان سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۳۸۔ ایک اللہ والے نے فرمایا کہ سالک کی منزل کا قریب ترین راستہ یہ ہے کہ اہل دل کے دل میں جگہ پیدا کرے کیونکہ ان کا دل حق تعالی کی نظر کی جگہ ہے۔ اس لئے ان کے دل میں رہنے والا بھی ضرور حصہ پائے گا۔

دلیل نمبر ۳۹۔ امام الاولیاء احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا

☆ رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہیں علماء کرام ☆

☆ رنگ چڑھانے والے ہیں صوفیائے عظام ☆

دلیل نمبر ۴۰ ایک شیطانی فریب اور اس کا جواب

عام طور سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے۔ کہ مرشد کامل اس زمانے میں کہاں سے

لائیں؟ ہر طرف ہر طبقے میں دھوکہ فریب اور نام ونمود اور نمائش ہے۔ کھرے کھوٹے کی پہچان مشکل ہے۔علماء صلحاء اور درویشوں کے بیشمار تجربے اور ان کی غلطیوں کی طویل فہرست اس جگہ شیطان انسان کے سامنے کر کے اس کو مایوس کرنا چاہتا ہے۔ ہزاروں وکیلوں میں کوئی ایک قابل اعتماد واطمینان نظر آتا ہے۔لاکھوں تاجروں میں سچائی کی تجارت کرنے والے گنے چنے ہوتے ہیں ۔لاکھوں صنعت کاروں سے معاملہ ختم کیا۔ انہیں میں سے انتخاب اور تلاش کر کے کام چلایا جاتا ہے۔آج بازار میں نہ گھی خالص ملتا ہے۔اور نہ دودھ نہ آٹا مسالہ مگر اس کی وجہ سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے گھی اور دودھ کا استعمال چھوڑ دیا ہو یا آٹے کی بجائے کچھ اور کھانا شروع کر دیا ہو۔ ہزار کوششیں کر کے اسی فریب دھوکہ کے بازار میں سے تلاش کرنے والے خالص اور اچھی چیزیں نکال لاتے ہیں۔آج دین کے معاملہ میں یہی روش کیوں نہ اختیار کی جائے جب کہ دین کے معاملہ میں اللہ تعالی کا یہ وعدہ بھی ہے۔کہ صادقین کاملین قیامت تک رہیں گے۔اور تلاش کرنے والے ان کو ہر جگہ پائیں گے۔ (علامات محبت ص ۳۸۴)

﴿اہل اللہ کی صحبتوں کے فضائل وفوائد﴾

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے جو دعا فرمائی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ عنایت فرما۔راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غصہ ہے۔اور نہ ان کا جو گمراہ ہو چکے ہیں ۔انعام کن لوگوں پر ہو چکا ہے۔ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء ہیں۔۔صدیقین ہیں،شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور باقی تینوں ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔(**کونو مع الصا دقین**)یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔صادقین کے ساتھ ہونے کا چونکہ حکم الٰہی ہے اس

لیے اللہ تعالیٰ قیامت تک صادقین پیدا کرتے رہیں گے۔شھداء بھی ہر دور میں ہیں۔اور صالحین بھی۔صرف کتاب کے ذریعے حق و باطل کا واضح ہونا بھی بہت مشکل ہے۔اگر یہ واضح ہو بھی جائے تو عمل کی توفیق اکثر تب ملتی ہے جب صالحین کی صحبت میسر ہو کیونکہ انسان پر صحبت کا اثر لازم ہے۔ایک حدیث شریف ہے۔کہ بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔پھر والدین اسکو یہودی یا نصرانی بنادیتے ہیں۔اس لیے صالحین کی صحبت کے حاصل کرنے پر بہت زور ہے۔اور اس کے بالمقابل صحبت بد سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔بقول مولانا رومؒ

☆ یک زمانہ صحبتے با اولیاء ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء☆

اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔نیکوں کی صحبت اگر ایک گھڑی بھی نصیب ہو جائے تو وہ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

صحبت صالح کی مثال عطار کی دی گئی ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو بھی عطر کی خوشبو تو نصیب ہو ہی جاتی ہے۔اور صحبت بد کی مثال لوہار کی دکان سے دی گئی ہے کہ اور کچھ نہ بھی ہو تو دھواں تو پریشان کرتا ہی ہے۔اس لئے انسان کو ہمیشہ اپنی صحبت کا خیال رکھنا چاہئے۔نہیں تو نتیجہ بہت خراب ہوسکتا ہے۔بقول مولانا رومؒ

☆صحبت صالح ترا صالح کند ☆ صحبت طالح ترا طالح کند☆

مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنادے گی۔اسی طرح بد بخت کی صحبت تم کو بد بخت بنادے گی۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کا طالب ہو تو اس کو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے۔صحبت نیکاں کے متعلق یہ قطعہ بہت عجیب اور مناسب ہے۔

☆ گلے خشبو در حمام روزے رسید از دستے محبوبے بدستم

☆ بدو گفتم کہ مشکئی یا عبری کہ از بوئے دل آویز تو ہستم

☆ بگفتا من گلے ناچیز بودم ولاکن مدتے با گل نشستم

یعنی حمام میں ایک دن محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی، میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے کہ عنبر کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز اور معمولی مٹی ہی تھی۔ مگر ایک مدت تک پھول کے ساتھ میری صحبت رہی۔ میرے ہم صحبت کی خوبی نے مجھ پر اثر کیا۔ ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جیسی کہ پہلے تھی۔

(۱) کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہُ یھود انہ اوینصر انہ او یمجسانہ۔

یعنی ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی کر لیتے ہیں، عیسائی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں۔

دیکھیں اس میں صحبت کی کتنی زبردست تاثیر بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ انسان کی فطری استعداد تک کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔ یہ تو عام صحبت کا حال ہے۔ پھر مشائخ کی صحبتوں کا کیا پوچھنا جب کہ وہ اثر لینے اور اثر دینے یعنی توجہ اور ہمت والی شرائط اور آداب کے ساتھ ہوں۔

قول نمبر ۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے۔ برے لوگوں کی ہمنشینی سے تنہائی بہت زیادہ بہتر ہے۔ اور تنہائی سے صالح لوگوں کی صحبت بہ درجہا بہتر ہے۔

قول نمبر ۳۔ حضرت مجددؒ کا قول ارشاد فرمایا کہ بدن کے قرب کا دلوں کے قرب پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابیؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

قول نمبر ۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحبؒ کا قول ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہؓ غیر صحابہ سے افضل ہیں۔ حالانکہ علم و عمل میں صحابہ مشارکت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ صحابہؓ نے راہ خدا تعالیٰ میں جو نصف صاع جو خرچ فرمایا ہے اگر دوسرا احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو دونوں برابر نہیں۔ یہ فرق ان باطنی کمالات کی بناء پر ہے جو ان کو حضرت رسول کریم ﷺ کے فیض صحبت سے حاصل ہوئے تھے۔

قول نمبر۵۔ایک اللہ والے نے فرمایا۔

سگِ اصحاب کہف روزے چند
پائے نیکاں گرفت و مردم شد
پسر نوح با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد

اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کی تو اس کے نام کا بھی نیک مردوں کے ساتھ ہوا لیکن نوحؑ کا بیٹا برے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تو وہ خاندان نبوت سے نکال دیا گیا۔(یعنی بیٹا ڈوبنے لگا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالی سے سفارش کی تو اللہ نے فرمایا کہ اے نوحؑ چونکہ اس کا عمل غیر صالح ہے اس لیے یہ تمہارے اہل میں شامل نہیں۔حدیث پاک ہے۔المرء مع من احب "آدمی (روز حشر) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

نیست ہرگز نفس کش جز ظل پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

پیر کے سائے کے بغیر نفس کشی مشکل ہے اس لیے اس نفس کش یعنی پیر کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔بیعت کی اصل ہی رفاقت اور شیخ ومرشد کی صحبت ورابطہ ہے۔حق تعالیٰ جل شانہ تک رسائی کا زینہ بھی اہل اللہ کی صحبت ہی ہے۔

قول نمبر٦۔ایک اللہ والے نے دوران مجلس فرمایا کہ سیمرغ ایک پرندہ ہے۔جو کوہ قاف میں ہوتا ہے۔انڈے دیتا ہے اور برفباری کے زمانے میں اپنے انڈے وہیں چھوڑ کر گرم مقامات کی جانب اڑ جاتا ہے۔مگر اپنے انڈوں سے غافل نہیں رہتا۔بلکہ توجہ غائبانہ اور اپنے خیال کی قوت سے انہیں سیتا رہتا ہے۔جب برفباری کے اختتام کے بعد واپس آتا ہے تو بچوں کو انڈوں سے نکلا ہوا پاتا ہے پھر وہ ان کو اڑنا اور پرواز کرنا سکھلا دیتا ہے۔جب کہ حق تعالیٰ نے اس پرندہ کو

اس درجہ قوت متخیلہ عطا فرمائی ہے تو کیا انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اتنی قوت بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ کہ اپنی قوت خیال اور قوت توجہ سے مریدین کی غائبانہ تربیت کرتا رہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ شیخ کامل کی توجہ غائبانہ سے مریدین کی تربیت برابر ہوتی رہتی ہے۔

قول نمبر ۷۔ ایک اللہ والے نے فرمایا۔

☆ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا☆
☆گو نشیند در حضورِ اولیاء☆

اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حضوری چاہتا ہے۔ تو اس سے کہو کہ اولیا اللہ کی صحبت اختیار کرے۔

☆اندرین عالم نیرزی باخسے☆
☆تانیاویزی بہ داماں کسے☆

اس جہان میں تیری قیمت ایک تنکے کے برابر نہیں ہوگی۔ جب تک کہ تو کسی مرد کامل کے دامن سے وابستہ ہو کر زندگی نہ گزارے۔

قول نمبر ۸۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ میں اہل اللہ کی صحبت فرض عین قرار دیتا ہوں۔ کیونکہ اصلاح نفس بدون صحبت اہل اللہ کی عادۃً محال ہے۔ اور جب اصلاح نفس فرض ہے تو مقدمہ فرض کا بھی فرض ہوتا ہے۔ بھلا فرض کا موقوف علیہ کیونکر فرض نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اپنے نفس کی اصلاح فرض عین ہے۔ اسی طرح جسمانی امراض کا علاج سنت موکدّ یہ ہے اور روحانی امراض کا علاج فرض عین ہے۔ حالانکہ لوگ جسمانی امراض کے علاج کو لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر روحانی علاج کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتے اہل اللہ کی صحبتوں کی برکات سے انسان ہزاروں گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

قول نمبر ۹۔ جس کو صحبت شیخ کی ضرورت ہو۔ اس کے لیے نفلوں وغیرہ سے صحبت میں حاضر رہنا افضل ہے۔ خواہ کچھ پڑھتا رہے۔ یا خاموش بیٹھا رہے۔ ہاں جب وہ کچھ بیان کرے تو

متوجہ ہوکر سنے۔

قول نمبر۱۰۔حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں ۔حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکراللہ میں یہ صفت ہونی چاہیئے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے۔فرمایا کہ کام بنادیگا تو ذکراللہ ہی بنا دے گا۔لیکن اللہ کی عادت یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے صرف ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔جس طرح کہ کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی۔لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی۔

قول نمبر۱۱۔ایک اللہ والے نے فرمایا۔

☆آہن کہ بپارش آشنا شد☆
☆فی الحال صورت طلا شد☆

جو لوہا پارس کی پتھری سے ملا۔فوراً سونا بن گیا۔اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے انسان اللہ والا بن جاتا ہے۔

☆صحبت نیکان اگر یک ساعت است☆
☆بہتراست صد سالہ زہد وطاعت است☆

نیکوں کی صحبت اگرایک گھڑی بھی میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد وطاعت سے بہتر ہے۔ کیونکہ نیک صحبت کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔

☆ہر کہ خواھد ہمنشینی باخدا☆
☆گو نشیند در حضور اولیاء☆

جو شخص خدا کی ہمنشینی کا طالب ہو اس سے کہو کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھا کرے۔

قول نمبر۱۲۔حضرت مجدد ملت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں تو اس زمانہ میں اہل اللہ کی

صحبت کو فرض عین کہتا ہوں ۔اور فتویٰ دیتا ہوں ۔کہ اس زمانہ میں اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرض عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے ،اس تعلق کے بعد بفضلہٖ کوئی جادو اثر نہیں کرتا۔

قول نمبر ۱۳۔حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ۔کہ صحبت شیخ اور اتباع سنت اگر یہ دونوں کسی میں ہوں تو اس کے ظلمات بھی انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک بھی غائب ہو تو اس کے انوار بھی ظلمات ہیں ۔

قول نمبر ۱۴۔شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں ۔(انفاس عیسٰی)

قول نمبر ۱۵۔جس وقت تک نیک صحبت کی خاطر کسی بزرگ کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو اور اپنے قرب وجوار کے علاقہ میں کوئی ایسا شخص نہ ہو تو روزانہ کچھ وقت نکال کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات (جو میسر ہو سکیں) کا مطالعہ با قاعدگی سے کیا کرے ۔انشاءاللہ العزیز ان کا مطالعہ نیک صحبت کا نعم البدل ثابت ہوگا۔اور ساتھ ہی کچھ دیر ذکر کر لیا کریں تو نور علی نور ہے۔

قول نمبر ۱۶۔حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ دو عالم ہمارے پاس ہوں ایک تربیت اور صحبت یافتہ ہو۔دوسرا صحبت یافتہ نہ ہو۔پانچ منٹ میں ہم خود بتا دیں گے کہ یہ صحبت یافتہ ہے۔اور یہ صحبت یافتہ نہیں ۔بدون تربیت یافتہ مولوی کے ہر لفظ میں آنکھوں کے تیور ہیں ۔کندھوں کے نشیب وفراز میں ،رفتار میں گفتار میں کبر نفس کے آثار ہوں گے ۔اور جس نے نفس کو صحبت اہل اللہ کے ذریعہ مٹایا ہے اس کی ہر بات ہر ادا میں عبدیت ،فنائیت اور تواضع کے آثار ہوں گے ۔

☆

قول نمبر ۱۷۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادیؒ نے فرمایا کہ جب ہم دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت کشمیری صاحب نے ہم سب طلباء کو جمع کر کے نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھو خواہ کتنی بار ختم بخاری شریف کرلو مگر جب تک اللہ والوں کی جوتیاں نہ سیدھی کرو گے اوران کے صحبت نہ اختیار کرو گے حقیقت اور روح علم سے محروم رہو گے۔ اور جوش میں فرمایا اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات سلاطین دنیا کے تاجوں کے موتی سے افضل ہیں۔

قول نمبر ۱۸۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے۔ کہ سو برس کی اخلاص والی حیات سے اہل اللہ کی ایک ساعت کی صحبت کیوں افضل ہے؟ اس لیے کہ اخلاص ملتا ہی ہے ان حضرات کی صحبت کی برکت سے، تو سو برس کی عبادت اخلاص والی کہاں سے ملے گی؟ انہی حضرات کی صحبت کی برکت سے تو ملے گی۔

قول نمبر ۱۹۔ شیخ ابو طالب مکیؒ نے قوت القلوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک سالک نے ایک عارف باللہ سے عرض کیا کہ میں خدا سے بہت غافل ہوں۔ نیکیوں کی طرف سست اور بہت کاہل ہوں۔ کوئی نصیحت فرمایئے کہ میں اس کی تلافی کروں۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”بھائی اگر تو اولیاء اللہ سے محبت کر سکے اوران کی صحبت اور قربت حاصل کر سکے تو فوراً کر شاید وہ تجھے اپنے دل میں رکھ لیں۔ کیونکہ اللہ تعالی ہر روز ستر بار اپنے اولیاء کے قلوب پر نظر رحمت فرماتا ہے۔ شاید کسی دن اس محبت کی وجہ سے جو تو ان سے رکھتا ہے۔ تیری جانب بھی نظر رحمت سے دیکھ لے اور تجھے دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے پناہ دے دے۔

قول نمبر ۲۰۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اس شعر کا کیا مفہوم ہے؟

☆ یک زمانے صحبتے با اولیاء ☆

☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء ☆

کہ فرمایا صحبت اولیا میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے

خروج عن الاسلام (دائرہ اسلام وایمان سے نکل جانا) کا احتمال نہیں رہتا۔خواہ گناہ اورفسق وفجور سب کچھ اس سے واقع ہو جاوے لیکن ایسانہیں ہوتا کہ دائرٔاسلام سے خارج ہو جاوے ۔مردودیت تک نوبت کبھی نہیں پہنچتی ۔ برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ (کمالات اشرفیہ)

قول نمبر۲۱۔اسی طرح اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں اگرکوئی سوبھی جائے ۔تہجد بھی نہ پڑھے تو بھی قلب میں نور پہنچ جائے گا۔سائنسدانوں کے نزدیک تو انسانوں کی سانس میں کاربن ڈائی اکسائیڈ ہوتی ہے ۔لیکن انبیاءؑ کی سانس میں اور اولیاء اللہ کی سانس میں صرف کاربن ڈائی اکسائیڈ نہیں ہوتی ۔انکے پاکیزہ انوار کو سائنسدان کیا جانیں ۔انفاس نبوت صحابہ ساز ہوتے ہیں اورانفاس اولیاء اولیا ساز ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں اللہ کا نور بھرہوا ہے۔ جلے بھنے دل سے جو سانس نکلتی ہے اس میں وہ انوار شامل ہوتے ہیں۔ جو دوسرے دلوں میں نفوذ کر جاتے ہیں۔

قول نمبر۲۲۔حضرت مولانا حکیم محمد اختر دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آج ہمارا حال مختلف ہے۔اللہ والوں کی مجلس سے ہم بھاگتے ہیں۔ہم جس ماحول میں رہتے ہیں۔وہ گناہ وعصیان کا ماحول ہے۔گردوپیش سے عام انسان تو عام انسان ہے''ولی'' بھی متاثر ہوجاتا ہے۔سینما اور گانوں کی آواز'' دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں عادوثمود کی بستی سے جب گزرہوا تو حضورﷺ نے منہ چھپالیا اور صحابہؓ کو جلدی سے گزرجانے کے لیے فرمایا۔دیکھئے ماحول کا اثر حضورﷺ کی نگاہ میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟اسی لئے کہا جاتا ہے۔کہ برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو،نورانیت پیدا ہوگی۔اوراچھے اثرات پڑیں گے۔

قول نمبر۲۳۔شیخ الاسلام ابراہیم باجوریؒ''جوہرہ توحید'' کی شرح میں فرماتے ہیں۔

☆وکن کما کان خیارا الخلق☆
☆حلیف حلم تابعا للحق☆

''یعنی اخلاق کے ساتھ متصف ہوجا جن پر بہترین لوگ کاربند رہے''

پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر ریاضت کی منازل طے کرنا زیادہ منافع بخش ہے۔ کیونکہ صوفیاء کرام رحمھم اللہ کا قول ہے فرماتے ہیں۔ کہ'' ہزار آدمیوں کے لیے ایک مرد کامل کا حال ایک ہزار آدمیوں کے وعظ سے بہتر ہے۔'' سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے شیخ کامل کی اتباع کرے جو قرآن وسنت کو جاننے والا ہو یعنی بیعت کرنے سے پہلے اسے پرکھ لے۔ اگر وہ قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو تو اس کی صحبت کو لازم پکڑے اس کے حضور مؤدب رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی توجہ سے اس کا دل صاف ہوجائے۔ اللہ تعالی ہی ہدایت کا والی ہے۔

قول نمبر ۲۴۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اپنے تجربہ کی بنا پر فرماتے ہیں کہ ذی علم لوگ میرے پاس اصلاح کے لیے آتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے'' وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ انہوں نے صرف علم دین کی کتابوں کو پڑھا ہے مگر کسی اہل اللہ کی صحبت اختیار نہیں کی اور

☆درکنز و ہدایہ نتوان یافت خدارا☆

بقول اکبر الہ آبادی مرحوم

☆نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا☆
☆دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا☆

واقعی بڑی کتابوں سے کوئی کامل مکمل نہیں ہوا، ہاں مکمل ہوجاؤ گے یعنی کمبل پوش باقی کامل اور مکمل بغیر صحبت کے نہیں ہوتے۔

☆کورس تو لفظ سکھاتے ہیں☆

☆آدمی آدمی بناتے ہیں☆

قول نمبر ۲۵۔حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے فرمایا حضرت سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے کہ جس عالم نے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اخلاق کو پاک وصاف نہیں کیا ہوتو وہ اپنے وقت کا مغرور ومتکبر ہوگا۔اوراس کے علم سے خلق خدا کو فائدہ نہیں ہوگا۔بسا اوقات اس سے نقصان ہی ہوگا۔

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ جب طب جدید میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انسان خود اپنا علاج نہیں کرسکتا خواہ اس نے طب کی کثیر کتب پڑھی ہوں بلکہ اس کے لیے طبیب ضروری ہوتا ہے۔جواس کی پوشیدہ امراض کی تشخیص کرے۔اور پیچیدہ امراض سے مطلع ہو جواس کے لیے مخفی تھیں۔توامراض قلبیہ اورنفسانی بیماریوں کوطبیب کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔کیونکہ یہ بیماریاں خطرناک پوشیدہ اوردقیق ہوتی ہیں۔اس لیے کسی مرشد کامل صاحب اذن سے تزکیہ نفس اوران بیماریوں سے چھٹکارا پانا مفیداورضروری ہوتا ہے۔

قول نمبر ۲۶۔حضرت مسیح اللہؒ نے فرمایا کہ جب کوئی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہےتو سلسلہ کےتمام بزرگان دین کی روحیں اس کی طرف متوجہ ہوجاتی ہیں۔ اورسب اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔اگر یہ بات مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ نہ بیان کرتے ،کوئی اور بیان کرتا تواس پر یقین بھی نہ آتا لیکن مولانا جلیل القدر عالم اورجلیل القدر بزرگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ سارےاولیاء کی دعائیں اورتوجہات سلسلہ میں داخل ہونے والے کےساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔

قول نمبر ۲۷۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ اگرکوئی شخص اللہ تعالی سے ملنے کا راستہ تلاش کرے اوراس راستہ پر چلنا شروع کردے تواس کو مناسب ہے کہ ایسے شخص کو ڈھونڈے جواللہ تعالی کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو۔بس اس کے دروازہ پر جاپڑے اورجیسا کچھ وہ کہے

اس کے موافق کام کرے۔کتاب اکابر کے وصایا میں لکھا ہے کہ بعض سانپوں میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ جب کسی انسان پر نظر ڈالتے ہیں۔یا کوئی انسان ان کی طرف دیکھ لے تو وہ شخص مرجاتا ہے (اس تاثیر کو برداشت نہیں کرسکتا) تو پھر کیا بعید ہے کہ بعض بندوں میں (منجانب اللہ) دلوں کو زندہ کرنیکی قوت پیدا ہو جائے۔

قول نمبر ۲۸۔شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹے تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ عبدالقادر صاحبؒ مسجد فتح پوری دہلی میں کئی گھنٹے ذکر وتلاوت میں مصروف تھے۔تلاوت اور ذکر اللہ کا نور دل سے چھلک کر آنکھوں میں آرہا تھا جب نور سے دل بھر جاتا ہے۔تو چہرہ سے جھلکنے لگتا ہے۔یہ ہے:

سیما ھم فی وجو ھھم من اثر السجود

سیما کیا چیز ہے؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ھو نور یظھر علی العابدین یبدوا من باطنھم الی ظاھر ھم اللہ والوں کا باطن جب نور سے بھر جاتا ہے تو ان کے ظاہر سے جھلکنے لگتا ہے۔عبادت کا نور اللہ کی محبت ومعرفت کا نور ان کی آنکھوں میں آ گیا تھا۔جیسے ہی مسجد سے باہر نکلے تو سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔وہ قلب جو انوار الٰہیہ سے بھرا ہوا تھا اور جس کے انوار آنکھوں سے چھلک رہے تھے۔وہ اس کتے پر پڑ گئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا۔دہلی کے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے۔حکیم الامت ؒ نے ہنس کر فرمایا کہ ظالم تمام کتوں کا پیر بن گیا۔پھر حضرتؒ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ ہائے جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔شرط یہ ہے کہ دل سے اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔تو انشاء اللہ تعالی کوئی محروم نہیں رہ سکتا۔

قول نمبر ۲۹۔ مجوسی کا ہاتھ کیوں نہیں جلا

ایک بزرگ کہیں جارہے تھے۔راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔انہوں نے پوچھا،تم کون ہو؟ کہنے لگا، میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں ۔دونوں نے مل کر سفر شروع کردیا۔راستہ میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے ۔اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں ۔آگ تو خدا نہیں،خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔وہ نہ مانا،آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا۔انہوں نے فرمایا،اچھا اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں ۔اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں ۔جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی۔وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی۔آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب یہ پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا۔بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالی میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائے گا۔جس سے دین اسلام کی شان وشوکت بھی واضح ہو جائے گی۔لیکن اللہ کی شان، کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ ہی اس آتش پرست کا۔وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے ۔کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔چنانچہ وہ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوئے ۔اور عرض کیا،اے اللہ! میں سچے دین پر تھا۔تم نے مجھ پر رحمت فرمادی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرمالیا۔یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا۔آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی ۔جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالی نے ان کے دل میں یہ القا فرمائی کہ میرے پیارے !ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔سبحان اللہ ،اللہ تعالی نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں مجوسی تو پکا کافر تھا۔مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ نجات نصیب ہوئی تو اللہ تعالی نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرمادیا۔

☆

(علامات محبت)

قول نمبر۳۰ ملاعلی قاریؒ ۔ ولی کا گاؤں پر گزرنے کی برکت

لو مرّولی من اولیا اللہ تعالی ببلدۃٍ لنال برکۃ مرورہ اھل تلک البلدۃ

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں ۔اگر کسی شہر سے کوئی ولی اللہ کوئی صاحب نسبت گزر جائے اوراس کو وہاں قیام کا موقع نہ ہوتو اس شہر والے اس کے گزرنے کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے۔

(فیضان محبت،ص۔۱۲)

قول نمبر۳۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ صالحین سے محبت کرنے والوں کو کیا انعام ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ان پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی۔

(حلیۃ الاولیاء)

قول نمبر۳۲: ازمؤلف

سپے دا صحاب کھفو د نیکانو د صحبت سره
دا به هم جنت ته ځی ملګرو ډیر عزت سره
ځوی د پیغبر کنعان د نوح علیه السلام چه وو
لاړو جهنم ته د بدانو محبت سره
(ملنگ نقشبندی)

﴾راہ سلوک کے آداب﴿

ہر راہ کے راہی اور ہر سفر کے مسافر کے لیے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں۔جن کی رعایت اور پابندی کرنے سے منزل پر پہنچنا آسان ہوتا ہے۔جو شخص ان شرائط کو ملحوظ نہ رکھے بلکہ ان اصول وضوابط سے انحراف کرے اسے منزل پر پہنچنے میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔کبھی تو راستے

سے بھٹک کر در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔اور کبھی چوروں ڈاکوؤں سے لٹ پٹ کر مال ومتاع سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔وصول الی اللہ کی منزلیں طے کرنے والے سالکین طریقت کے لیے بھی معاملہ اسی طرح ہے۔جو سالک آداب کی پابندی نہ کرے بسا اوقات وہ ساری عمر اس راستے کی بھول بھلیوں میں گزار دیتا ہے۔اور کبھی نفس وشیطان کے ہتھے چڑھ کر اعمال وایمان کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے۔احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان تمام آداب کی پابندی کی جائے جو منزل کا نشان پانے والے واصلین اور جمال یار کا مشاہدہ کرنے والے مقربین نے متعین کر دیئے ہیں۔

☆ نگاہ دار ادب در طریق عشق ونیاز ☆
☆ کہ گفتہ اند طریقت تمام آداب است ☆

عشق و نیاز کی راہ میں ادب کی خوب رعایت کر۔کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے۔کہ طریقت تمام تر آداب ہی ہے۔

﴿طریقت کے آداب﴾

طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ طریقت کے آداب کو ہر وقت ملحوظ رکھے۔

ادب نمبر ا۔سالک کو چاہیئے کہ لوگوں کی صحبت اور دنیوی تعلقات سے علیٰحدہ ہو جائے اوراخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہوجائے۔اسکا مطلب رہبانیت نہیں بلکہ دست بکار و دل بیار ہے۔

ادب نمبر ۲۔سالک اپنے آپ کو عام لوگوں کی محفلوں سے دور رکھے تو یہ نیت کرے کہ میں لوگوں کو اپنی برائی اور ایذا رسانی سے بچاتا ہوں۔یہ ہرگز نہ سوچے کہ میں اچھا ہوں اور لوگ برے ہیں اگر ایسا سوچے گا تو مردود ہوجائے گا۔

ادب نمبر ۳۔سالک کو چاہیئے کہ سلوک سے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی نیت

ہو۔اگر شیخ ومقتدا بننے کی نیت کرے گا تو شرک کا مرتکب ہوگا۔اور تباہ وبرباد ہوجائے گا۔

ادب نمبر۴۔سالک کو اگر مقصد میں جلدی کامیابی نہ ہوتو دل تنگ نہ ہو۔اور صبر ومسکینی کو اپنائے رکھے۔

ادب نمبر۵۔سالک کے پاس اپنی حاجات سے زیادہ مال ہوتو اسے فقراء میں تقسیم کرکے آخرت کا ذریعہ بنائے۔

ادب نمبر۶۔سالک کو چاہئے کو لذیذ طعام،لذیذ مشروبات اور لہو ولعب کو ترک کرے اور ذکر کی لذت حاصل کرنے کا طالب بنے۔

ادب نمبر۷۔سالک اپنی خوشحالی پر خوش ہوکر اترائے نہیں۔تنگ حالی سے تنگ ہوکر گھبرائے نہیں بلکہ تقسیم الٰہی پر راضی رہے۔

ادب نمبر۸۔سالک اپنے اسلاف کو کبھی کم نظری اور حقارت سے نہ دیکھے۔

ادب نمبر۹۔سالک اپنے آپ کو مزامیر اور گانے بجانے وغیرہ سے بچائے اور قرآن مجید کی لذت پانے کا متمنی رہے۔

ادب نمبر۱۰۔سالک کو چاہئے کہ لوگوں کی تعریف کرنے اور نیک کہنے سے مغرور نہ ہو۔بلکہ اسے آزمائش سمجھے۔

ادب نمبر۱۱۔سالک اپنے آپ کو تمام مخلوق سے کم تر اور حقیر سمجھے کیونکہ مخلوق کی باطنی خوبیوں سے یہ آگاہ نہیں ہے۔

ادب نمبر۱۲۔سالک اگر کوئی ناشائستہ کام کر بیٹھے تو اپنے نفس کو سزا دے مثلاً اسکی مرغوب روک لے اور اسے مجاہدہ ومشقت میں ڈالے۔

ادب نمبر۱۳۔سالک کو چاہیے کہ زمانے کے احوال اور دنیا کی باتوں کو جاننے کے لیے اخبار بینی وغیرہ سے پرہیز کریں۔اس سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔اور قلب کی توجہ مقصود اصلی

سے ہٹ جاتی ہے۔

ادب نمبر١٤۔سالک کو چاہیئے کہ عاجزی اور خواری میں اپنی عزت جانے اور ظاہر کی بربادی میں اپنے باطن کی آبادی سمجھے۔

☆پارہ پارہ کرد درزی جامہ را☆
☆کس زنداں درزی علامہ را☆

(درزی کپڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے پھرانکو حسین لباس میں تبدیل کردیتا ہے مگر کوئی اس پر طعن نہیں کرتا بلکہ قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔)

ادب نمبر١٥۔اگر سالک پر کوئی ظلم کرے تو یہ بدلہ لینے کا خواہاں نہ ہو۔ بلکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرکے صبر کرے۔ بنی اکرم ﷺ نے کفار سے پتھر کھا کران کے لیے دعائیں کی ہیں

ادب نمبر١٦۔ سالک کو چاہیے کہ جب بھوک لگے تب کھائے ، جب نیند آئے تب سوئے عادتاً کھانے اورسونے سے پرہیز کرے۔

ادب نمبر١٧۔سالک کو چاہیے کہ ذکراللہ کی کثرت کرے اورنفس کے حیلوں میں نہ آئے۔

ادب نمبر١٨۔ سالک کو چاہئے کہ اپنی عبادت اورنیکی کی تعریف نہ کرے بلکہ دل میں پسندیدگی کا خیال بھی نہ لائے۔

ادب نمبر١٩۔سالک کو چاہئے کہ کرامات کا طالب نہ ہواگر کرامت سرزد بھی ہوجائے تو اسے اپنے عیوب کی مانند چھپائے اپنا امتحان سمجھے۔

ادب نمبر٢٠۔سالک کو چاہیئے کہ اہل دنیا سے ہرگز میل جول نہ رکھے فقراء کی صحبت اختیار کرے۔

ادب نمبر٢١۔سالک کو چاہیئے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے۔اس سے دنیا سے بے

تعلقی پیدا ہوتی ہے۔

ادب نمبر۲۲۔سالک کو چاہئیے کی ضروریات دین کا علم لازماً حاصل کرے اور بے علم اور جاہلوں سے دور رہے۔

ادب نمبر۲۳۔سالک کو چاہئیے کہ سوائے اپنی زوجہ کے کسی کو بھی شہوت کی نظر سے نہ دیکھے۔

ادب نمبر۲۴۔سالک کو چاہئیے کہ اپنے اندر اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

ادب نمبر۲۵۔سالک کو چاہئیے کہ رزق حلال اور صدق مقال کو اپنے فرائض میں سے جانے۔

☆علم و حکمت زاید ازنان حلال☆
☆عشق و رقت آید از نان حلال☆

(رزق حلال سے علم وحکمت میں اضافہ ہوتا ہے۔رزق حلال سے عشق و رقت حاصل ہوتی ہے)

ادب نمبر۲۶۔سالک کو چاہئیے کہ اپنی تنگدستی اور تکلیف کو حتی الوسع کسی پر ظاہر نہ کرے اگر چہ مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔

ادب نمبر۲۷۔سالک کو چاہئے کہ امانت میں خیانت نہ کرے۔منافقت سے دور رہے۔ایسا نہ ہو۔کہ ظاہر میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور باطن میں دشمن ہو۔

ادب نمبر۲۸۔سالک کو چاہئے کہ اپنی خوبیوں اور دوسروں کی خامیوں پر نظر نہ کرے۔

﴿آداب مرشد﴾

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔"لا تقد موا بین یدی اللّٰہ ورسولہ"
(الحجرات: آیت 1)

اللہ اور اس کے رسولؐ سے سبقت نہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:"لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"
(الحجرات: آیت 2)

اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو۔ان آیات بینات کا مقصود مومنین کو آداب کی تعلیم دینا ہے۔حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔"ادبنی ربی فاحسن تادیبی" [میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا]اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کیلئے آداب کی رعایت لازمی ہے۔بقول شخصے۔

☆خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا☆
☆ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں☆

حضرت ابوحفص نیشاپوریؒ کا قول ہے۔"التصوف کلہ ادب" "تصوف سراسر ادب ہے کسی شاعر نے کہا۔

"ادبوا النفس ایھا الا صحاب طرق العشق کلھا اداب"
[اے دوستوں اپنے نفس کو ادب سیکھاؤ۔کیونکہ عشق کے سب راستے آداب ہی ہیں]

درج ذیل میں چند آداب بیان کئے جاتے ہیں جن کی پابندی ہر سالک کے لئے ازحد ضروری ہے جو سالک جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھے گا اتنا جلدی ترقی پائے گا۔اگر آداب کو پڑھ کر غفلت برتے گا تو باطنی نعمتوں سے بھی محروم رہے گا۔ یہ آداب حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ سے منقول ہیں۔شجرہ طیبہ سے انہیں من وعن نقل کیا گیا ہے۔اورتشریح کیلئے"فائدہ" کے

عنوان سے کچھ اضافہ کردیا ہے تاکہ سالکین کو آسانی سے بات سمجھ آسکے۔ گویا بامر مجبوری قالین کو ٹاٹ کا پیوند لگا دیا گیا ہے۔

ادب ۱:- مرشد کی ظاہری حیثیت ،قومیت ،حشمت وشوکت اور پیشہ وغیرہ پر نظر نہ کرے اور اسے حقیر نہ جانے۔ بلکہ اس نعمت اور فیضان کو جو اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عنایت کیا ہے نگاہ میں رکھ کر اسے حق تعالیٰ کی معرفت کا وسیلہ سمجھے اور کمالِ صدق ویقین سے اسکی صحبت کا فیض اٹھائے اور شیخ کی باطنی دولت کو پیش نظر رکھے۔ حقیقت یہی ہے کہ پیاسے آدمی کو ٹھنڈے پانی پینے سے غرض ہوتی ہے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ پانی مٹی کے پیالے میں ہے کہ سونے چاندی کے چمکتے برتن میں۔ رہی بات قومیت کی ،تو ارشاد باری تعالیٰ ہے "وجعلنکم شعو با وقبائل لتعارفوا ط ان کرمکم عنداللّٰہ اتقکم" (الحجرات آیت 113)

☆ ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے ہاں عزت والا متقی پرہیزگار ہے ☆ روایت ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے جب حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت کی تو ایک صاحب نے کہا، "شاہ صاحب! آپ نے سید ہو کر ایک جاٹ سے بیعت کی ہے" حضرت شاہ صاحب نے فرمایا، "میں جٹ دا بنا ساواڈھا اے" "میں نے زمیندار کی کھیتی سرسبز وشاداب دیکھی ہے، لہٰذا بیعت کی ہے۔"

☆ ادب ۲:- شیخ کو اپنے حق میں سب سے انفع (زیادہ نفع پہنچنے کا ذریعہ) سمجھے اور یہ اعتماد رکھے کہ میرا اصلاح باطن اور حصول معرفت کا مطلب اسی مرشد سے باآسانی حاصل ہوگا۔ ہرجائی نہ بنے اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو فیض وبرکات سے محروم رہے گا۔"

ادب ۳:- ہر طرح سے مرشد کا مطیع وفرنبردار رہے۔ کیونکہ پیر کی عقیدت اور محبت کے بغیر فیض کا در نہیں کھلتا۔ اور محبت کا تقاضا اطاعت وخدمت ہے۔

ادب ۴:- حسب استطاعت جان ومال سے شیخ کی خدمت کرے اور اس پر احسان نہ

جتلائے بلکہ شیخ کا احسان سمجھے کہ اس نے خدمت کو شرف قبولیت بخشا۔ شیخ سے کسی قسم کی طمع یا مطالبہ نہ رکھے جتنی بھی خدمت کرے خلوص وللہیت سے کرے تا کہ کمال ایمان سے بہرہ مند ہو۔

ادب۵:- مرشد کے فرمان کو فوراً بجالائے۔ اس کے فعل کی اقتداء اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کی مناسبت سے کام کرتا ہے۔ جو مرید کیلئے اس کی استعداد سے عالی ہونے کی وجہ سے مضر ہوتا ہے البتہ قولی متابعت اختیار کرتا رہے تا کہ پیر سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے۔

ادب ۶:- مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فرض وسنت کے سوا نفل نماز یا کوئی اور وظیفہ اسکی اجازت کے بغیر نہ پڑھے بلکہ اس کی صحبت کیمیا اثر کو غنیمت سمجھے تا کہ شیخ کی نگاہ شفقت حاصل ہو۔ اس کے فیض باطن سے حصہ ملے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی موجودگی میں وقوف قلبی کی بجائے رابطہ قلبی (شیخ کے قلب سے مربوط رہنا) زیادہ مفید ہے۔

ادب ۷:- شیخ کی صحبت میں باادب ہو کر نہایت عاجزی سے خاموش بیٹھا رہے۔ اور اس کے کلام قدسی کو نہایت غور سے سنتا رہے ادھر ادھر نہ دیکھے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے بوقت ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ سے جواب کا منتظر رہے۔ گفتگو آہستگی اور نرمی سے کرے نیز اپنی آواز مرشد کی آواز سے بلند نہ کرے۔ کوئی بات ایسی نہ کہے جو پیر کی سُبکی اور گرانی کا سبب بنے۔

ادب ۸:- پیر کی مجلس میں اپنے آپ کو کسی طرح ممتاز نہ کرے اور اپنے تئیں حقیر، نیاز مند، تشنگی، اور طلب سے بھرا ہوا ظاہر کرے۔

ادب ۹:- مرشد کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے اس کے مصلیٰ پر پاؤں نہ رکھے۔

ادب ۱۰:- بلا اجازت اس کے سامنے کھانا نہ کھائے نہ پانی پیئے نہ وضو کرے اور نہ اس

کے برتن استعمال کرے۔اس کی طہارت اور وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔ جو آداب شیخ کے روبرو بجالاتا ہے وہی پیچھے بھی بجالائے تاکہ اخلاص نصیب ہو۔

ادب ۱۱:- جس جگہ مرشد بیٹھا ہوا ہو اس طرف پاؤں نہ پھیلائے اس کی طرف منہ کر کے نہ تھوکے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

ادب ۱۲:- شیخ کے سایہ پر قدم نہ رکھے اور حتی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

ادب ۱۳:- شیخ کے آگے نہ چلے اور پیچھے چلنے میں شرم نہ کرے بلکہ سعادت سمجھے۔

ادب ۱۴:- جب شیخ کھڑا ہو تو مرید بھی کھڑا ہو جائے اور اس کے بیٹھنے کے بعد بیٹھے۔

ادب ۱۵:- شیخ کے روبرو اور پس پشت یکساں رہے۔اپنا ظاہر و باطن ایک طرح پر رکھے یعنی دل اور زبان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ رکھے۔

ادب ۱۶:- مرشد کے تمام اقوال وافعال کو راست جانے اور اعتراض نہ کرے دل میں شک وشبہ نہ لائے۔اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا قصہ یاد کرے۔

ادب ۱۷:- شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے دل تنگ نہ ہو اور بدگمانی کو راہ میں نہ آنے دے کیونکہ شیخ کی سختی طالب کیلئے صیقل کا کام کرتی ہے۔

ادب ۱۸:- دل میں کوئی شبہ گزرنے کی صورت میں فوراً مناسب طریقے سے عرض کر دے اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنی فہم کا قصور سمجھے۔اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو جان لے کہ میں جواب کے لائق نہ تھا۔

ادب ۱۹:-مباحثے اور جھگڑے وغیرہ کی صورت نہ بنائے۔مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگرچہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

☆

ادب ۲۰:- شیخ کے روبرو بیہودہ باتیں نہ کرے اور نہ ہی کسی کے عیوب بیان کرے۔

ادب ۲۱:- مرشد کے قرابت داروں اور عزیزوں سے محبت ومودت رکھے۔اس کے دوستوں محبوبوں اور نیز پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اس کی بدگوئی اور اس کے مخالفوں سے دور رہے تاکہ استقامت حاصل ہو۔

ادب ۲۲:- اپنے احوال باطنی (اچھے ہوں یا برے) مرشد کے سامنے عرض کرے کیونکہ مرشد طبیب روحانی ہے اطلاع کے بعد اصلاح کرے گا۔مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے سکوت نہ کرے۔

ادب ۲۳:- خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد کی خدمت میں عرض کرے اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی بیان کرے

ادب ۲۴:- جو ورد وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو اپنائے اس کے علاوہ تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اپنی طرف سے شروع کئے ہوں یا کسی دوسرے نے بتائے ہوں۔البتہ اعمال مسنونہ مستثنٰی ہیں۔

ادب ۲۵:- شیخ کے پاس بیٹھ کو وظیفہ وغیرہ میں مشغول نہ ہو اگر کچھ پڑھنا لازمی ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

ادب ۲۶:- جو کچھ فیض باطنی پہنچے اسے مرشد کے طفیل سمجھے اگر چہ خواب یا مراقبہ میں دیکھے کہ کسی دوسرے بزرگ سے فیض پہنچ رہا ہے تو یہ خیال کرے کہ میرے مرشد کا کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

ادب ۲۷:- مرشد کا کلام دوسروں کے سامنے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں جس بات کے بارے میں یہ گمان ہو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالا ہے تو اسے ہرگز بیان نہ کرے۔کیونکہ بعض باتیں صرف خواص کیلئے ہوتی ہیں۔

☆

ادب ۲۸:- اگر مرشد کوئی منصب یا مرتبہ عطا کرے تو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے جان ودل سے قبول کرے۔اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت شرط ہے۔

ادب ۲۹:- اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شیخ کی طرف بغرض بیعت رجوع نہ کرے تاکہ سعادت مندی کی دولت سے مالا مال ہو۔

ادب ۳۰:- جب مرشد دار فانی سے رحلت فرما جائے۔تو اس کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے تاکہ تعلق روحانی باقی رہے۔ (تصوف وسلوک،ص۔۵۰)

﴿مرشد کی بے آدبی﴾

اکابر کی شان میں گستاخی

آخری مضمون جو سب سے زیادہ اہم ہے اور خطرناک ہے وہ اکابر علماء ہوں یا محدثین فقہا کرام ہوں یا صوفیہ عظام،ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔الایہ (اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں سب امت سے سابق اور مقدم ہیں اور بقیہ امت میں جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے میں ان کے پیرو ہیں۔اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوا کہ ایمان مقبول فرمایا جس پر جزا ملے گی۔اور وہ سب اس اللہ سے راضی ہوئے کہ طاعت اختیار کی جس کی جزا سے یہ رضا اور زائد ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کی نیچے نہریں جاری رہوں گی۔جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،اور یہ بڑی کامیابی ہے'' (بیان القرآن)

درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں متعدد احادیث اور آثار نقل کئے گئے ہیں۔اسمیں امام

اوزاعیؒ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ مجھ سے یحیٰی ابن کثیر اور قاسم اور مکحول اور عبدہ بن ابی لبابہ اور حسان بن عطیہ نے حدیث بیان کی انھوں نے صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کے لیے ہے اور رضا کے بعد ناراضگی نہیں ہے۔اس آیت شریفہ کے ذیل میں صوفیائے کرام جو حدیث احسان کے بھی مصداق ہیں آ گئے ۔یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے گزرا ہے۔مختصراً اسی سے نقل کراتا ہوں ۔البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علماء حق کے درپے آزار ہیں ان کی اہانت و تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں وہ غالباً بلکہ یقیناً علماء کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کررہے ہیں علماء کا تو زیادہ سے زیادہ یہ نقصان کرینگے کہ کچھ دنیوی متاع میں شاید نقصان پہنچا سکیں۔بشرطیکہ یہ گالیاں دینے والے لوگ مقدر میں کچھ کمی کر سکنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزت و جاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے نقصان پہنچا سکیں ۔مگر یہ لوگ اپنے آپ کو برباد کررہے ہیں اور اپنا دینی و دنیاوی نقصان کررہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کی قدر نہ کرے۔ اس ارشاد نبویؐ کے بعد علماء کو علی بالعموم گالیاں دینے والے اپنے کو اُمت محمدیہؐ میں شمار کرتے رہیں، لیکن صاحب اُمتؐ ان کو اپنی اُمت میں شامل کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے۔اور جو ان سے دوستی کرتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کرتا ہے ۔امام نوویؒ شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کو ستائے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے خطیب بغدادیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر فقہاء (علماء) اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہے ہی نہیں، جزاؔ مت حضرت عبداللہ

بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہنچائے اس نے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی۔اور جو شخص رسول ﷺ کو اذیت پہنچائے اس نے اللہ جل جلالہ کو اذیت پہنچائی۔حافظ ابو القاسم ابن عساکرؒ فرماتے ہیں۔میرے بھائی ایک بات سن لے۔حق تعالیٰ شانہٗ مجھے اور تجھے اپنی رضا کے اسباب کی توفیق عطا فرمائے اوران لوگوں میں داخل فرمائے جو اس سے ڈرنے والے ہوں اور جیسا کہ چاہیئے ویسا تقوٰی کرنے والے ہوں (یہ بات سن لے) کہ علماء کے گوشت (غیبت) نہایت زہریلے ہیں۔اوران کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ تعالیٰ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ جولوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہ اس کے دل کو مردہ کردیتے ہیں۔مولانا عبدالحیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔اگر گالیاں دینے والے کا مقصود علم اور علماء کی تحقیر علم کی وجہ سے ہے تو فقہاء اسکے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ورنہ اگر اور وجہ سے ہے تب بھی اس شخص کے فاسق اور فاجر ہونے میں اوراللہ تعالیٰ کے غصہ اور دنیا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ہونے میں شبہ نہیں۔'' فقط اسکے بعد فقہاء کے کلام سے نیز قرآن پاک اوراحادیث سے اس مضمون کی تائید فرمائی ہے۔جن لوگوں کو دنیوی مشاغل سے فراغت ہو۔اوران چیزوں کو بیکار نہ سمجھیں وہ ان کو ضرور ملاحظہ کریں۔حضرت گنگوہیؒ کے خدام میں ایک صاحب کو کشف قبور بہت ہوتا تھا۔وہ میرے والدؒ کے انتقال پر تعزیت کے لیے آئے اور قبرستان میں بڑی دیر تک بیٹھے رہے۔انہوں نے مجھے آکر والد صاحب کی طرف سے تین پیام دیئے۔''

(۱) مجھ پر قرض کا کوئی مطالبہ نہیں بے فکر رہو۔چونکہ والد صاحب کے انتقال کے وقت تقریباً آٹھ ہزار کا قرض تھا اور مجھے اس کا بہت فکر سوار تھا۔چنانچہ انتقال کے دوسرے دن میں نے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مشورہ سے سب قرض خواہوں کو ایک کارڈ لکھدیا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا ان کے ذمہ جو قرض تھا آج سے وہ میرے ذمہ ہے۔میرے حضرتؒ اس

وقت حجاز سے واپسی پر حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ چونکہ یہ سفر ہوا تھا۔اور سال بھر قیام بھی دونوں کا حجاز رہا تھا۔ جب حضرت جیل سے تشریف لائے تو میرے حضرت نے اس تجویز کو پسند نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا تمھیں یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ ان کا ترکہ کتابیں ہیں اپنے قرض کے موافق کتابیں لے لو

(۲) یہ پیام دیا کہ فلاں شخص کے متعلق فکرمت کر مجھ پر کوئی اثر اسکا نہیں مگر اس کے لیے بہت مضر ہوا۔ یہ ایک صاحب تھے جن کو میرے والد صاحب سے بغض وعناد تھا وہ بہت تنقید کیا کرتے تھے۔ مجھے والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کی شکایات کا بھی فکر رہے تھا۔ چنانچہ اس دوسرے پیام کا اثر تو میں نے خود دیکھا کہ وہ میرے حضرت کے یہاں سے معتوب ہوئے مدرسہ سے نکالے گئے۔

(۳) پیام یہ تھا کہ ان اللہ والوں سے بہت ڈرتا رہیئے یہاں ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے میرا بچپن تھا۔ طالب علمی کا زمانہ تھا میری سمجھ میں نہ آیا کہ الٹی تو بہرحال الٹی ہے چاہے کوئی اللہ والا کہے چاہے کوئی دنیادار کئی دفعہ سوچا بھی کہ اس پیام کا کیا مطلب، دس برس بعد ۴۵ھء میں بسلسلہء بذل میرا مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ مدرسہ کے سلسلہ میں میرے حضرت نوراللہ مرقدہ کے پاس بعض حضرات ناظم صاحبؒ کی جھوٹی سچی شکایتیں لکھا کرتے تھے۔اور میں چونکہ ان سے واقف بھی تھا اور میرے براہ راست بھی خط آتے رہتے تھے۔ میں حضرت قدس سرہ کے یہاں ان کی شکایات کی تردید کیا کرتا تھا۔ اس لیے کہ ڈاک میں ہی لکھا کرتا تھا۔ مجھے تو حضرت قدس سرہ نے کوئی لفظ اس سلسلہ میں نہیں فرمایا میں بسا اوقات گستاخانہ طریقہ سے بھی تردید کیا کرتا تھا۔ مگر جب ذیقعدہ ۴۵ھ میں میری حجاز سے واپسی ہوئی اور مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ بھی میرے ساتھ ہی تشریف لائے۔ تو حضرت نوراللہ مرقدہ نے انکی معرفت حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں یہ پیام بھیجا۔ کہ فلاں شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ اچھا نہیں ہے۔ اس سے بہترین سلوک کیا کریں۔ حضرت مولانا نے میرے سامنے ناظم صاحب کو یہ پیام پہنچایا مگر ناظم صاحب

نے فرمایا کہ وہ جھوٹی شکایتیں لکھتا ہے اور بہت لاپرواہی سے جواب دیا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ کا چہرہ فق ہو گیا۔ اور میں نے حضرت مولانا سے خاص طور سے پوچھا کہ گیارہ برس پہلے تو ابا جان کا یہ پیام آیا تھا میں اس وقت بھی سوچتا رہ گیا۔ اور آپ کا چہرہ دیکھ کر وہ بات پھر یاد آ گئی کہ ناظم صاحب نے سچ فرمایا کہ وہ شکایتیں جھوٹی کرتا ہے مگر آپ کا چہرہ کو دیکھ کر مجھے وہ پرانی بات یاد آ گئی۔ حضرت رائپوریؒ نے یوں فرمایا کہ تمہارا اشکال صحیح ہے ناحق تو ناحق ہی ہے مگر ان اللہ والوں کے دل میں کسی کی طرف سے غلط شکایات پر بھی تکدر پیدا ہو جاوے تو ان کے تکدر کا اثر رنگ لائے بغیر نہیں رہتا اسکے بعد سے تو مجھے بہت سے تجربات اسکے ہوئے کہ واقعی ان اللہ والوں کا تکدر کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور پھانس دیتا ہے اسکے بعد سے تو میں بہت ہی ڈرنے لگا اور دوستوں کو بھی تاکید کرنے لگا کہ اس گھمنڈ میں نہ رہو۔ کہ حق ہمارے ساتھ ہے۔ ان مرمٹوں کے تکدر سے بہت بچتے رہو۔ جہاں تک ہو سکے اپنی صفائی ضرور کرتے رہو۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔ کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے اس نے میرے سے دشمنی کا اعلان کیا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے جو اولیاء کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمادیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے کسی ولی سے عداوت رکھے وہ اللہ جل شانہ سے لڑائی باندھنے کے لیے میدان میں آیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ میں اپنے ولی کے لیے ایسا انتقام لیتا ہوں جیسا جنگجو شیر اپنا بدلہ لیتا ہے اور یہ اسلیئے کہ یہ اولیاء اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے موالاۃ (دوستی) کی اور اسی کو پسند کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا اور اس سے بغض کیا جس سے اللہ نے بغض کیا اور اس ے راضی ہوئے جس سے اللہ راضی ہوا اور اس سے ناراض ہوئے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اس کا حکم کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا اس سے روکتے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ نوراللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ

علمائے دین کی توہین اوران پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے (ارواح ثلثہ)

اعتدال میں بھی یہ مضمون تفصیل سے اور اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مضمون (من عادیٰ لی و لیا فقد اٰذنته بالحرب)(الحدیث)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بخاری میں منقول ہے ۔اس کے علاوہ یہ روایت حضرت عائشہؓ،حضرت میمونہؓ،حضرت معاذؓ،حضرت انسؓ،حضرت ابوامامہؓ سے بھی نقل کی گئی ہے ۔اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت داود علیہ السلام کی کتاب زبور میں اللہ جل جلالہ کا یہ ارشاد دیکھا ہے کہ میری عزت اور جلال کی قسم ہے جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے مقابلہ پر اتر آیا ہے۔(درمنثور)ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے نقل کیا ہے۔کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لیے مقابلہ میں آتا ہے۔میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوں جیسا غضب ناک شیر (درمنثور)

کتنا سخت اندیشہ ناک معاملہ ہے اللہ تعالی سے جس کی لڑائی ہو اس کا بھلا ٹھکانہ کہاں ۔ اور پھر اگر اس کی سزا میں ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں ۔ناک کان آنکھ جاتے رہیں۔تب بھی سہل ہے کہ دنیا کی تکلیف بہر حال ختم ہونیوالی ہے اور اس نوع کے نقصان سے توبہ کی امید ہے لیکن خدانخواستہ کوئی دینی نقصان پہنچ جائے کسی بد دینی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو۔ائمہ نے کہا ہے کہ گناہوں میں کوئی گناہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے کرنے والے کو اللہ جل شانہ نے اپنے ساتھ لڑائی سے تعبیر فرمایا ہو بجز اس گناہ کے اور سود کھانیکے کہ حق تعالی شانہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا گناہ بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہے اور ان لوگوں کے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

☆

صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمہ بد ہونے پر۔ایک مسلمان کے لیے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی مرغوب اور لازوال نعمت ہے اور جس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہوگی، شیخ احمد نے جامع الاصول میں لکھا ہے ان حضرات صوفیاء پر انکار کرنا جو سنت کے متبع ہوں اور بدعت کے توڑنے والے ہوں۔بالخصوص وہ حضرات جو علم نافع اور معارف اور اسرار کے حامل ہوں زہر قاتل ہے اور بڑی ہلاکت ہے بڑی سخت وعید اس بارے میں وارد ہوئی ہے اور بڑی خطرناک چیز ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل میں اللہ جل جلالہ سے اعراض ہے اور وہ امراض سے بھاوہا ہے۔ایسے شخص کے خاتمہ کے خراب ہونے کا معاذ اللہ اندیشہ ہے۔

علامہ شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں۔کہ امام ابوتراب بخشی جو مشائخ صوفیہ میں ہیں یہ فرماتے ہیں۔کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہوجاتا ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنیکا خوگر ہوجاتا ہے۔یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے آیا ہے اور بہت اہم ہے۔اللہ والوں سے محبت رکھنا اکیسر اعظم ہے اور ان سے دشمنی سم قاتل ہے۔اس مضمون کو میرے رسالہ اعتدال میں بہت اہتمام سے دیکھا جائے دس بارہ صفحہ یہ مضمون ہے اور بہت ضروری، میری ایک نصیحت اپنے دوستوں کو ہمیشہ سے رہتی ہے اور خود بھی اس پر عمل کی ہمیشہ سے کوشش کرتا ہوں کہ دین کے شعبے تو بہت ہیں۔اور سب پر ہر ایک کو عمل کرنا بہت مشکل ہے۔محدث ہونا، فقیہ ہونا مجاہد ہونا، صاحب تقویٰ ہونا، صاحب روع ہونا، نوافل کی کثرت کرنا، روزہ کی کثرت کرنا وغیرہ وغیرہ۔لیکن ان میں سے کاملین کے ساتھ اگر کوئی شخص محبت پیدا کرلے تو المرمع مراجب کے قاعدہ سے انشاء اللہ تعالیٰ سارے ہی دین کے اجزاء سے حصہ وافر ملے گا۔

طریقت وشریعت کا تلازم

☆

﴿پیر بھائیوں کے آداب﴾

مرید کو چاہیئے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے پیر بھائی کے لیے پسند کرے۔ تمام آداب کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے۔مزید تفصیلات درج ذیل ہیں۔

ادب نمبر۱۔مرید اگر اپنے پیر بھائی کی خطا اور لغزش پر مطلع ہو تو اس کی پردہ پوشی کرے۔

ادب نمبر۲۔ جو شریف لوگوں کے عیوب کو دیکھے اور ان کو برے مقاصد پر محمول کرے تو اس کا باطن ویران ہو جائیگا۔طبرانی شریف میں مرفوع روایت ہے۔کہ جو شخص لوگوں کے عیوب تلاش کریگا تو اللہ تعالی اسکے عیوب تلاش کرے گا۔اور جن کے عیوب اللہ تعالی تلاش کرے گا اس کو ذلیل وخوار کردیگا۔اگرچہ وہ اپنے کجاوے کے بیچ ہی میں ہو۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے۔کہ بخدا ہم نے ایسی جماعت دیکھی ہے کہ ان میں کوئی عیب نہ تھے۔پھر جب وہ لوگوں کے عیوب کی جاسوسی اور تلاش میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عیوب بھی ظاہر کردیئے۔حضرت شیخ علی مرضی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے۔کہ جس نے پیر بھائیوں کی لغزشوں کو نہ چھپایا درحقیقت اس نے اپنی لغزشوں کے پردے کھول دیئے۔

سید احمد زاہدؒ فرماتے تھے۔کہ جب تم کسی کو پوشیدہ گناہ کرتے دیکھو تو اسے پوشیدہ زجر کرو اور اگر علانیہ کرتے دیکھو تو علانیہ نصیحت کرو۔

ادب نمبر۳۔مرید کو چاہئے کو اپنے پیر بھائیوں کی دنیوی خیرخواہی بھی کرے مگر اس سے بڑھ کر ان کی دینی خیرخواہی کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا الدین النصیحۃ (دین خیرخواہی کا نام ہے)

ادب نمبر۴۔اگر کوئی مرید ساری رات جاگ کر عبادت کرے تو بھی اپنے آپ کو اس بھائی سے افضل نہ سمجھے جو فقط سحری کے وقت جاگے۔ بلکہ اس کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل جانے۔

ادب نمبر ۵۔سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کوتمام مسلمانوں سے کم تر سمجھے۔ایسا نہیں کرے گا تو متکبرین میں شمار ہوگا۔سید عبدالعزیز دیرینیؒ فرماتے تھے۔کہ سالک اپنے آپ کو تمام مخلوق سے کم تر سمجھے۔

ادب نمبر ۶۔سالک کو چاہئیے کہ اپنے پیر بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دے اور انکی ایذاؤں کو برداشت کرے۔

ادب نمبر ۷۔حضرت امام حسنؒ فرماتے تھے۔کہ پیر بھائی کے آداب میں سے ہے کہ اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کرے پھران کے پاس معذرت کرے کہ ان کا جو حق تھا وہ ادا نہیں ہوسکا۔

ادب نمبر ۸۔اگر سالک کسی مجلس ذکر سے پیچھے رہ جائے تو وہ اپنے آپ کو سب بھائیوں کے سامنے ملامت کرے۔اس ادب میں حضرت سفیان ثوریؒ اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے تھے۔

ادب نمبر ۹۔اگر کوئی سالک نیکی میں پیچھے رہ جائے اور اسکے پیر بھائی اس کو ملامت کریں تو اسے چاہئے۔کہ حجت بازی نہ کرے بلکہ کثرت کے ساتھ استغفار شروع کردے۔

ادب نمبر ۱۰۔سید احمد رفاعیؒ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف داری کرکے بحث کی وہ ہلاک ہوا۔

ادب نمبر ۱۱۔سالک پر حق ہے کہ وہ تہمت والی جگہوں سے اور ناشائستہ کاموں کے ارتکاب سے دور رہے۔

ادب نمبر ۱۲۔سالک کو چاہئے کہ اپنے پیر بھائیوں کو محبت والفت سے آداب سکھائے مگر اپنے آپ کو ان سے افضل نہ سمجھے۔

☆

ادب نمبر۱۳۔سالک کو چاہئیے کہ اپنی جان و مال سے اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کرے حدیث پاک میں ہے۔

☆والله فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیه☆

جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد میں ہے۔

ادب نمبر۱۴۔اگر شیخ کسی مرید کو مجلس سے نکال دے یا اس پر عتاب کرے تو دوسرے پیر بھائی اس کی غیبت میں مبتلا نہ ہوں۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ غیبت کرنے والے اس نکالے ہوئے شخص سے زیادہ بدحال اور گنہگار ہوں۔

ادب نمبر۱۵۔سالک کو چاہیے کہ وہ جماعت کے کمزوروں،ضعیفوں،معذوروں اور بوڑھوں کی خدمت کرے۔حضرت سید علی خواصؒ فرماتے تھے۔کہ جو شخص اپنے اوپر رحمت کا نزول چاہے وہ کمزوروں کی مدد کرے اور سمجھے اور کہے۔ھذا شرفی (یہ میری عزت ہے)

ادب نمبر۱۶۔سید علی خواصؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو تم اسے معاف کر دو۔یوں مت کہو کہ شریعت نے مجھے ظلم کے برابر بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔بہت سی چیزیں شریعت میں جائز ہیں مگر انکا ترک کرنے سے افضل ہوتا ہے۔

ادب نمبر۱۷۔سید علی خواصؒ فرماتے تھے۔کہ جب تیرا پیر بھائی تجھے ملنے آئے تو اس سے کھڑا ہو کر نہایت اکرام سے ملا کر۔

ادب نمبر۱۸۔اگر سالک اپنے کسی پیر بھائی سے ناراض ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہے پھر اگر سالک نے گفتگو کرنے کی غرض سے سلام میں پہل کر لی تو بہت اچھا۔اب اگر وہ جواب دے تو ٹھیک ورنہ سالک پر الزام نہیں۔ناراضگی اور نہ بولنے کا گناہ دوسرے پر ہوگا۔

ادب نمبر۱۹۔سالک کو چاہیے کہ اس کے پیر بھائیوں میں سے جو بھی اس پر احسان کرے تو یہ اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کرے۔

☆

ادب نمبر۲۰۔سالک کو چاہیے کہ پیر بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں نہ بھولے۔حدیث پاک کے مطابق ایک فرشتہ اس کو کہے گا کہ ولک بمثل (تیرے لیے بھی اس جیسا ہو) یادرکھیں فرشتے کی دعارد نہیں ہوتی۔

ادب نمبر۲۱۔امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ تو اپنے بھائی کی مروت پر اعتماد کر کے اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کر۔

ادب نمبر۲۲۔سالک کو چاہیے کہ جب اس کا پیر بھائی اپنی مصیبت کی حالت میں اس سے مدد چاہئے تو وہ اس پر بخیلی نہ کرے۔اگرچہ اپنے جبہ،زائد جوتوں اور گیہوں وغیرہ سے ہو۔

ادب نمبر۲۳۔سالک کو چاہیے کہ اپنے پیر بھائیوں سے شیریں زبانی سے کلام کرے۔اگر بدزبانی کریگا تو محروم ہو جائے گا۔حدیث پاک میں ہے۔

شر الناس من ترکه الناس اتقاء فحشه

(برا آدمی وہ ہے جس کی بدمزاجی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں)

سید علی خواصؒ فرماتے تھے کہ بولنے میں اختیاط،لقمہ اور کپڑوں کی اختیاط سے زیادہ ضروری ہے۔

ادب نمبر۲۴۔سالک کو چاہیے کہ گناہ سے نفرت کرے گنہگار سے نفرت نہ کرے۔نبی اکرم ﷺ نے پیاز کے متعلق فرمایا۔ انها شجرة اکره ریحها (یہ ایسا پودا ہے کہ میں اسکی بو کو ناپسند کرتا ہوں) پس آپ ﷺ نے پیاز کے بارے میں نہیں اس کی بو کے بارے میں ناگواری کا اظہار فرمایا۔

ادب نمبر۲۵۔سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے حاجات کے پورا کرنے کو نفلی عبادات پر مقدم رکھے۔

ادب نمبر۲۶۔حضرت سلیمان دارانیؒ فرماتے تھے۔کہ طریقت میں ترقی پانے والے لوگ وہ ہیں۔جن کو پیر بھائیوں کے بیت الخلاء بھی صاف کرنے پڑیں تو اسے اعزاز سمجھیں۔امام

غزالیؒ سید علی خواصؒ اور شیخ امین الدینؒ جیسے حضرات نے اپنے وقت میں یہ خدمت کی ۔حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے افراد کے لیے استنجا گاہیں صاف کرتے تھے ۔اور بارگاہ ایزدی میں اس سعادت کے حصول پر شکرادا کرتے تھے۔

ادب نمبر ۲۷۔سالک کو چاہیے کہ دوران سفر ضرورت کی اشیاء چاقو، قینچی اور مصلیٰ وغیرہ پاس رکھے تاکہ بوقت ضرورت دوسروں کی خدمت کر سکے۔

ادب نمبر ۲۸۔سالک سے اگر کسی پیر بھائی کی بے ادبی ہو جائے تو اس پر حق ہے کہ وہ عاجزوں اور ذلیلوں کی شکل بنا کر معافی مانگے ۔مثلاً اپنا سر ننگا کرے یا جوتوں کے پاس کھڑا رہے ہر پیر بھائی مرشد کی نشانی ہوتا ہے اسکی بے ادبی کسی طرح درست نہیں۔

ادب نمبر ۲۹۔اگر سالک سے اسکا کوئی پیر بھائی معافی مانگے تو اسے چاہیے کہ معاف کردے مستدرک حاکم کی روایت ہے۔

من اتاہ اخوہ متنصلا فلیقبل ذلک محقا کان او مبطلًا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض۔(الحدیث)

(جس شخص کے پاس اسکا بھائی کسی گناہ کی معافی مانگنے کے لیے آئے تو چاہیئے کہ بھائی کا عذر قبول کرے وہ بھائی سچا ہو یا جھوٹا۔اگر عذر قبول نہ کیا تو پھر میرے حوض پر نہ آئے)

ادب نمبر ۳۰۔سالک کو چاہیے کہ اگر کوئی پیر بھائی اس سے طاعات و منصب میں آگے بڑھ جائے تو اس سے حسد نہ کرے۔

ادب نمبر ۳۱۔سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے شیخ کی جماعت سے افضل نہ سمجھے کیونکہ وہ بھی طریقت میں اسکے بھائی ہیں۔

﴿بیعت کی پانچ اقسام﴾

آج امت مسلمہ کی زبوں حالی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جھوٹ سچ سے اور کھوٹا کھرے سے بالکل پیوست نظر آتا ہے۔

☆ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے☆

جس طرح علم ظاہر کے حامل علماء حق کی صفوں میں علمائے سوء داخل ہو چکے ہیں اسی طرح علم باطن کے حامل مشائخ حق پرست کے بھیس میں نفس پرست لوگ شامل ہو چکے ہیں۔ عوام الناس کی روحانی اور باطنی تنزلی کی انتہا یہاں تک ہو چکی ہے کہ ایک طبقے نے بیعت طریقت کو لازم قرار دے کر فرائض کے ترک کرنے اور شریعت وطریقت کو الگ الگ ثابت کرنے کا بہانہ بنالیا۔"ضلو افاضلوا" [خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا] دوسرے طبقے نے بیعت طریقت کو بدعت اور گمراہی سمجھ کر اسکی مخالفت کا بیڑا اٹھالیا۔"**و یا اسفی**"

ان حالات میں اہل حق کیلئے افراط وتفریط کے شکار ان دونوں طبقوں سے چومکھی لڑائی لڑنے کے سوا چارہ نہیں۔ تاکہ احکام شریعت کو نکھار کر پیش کیا جائے اور حق و باطل کی حد فاصل کو واضح کیا جائے۔

درج ذیل میں بیعت طریقت کی شرعی حیثیت کو پیش کیا جاتا ہے۔

بیعت کی تعریف:-شریعت کی کسی بات کیلئے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس کام کو سرانجام دیں گے۔ خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص بات کا عہد لیا جائے۔ اس کو بیعت کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس امر کو بہت سے مواقع پر سرانجام دیا۔ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے چار طرح کی بیعت کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔**بیعت اسلام**:- جب کوئی دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا اور کفر وشرک سے

بیزاری کا اظہار کرنا چاہتا تو نبی کرم ﷺ اس سے بیعت لیتے تھے۔روایات سے ثابت ہے کہ ہجرت سے قبل حج کے موقع پر مدینہ طیبہ کے لوگ حاضر خدمت ہوکر بیعت ہوئے ۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتب میں موجود ہے۔

۲۔بیعت جہاد:۔رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت صحابہ کرامؓ سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئی تو بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبا یعونک تحت الشجرۃ“

(الفتح آیت ۱۸)

ترجمہ: بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے

☆حضرت سلمہؓ بن اکوع اس بیعت میں شریک تھے۔ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے درخت (سمرہ) کے نیچے کس بات پر بیعت کی تھی فرمایا”علی الموت “یعنی ہم مرجائیں گے بھاگیں گے نہیں۔یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ ارشاد ہوا۔

”ان الذین یبا یعو نک انما یبا یعون اللّٰہ ید ا للّٰہ فوق ایدیھم“

(الفتح آیت ۱۰)

ترجمہ: جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں۔ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے

☆غزوہ احزاب میں خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے اشعار پڑھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا   علی الجھاد ما بقینا ابدا

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے جہاد کرنے پر جب تک زندہ رہیں گے۔

مندرجہ بالا شعر میں اس بیعت جہاد کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ بیعت ہجرت:۔ حارث بن زیاد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں یوم خندق میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں سے ہجرت پر بیعت لے رہے تھے۔ میرا گمان ہوا کہ یہ لوگ بیعت کیلئے بلائے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے بھی ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ میرے چچیرے بھائی حوط بن یزید ہیں یا یزید بن حوط۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تم لوگوں سے بیعت نہیں لیتا۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں تم لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نہ جاؤ گے۔ الی آخرہ۔ اس کو احمد ابو نعیم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۴۔ بیعت توبہ (بیعت طریقت):۔ امت کی تعلیم کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات صحابہ کرامؓ سے بعض گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت لی۔

امام بخاری ومسلم نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی ہے۔

”عن عبادة بن صامتؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وحوله عصابة من اصحابه با يعونى على ان لاتشركوابالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنواولا تقتلوااو لادكم ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوا فى معروف فمن وفى منكم فاجره على اللّٰه ومن اصاب من ذلك شيئافعو قب به فى الدنيافهو كفارة له ومن اصاب من ذلك شيئاثم ستره اللّٰه عليه فهو الى اللّٰه ان شاء عفاعنه وان شاء عاقبه فبا يعناه على ذلك۔“ (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میری بیعت کرو۔” وحوله عصابة

من اصحابہ“ اوران کے گرد صحابہؓ کی ایک جماعت تھی] یہاں اصحابہ کا لفظ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو بیعت اسلام سے پہلے ہی مشرف ہو چکے تھے ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔ رحمتہ اللعالمین کی نظر رحمت نے ان کو روحانیت کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا تھا کہ امت کے اولیاء ان کے مرتبہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان صحابہ کرامؓ سے بیعت توبہ لی گئی۔ یہاں پر ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات قلبند کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۱:- صحابہ کرامؓ کو ایمان کی بلندیوں پر پہنچنے کے بعد پھر اس بیعت کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:- ایک تو یہ امت کی تعلیم کیلئے تھی اور دوسرے گناہوں سے بچنے کیلئے (بیعت توبہ) تھی روایت کے الفاظ میں ”ولا تسرقوا ولا تزنوا و لا تقتلوا ولا دکم “[نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے]

پس ثابت ہوا کہ کبائر سے اجتناب کے لئے بیعت تھی۔

سوال نمبر ۲:- صحابہ کرامؓ کو اس بیعت کا کیا فائدہ تھا؟

جواب:- اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا امیدوار بننا تھا۔ چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں ”فمن وفی منکم فاجرہ علی اللّٰہ“ [جو کوئی سے اس عہد پر قائم رہا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے]

سوال نمبر ۳:- کبائر سے بچنا تو ایمان والوں کیلئے کلمہ پڑھ لینے کے بعد ویسے ہی ضروری تھا تو بیعت کے ذریعے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ان گناہوں سے بچنے کا عہد ایک فالتو عمل نظر آتا ہے؟

جواب:- قرآن پاک میں صورت الممتحنہ میں صحابیاتؓ سے بھی اس طرح کی بیعت کا تذکرہ ہے وہاں نبی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ”فبایعھن واستغفرلھن اللّٰہ“ آپ انھیں بیعت کر لیجئے اور ان کیلئے استغفار کیجئے۔ معلوم ہوا کہ ان گناہوں سے توبہ تو وہ لوگ گھر بیٹھ کر تنہائی

میں بھی کر سکتے تھے۔مگر نبی علیہ السلام سے بیعت کرنے میں ایک بے بدل فائدہ یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بھی ان حضرات کے بارے میں استغفار کے کلمات ادا ہوتے تھے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ''واللّٰہ غفور رحیم ''[اور اللہ غفور اور رحیم ہے]پس مغفرت اور رحمت کی بارش ہوجاتی۔قرآن پاک میں بھی اس عنوان سے متعلقہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ولو انھم اذظلمو انفسھم جاء وك فاستغفروااللّٰہ و استغفرلھم الرسول لوجدوااللّٰہ توابارحیما''

اس آیت کریمہ میں''فاستغفرو االلّٰہ''[وہ اللہ سے استغفار کرتے]کے ساتھ''واستغفرلھم الرسول''

ان کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی استغفار کرتے ہے اورآخر میں فرمایا گیا''لوجدوااللّٰہ توابا رحیما''

☆یہ پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا☆نتیجہ یہ نکلا کہ نبی علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنے کا یہ فائدہ تھا کہ نبی رحمت ﷺ بھی ان کی مغفرت کیلئے استغفار کریں اور اسی کو بہانہ بنا کر ان کے گناہوں کی بخشش کر دی جائے۔اسی بیعت توبہ کا نام آج بیعت طریقت ہے۔

سوال نمبر۴:- اس بیعت توبہ کے بارے میں اور بھی روایات ہیں یا نہیں؟

جواب:- اس طرح کی کئی احادیث موجود ہیں۔مسلم شریف میں حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے ایک روایت ہے اور ابن ماجہ میں بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے چند غریب مہاجرین سے بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہ کریں گے۔ایک روایت میں حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے بیعت لی کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کریں گے۔ایک روایت میں انصاری عورتوں سے بیعت لی کہ وہ میت پر بین نہیں کریں گی۔

☆

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضور اکرم ﷺ سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کیا کرتے تھے۔

سوال نمبر۵:- اگر چہ نبی اکرم ﷺ سے کئی طرح کی بیعتیں ثابت ہیں مگر صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بیعت خلافت اور بیعت جہاد کے سوا اور کسی بیعت کا ثبوت نہیں ملتا؟

جواب:- اس کا الزامی جواب تو بہت آسان ہے کہ جب ایک فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو کسی اور سے نقل کرنے کی کیا ضرورت ہے تاہم تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت سیدنا علیؓ سے ثابت ہے اسی لئے تمام اہل طریقت حضرات کے پاس مستند شجرۂ سلسلہ موجود ہے خلفائے راشدین جب بیعت خلافت لیتے تھے۔تو اسی میں بیعت توبہ شامل ہوتی تھی۔خلیفہ وقت کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ اس لئے بیعت نہ لیتے تھے کہ کہیں بیعت خلافت میں شبہ نہ پڑ جائے اور فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔فقط صحبت پر اکتفا ہوتا تھا جب خلفائے راشدین کا دور ختم ہوا اور خلافت کا معاملہ امور مملکت کے انتظام وانصرام ونظم ونسق تک سمٹ کر رہ گیا تو سلف صالحین نے بیعت توبہ (بیعت طریقت) والی سنت کو زندہ کیا۔الحمدللہ آج بھی یہ سنت امت میں جاری وساری ہے۔

سوال نمبر۶:- بیعت توبہ کا حکم کیا ہے یہ فرض ہے یا واجب ہے؟

جواب:- یہ فرض ہے نہ واجب ہے بلکہ سنت عمل ہے یہ الگ بات ہے کہ اس سنت پر عمل کرنے سے فرائض زندہ ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۷:- اگر کوئی آدمی یہ بیعت نہ کرے تو کیا ہوتا ہے

جواب:- اس سنت کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔حدیث پاک میں ہے

”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید“

جس نے فسادات کے وقت میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کیلئے سو شھیدوں کا ثواب ہوگا

سوال نمبر ۸:- کیا ہر عالم اور صوفی یہ بیعت لے سکتا ہے؟

جواب:- جس طرح نبی اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو خلافت سپرد فرمائی۔ اور باطنی نعمت بھی منتقل فرمائی۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

”ماصب اللّٰہ فی صدری الا وقد صببتہ فی صدرابی بکر“

اللہ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا میں نے اسے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا]

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ سلسلہ آگے چلا اور آج تک اولیائے امت میں یہ نعمت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ پس بیعت صرف وہ شخص لے سکتا ہے جس نے کسی ولی اللہ کی صحبت میں رہ کر نعمت باطنی حاصل کی ہو اور ان بزرگوں نے انہیں اسی کام پر معمور کیا ہو۔ جو آدمی از خود بیعت لینا شروع کردے اس کی مثال ”ٹپکے کے آم“ کی سی ہے جس کے نسب کا پتہ نہیں ہوتا۔ پس ایسے شخص سے بیعت نہ کرنی چاہیے۔

سوال نمبر ۹:- کیا کوئی عورت بھی یہ بیعت لے سکتی ہے؟

جواب:- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عورت ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچ سکتی ہے مگر شریعت نے رشد وہدایت کے منصب کی ذمہ داریاں اس کے نازک کندھوں پر نہیں ڈالیں اس لئے کہ کبھی کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ گو کہ اسے نبیوں کی ماں ہونے کا شرف نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا بوجھ مردوں کے کندھوں پر رکھا اس لئے انبیاءؑ کی وراثت بھی مردوں ہی کے سپرد کی گئی۔ پس کوئی بھی عورت بیعت نہیں لے سکتی۔

سوال نمبر ۱۰:- کیا بیعت کیلئے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا ضروری ہے؟

جواب:- ہاتھ میں ہاتھ دیکر کلمات پڑھنا سنت ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر لوگ بہت زیادہ ہوں تو چادر پھیلا کر سب اسے پکڑ لیں۔ یہ بھی عمل نبویؐ ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت

پتھر چھوٹا تھا۔ اٹھانے کی سعادت حاصل کرنے والے زیادہ تھے تو نبی علیہ السلام نے اسے اپنی چادر میں رکھ دیا اور سب لوگوں نے چادر پکڑ کر حجرا سود کو اٹھایا۔ اگر مجمع اس سے بھی زیادہ ہو تو فقط کلمات پڑھا کر نیت کر کے بیعت لی جا سکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے مجاہدین سے اسی طرح جہاد پر بیعت لی۔

سوال نمبر ۱۱:- کیا عورتیں بھی ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت کریں؟

جواب:- ہرگز نہیں، نبی علیہ السلام کی عادت شریفہ تھی کہ عورتوں کو پردے میں بغیر ہاتھوں مس کئے بیعت فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ۔

” عن عائشۃؓ قالت مامس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ید امراۃ قط الا ان یا خذ علیہا فاذا اخذ علیہا فاعطتہ قال اذہبی فقد بایعتک“

[حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ بوقت بیعت رسول اکرمؐ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا بلکہ ایک کپڑا پکڑا دیتے اور (وعظ وتلقین کے بعد) ارشاد فرماتے کہ جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی]

سوال نمبر ۱۲:- بچوں کی بیعت کا کیا جواز ہے؟

جواب:- مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کو بیعت کیلئے لایا گیا۔ عمر ساتھ آٹھ سال ہوگی۔ پس نبی اکرمؐ ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے اور پھر بیعت کی۔

سوال نمبر ۱۳:- کیا غائبانہ بھی بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب:- جی ہاں۔ جس طرح نبی علیہ السلام نے صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ تو اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کو بھی غائبانہ بیعت میں شامل کیا۔ حالانکہ وہ تو اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ لہٰذا غائبانہ بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال نمبر ۱۴:- کیا خط کے ذریعے یا ٹیلی فون پر بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب:- جب غائبانہ بیعت ثابت ہے تو خط کے ذریعے بیعت اس میں شامل ہے ٹیلی فون کے ذریعے بیعت تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

سوال نمبر۱۵:- کیا ایک وقت میں کئی حضرات سے بیعت کی جاسکتی ہے؟

جواب:- نہیں۔ایک وقت میں ایک ہی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔جگہ جگہ بیعت کرنے والے کی مثال چمچے کی مانند ہے۔جو طرح طرح کے کھانوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ مگر ذائقے سے محروم رہتا ہے۔

☆یک دست گیر محکم بگیر☆

سوال نمبر۱۶:- کیا ایک شیخ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شیخ سے بیعت کرنا ضروری ہے؟

جواب:- جی ہاں، اگر تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا حصول نہیں ہوا تو تجدید بیعت ضروری ہے۔مثلاً ایک طالب علم کسی قاری صاحب سے قرآن پاک پڑھ رہا ہے اور وہ قاری صاحب فوت ہوجائیں تو طالب علم قرآن پاک پڑھنا بند نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے استاد سے پڑھنا اور قرآن پاک مکمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔البتہ جن حضرات کو نسبت کے حصول کی بشارت مل چکی ہو انھیں تجدید بیعت کرنا ضروری نہیں۔

سوال نمبر۱۷:- جو لوگ بیعت کے مخالف ہیں کیا انہوں نے یہ حدیثیں نہیں پڑھیں؟

جواب:- پڑھی تو یقیناً ہوں گی مگر سمجھی یقیناً نہیں۔ورنہ اتنے واضح مسنون عمل پر یوں اعتراض نہ کرتے ۔ بیعت طریقت کی مخالفت کرنے والوں کا حال الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔''وکذبوابمالم یحیطوابعلمه''(یونس آیت ۳۹)

[ایسے کلام کو جھٹلانے لگے جس کے علم کا ابھی تک انہوں نے احاطہ بھی نہیں کیا]

سوال نمبر۱۸:- بیعت طریقت کی غرض وغایت کیا ہوتی ہے؟

جواب:- بیعت کے اغراض ومقاصد وضاحت سے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱- نہ اس میں کشف وکرامت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

۲- نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی مثلاً غلبہ ہو، مقدمات فتح ہوں وغیرہ ضروری ہے۔

۴- نہ تصرفات لازم ہیں کہ گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔

۵- نہ ایسی محویت کا حاصل ہونا لازمی ہے کہ اپنے پرائے کی خبر نہ ہو۔

۶- نہ ہی رنگوں اور انوار کا نظر آنا ضروری ہے۔

۷- نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا ضروری ہے۔ بلکہ اصل مقصد تو شریعت کے احکام پر چل کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

سوال نمبر ۱۹:- بیعت کی افادیت کیلئے عقلی دلائل پیش کریں؟

جواب:- تین دلائل سے یہ بات واضح کی جاسکتی ہے۔

☆ جس طرح ایک نوجوان فوج میں ملازمت اختیار کرے اور وردی پہن کر کسی جگہ ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہو تو ہر آدمی اس کی عزت کرتا ہے اور اس کی بات مانتا ہے۔ اس کی عزت فوج کی عزت اور اس کی ذلت فوج کی ذلت سمجھی جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ تم کس قبیلے یا خاندان سے ہو؟ فوج کی نسبت اور وردی کی عزت کام آتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اس کو سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس نسبت کی وجہ سے اس کی عزت وقدر بڑھ جاتی ہے۔

☆ دو اینٹیں ایک ہی جگہ بن کر تیار ہوئیں۔ ایک کو مسجد کے فرش میں لگا دیا۔ دوسری کو بیت الخلاء میں لگا دیا گیا۔ ایک کا مرتبہ اتنا بڑھا کہ وہاں پیشانی ٹیکتے پھرتے ہیں اور دوسری کا مرتبہ اتنا گرا کہ بیت الخلاء میں ننگے پاؤں جانا گوارا نہیں کرتے۔ یہ نسبت تھی، اچھی نسبت نے عزت

بخشی اور بری نسبت ذلت کا سبب بنی۔ اسی طرح جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت ہو جاتا ہے اسے اچھی نسبت مل جاتی ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں اس کا اکرام ہوتا ہے۔

☆ قرآن پاک پر اگر ایک سادہ گتہ جلد کی شکل میں چڑھا دیا جائے تو اگر چہ اس پر کوئی آیت یا کوئی لفظ نہیں لکھا ہوا ہوتا۔ اس کے باوجود فقہا نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس طرح آیات لکھے ہوئے صفحات کو بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے اسی طرح اس گتے کو بھی بے وضو نہیں چھو سکتے۔ کہنے کو وہ گتہ ہے مگر قرآن پاک کے ساتھ یک جا ہونے سے اس کا مرتبہ بڑھ گیا۔ سبحان اللہ۔

جو شخص مشائخ طریقت سے بیعت کے ذریعے جڑ جاتا ہے اسے بھی ان اہل اللہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عزت نصیب ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اسی نسبت کی وجہ سے رحمت وکرم کا معاملہ ہوگا۔ بقول ایک شخصے کہ۔

☆ عمل کی اپنے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے ☆

☆ رہے سلامت تمہاری نسبت مرا تو بس آسرا یہی ہے ☆

سوال نمبر ۲۰: - ایک آدمی بیعت کے کلمات تو پڑھ لیتا ہے مگر زندگی نہیں بدلتا تو کیا فائدہ ہے؟

جواب: - گو ایسے شخص نے بیعت سے پورا فائدہ تو حاصل نہ کیا مگر بالکل خالی بھی نہ رہا کم از کم دو فائدے ضرور ملے۔

ایک تو یہ کہ بیعت کے وقت جو توبہ کے کلمات پڑھے اس کی برکت سے انشاء اللہ پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ مشائخ طریقت نے احادیث کی روشنی میں کہا ہے۔ کہ جو آدمی سچے دل سے بیعت کے کلمات پڑھ لیتا ہے۔ سو سال کا کافر اور مشرک کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ سر سے اتنے بوجھ کا دور ہو جانا معمولی بات تو نہیں ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ موت کے وقت جب دنیا کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ آخرت کے احوال سامنے کھلنے

لگ جاتے ہیں اس وقت یہ نسبت کام آتی ہے۔گنہگار سہی مگر موت ایمان اور اسلام پر آتی ہے۔
علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا ہوش جمع ہوسکتا ہے۔فرعون نے آخرت کی جھلکی دیکھی مگر اسے بنی اسرائیل کے حالات یاد تھے کہنے لگا۔ آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل ممکن ہے۔اسی لئے حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ نے فرمایا کہ جس قلب پر یہ انگلی لگ گئی (یعنی اللہ کی نسبت مل گئی) اسے ذکر کے سوا موت نہیں آسکتی۔

خلاصہ کلام:۔ بیعت طریقت کرنے سے انسان کو اپنے مشائخ سلسلہ کے واسطہ سے نبی اکرمؐ کے قلب مبارک سے ایک روحانی تعلق نصیب ہو جاتا ہے۔وضاحت کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱)ایک آدمی نیا گھر بنوائے خوب سجائے وائرنگ کروائے فانوس لگوائے مگر اس کے فانوس میں اس وقت تک روشنی نہیں آسکتی جب تک کہ وہ وائرنگ کا کنکشن پاور ہاؤس سے نہ جوڑے اسی طرح انسان جب دل کے فانوس کا کنکشن سلسلہ کے مشائخ کی وائرنگ کے ذریعے رسولؐ کے قلب مبارک سے جوڑتا ہے۔جو رحمتوں کا خزینہ ہے تو پھر سالک کے دل میں روشنی آتی ہے۔انوار و برکات نبی علیہ السلام کے قلب مبارک سے مشائخ کے قلوب سے ہوتے ہوئے سالک کے قلب میں آتے ہیں۔

۲)ایک ٹرین کئی ڈبوں پر مشتمل ہوتی ہے اگر اس کے ساتھ ایک اور ڈبہ جوڑ دیا جائے تو جہاں ٹرین پہنچے گی، وہ ڈبہ بھی وہاں پہنچے گا۔یوں سوچئے کہ سلسلہ کے مشائخ ٹرین کی مانند نبی اکرمؐ اس ٹرین کے انجن کی مانند اور سالک اس جڑنے والے ڈبے کی مانند ہے، یہ ٹرین اللہ کی رضا والے سٹیشن پر جارہی ہے اگر یہ ڈبہ جڑا رہے گا تو جہاں انجن منزل پر پہنچے گا اس تھرڈ کلاس ڈبے کو بھی منزل پر پہنچنا نصیب ہوگا۔

☆لذیذ بود حکایت دراز تو گفتیم☆

آمدم برسر مطلب وہ حضرات جواب تک بیعت کے متعلق شکوک وشبہات کا شکار رہے ہیں انہیں چاہیے کہ اس سعادت عظمٰی کے حصول میں دیر نہ لگائیں بلکہ کسی جامع الشریعت والطریقت ہستی سے اپنے باطنی رشتے کو جوڑیں حقیقت یہی ہے کہ آج کے پرفتن دور میں کسی شیخ کامل کے ذریعے سلسلے میں داخل ہونے والے کی مثال ''ومن دخله كان آمنا ''[اور جو اس میں داخل ہوا من پا گیا کا مصداق ہے۔

؎شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات

(بحوالہ،تصوف وسلوک،ص۔۲۳)

نسبت کی اہمیت

نسبت کیا ہے؟

ایک چیز کا دوسری چیز سے کوئی خصوصی تعلق قائم ہو جانا نسبت کہلاتا ہے۔گویا نسبت ایک چیز کے دوسری چیز سے انمٹ اور گہرے تعلق اور لگاؤ کو کہتے ہیں۔اس تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے اشیاء کی قدر بدل جاتی ہے۔لہٰذا جب کسی ادنیٰ چیز کی نسبت کسی اعلیٰ چیز سے ہوتی ہے تو اس ادنیٰ چیز کا مقام بھی بلند ہو جاتا ہے۔ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بہت سی ایسی مثالیں دیکھتے ہیں۔

نسبت کی وجہ سے رتبے میں فرق:

ایک کارخانے میں دو اینٹیں تیار ہوئیں۔کسی آدمی نے خرید کر ایک کو مسجد کے صحن میں لگا دیا اور دوسری کو بیت الخلاء میں لگا دیا۔اینٹیں ایک جیسی، بنانے والا ایک آدمی، قیمت بھی ایک جیسی، لگانے والا بھی ایک آدمی لیکن ایک کو نسبت مسجد سے ہوگئی جبکہ دوسری کو نسبت بیت الخلاء سے ہوگئی۔جس کی نسبت بیت الخلاء سے ہوئی، وہاں ہم ننگا پاؤں رکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور جس کی نسبت بیت اللہ (مسجد) سے ہوئی وہاں ہم اپنی پیشانیاں ٹیکتے ہیں۔دونوں کے رتبے میں فرق

کیوں ہوا؟ سچی بات یہی ہے کہ نسبت نے دونوں میں فرق پیدا کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کی نسبت (حضرت جبرائیلؑ کی توجہ کے اثر کا واقعہ):۔

سینہ سے سینہ ملا کر نسبت ملنے کے واقعات ہمارے مشائخ میں بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تو فرماتے ہیں کہ ابتدائے وحی کے وقت حضرت جبرائیلؑ کا حضور اقدس ﷺ کو اپنے ساتھ لگا کر بھینچنا بھی نسبت اتحادی پیدا کرنے کے لئے تھا۔اسی بات سے اندازہ لگائیں کہ جس ہستی کی ابتداء فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیلؑ کے اتحاد سے ہو رہی ہے اس کی انتہاء کیا ہوگی۔اگلے تیئیس برس میں اس نے کتنی ترقی کی ہوگی؟ تیرا سال کے بعد یہ حال تھا کہ واقعہ معراج شریف پیش آیا اس میں جبرائیلؑ ساتویں آسمان پر یہ کہہ کر پیچھے رہ جاتے ہیں کہ میری تو پرواز یہیں تک تھی اب اگر بال برابر بھی آگے بڑھوں گا تو تجلی باری سے جل جاؤں گا۔پھر نبی کریم ﷺ حضرت جبرائیلؑ کو چھوڑ کر مقام قاب قوسین تک پہنچ گئے۔اس کے بعد اگلی دس سالہ زندگی میں آپ ﷺ کی کیا کیا ترقیاں ہوئی ہوں گی ہم کیا جانیں؟

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد تو یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ کے بھینچنے سے آپ کو نسبت اتحادیہ حاصل ہوئی اس پر شیخ الحدیث زکریاؒ فرماتے ہیں کہ یہ سلوک تفصیلی تھا۔غار حرا میں چھ ماہ تک انقطاع عن المخلوق اور توجہ الی اللہ سے قلبِ اطہر میں وہ صفائی اور نور تو پہلے ہی پیدا ہو چکا تھا جو نسبت انعکاسی کیلئے ضروری تھا۔جبرائیلؑ کی صورت دیکھ کر صفات ملکیت کا انعکاس تو شروع ہی میں ہو گیا تھا اس کے بعد پہلی مرتبہ بھینچنے میں نسبت القائی اور دوسری مرتبہ میں نسبت اصلاحی اور تیسری مرتبہ میں نسبت اتحادی پیدا ہو کر وہ صفاتِ ملکیت جن کا انعکاس تو پہلے ہو چکا تھا طبیعت ثانیہ بن گئیں۔سوچنے کی بات ہے جس کی ابتداء میں فرشتوں کے خصائل بلکہ سید الملائکہ جبرائیل کے خصائل طبیعت ثانیہ بن گئے ہوں اس کے تیئیس سالہ مجاہدات اور تعلق مع اللہ میں کتنی ترقیات ہوئی

ہوں گی اگر اسکی کوئی مثال کہی جاسکتی ہے تو بس یہی کہ

میان عاشق ومعشوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

(سلامت رہے تمہاری نسبت ص ۱۰۳)

مسجد کی عظمت:

دیکھئے، زمین تو سب کی سب اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے لیکن پوری زمین کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ البتہ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر ہم مسجد بنادیں، زمین کے جس ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نسبت ہو جائے تو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن زمین کے ان تمام ٹکڑوں کو بیت اللہ میں شامل کر کے بیت اللہ کو جنت کا حصہ بنادیا جائے گا۔ حالانکہ یہ وہی زمین تھی جس پر مسجد بننے سے پہلے لوگ جوتوں سمیت گزرتے تھے اور جانور گزرتے ہوئے پیشاب، پاخانہ کر دیتے تھے۔ مگر اللہ کے نام کے ساتھ نسبت ہو جانے کی وجہ سے اس کی عظمت بڑھ گئی آخرت میں یہ جنت کا حصہ بن جائے گی۔

قرآن مجید کے گتے کا رتبہ:

فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر آپ قرآن مجید پر ایک گتہ اس طرح جوڑ دیں کہ وہ قرآن مجید کا جزو بن جائے تو اب جس طرح لکھے ہوئے کاغذ کو آپ بے وضو نہیں چھو سکتے اسی طرح اس گتے کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ کوئی آدمی اگر یہ کہے کہ گتے پر قرآن مجید تو نہیں لکھا ہوا، گتہ اور چیز ہے اور جن کاغذوں پر قرآن لکھا ہوا ہے وہ اور چیز ہے، تو فقہاء اس کا جواب دیں گے کہ گتہ تو واقعی غیر چیز تھی، جنسِ غیر تھی مگر سلائی کے ذریعے سے قرآن کے ساتھ یہ جڑ گیا، لہٰذا اس یک جان ہونے کی نسبت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے گتے کو بھی وہ مقام دے دیا کہ اب ہم اس گتے کو بھی

بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔

ایک درخت سے جنت کا وعدہ:

اسطوانۂ حنانہ کھجور کا ایک خشک تنا تھا جس کو نبی علیہ السلام کے ساتھ محبت تھی۔ نبی علیہ السلام اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب منبر بن گیا تو نبی علیہ السلام نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کر دیا لیکن وہ تنا نبی علیہ السلام کی جدائی میں بچوں کی مانند سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ اس تنے کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نسبت ہوگئ تھی اس لئے اس کے ساتھ جنت کا وعدہ کر دیا گیا۔

کتے کا جنت میں داخلہ:

اصحاب کہف کے ساتھ ایک کتا چل پڑا تھا۔مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بھی جنت میں پہنچا دیں گے۔اگر نیکوں کے ساتھ نسبت حاصل ہونے سے کتے کو جنت مل سکتی ہے تو جب مؤمن اللہ والوں کے ساتھ نسبت پکی کر لے گا تو اس کی نجات کیوں نہیں ہوگی۔

اونٹنی جنت میں:

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بارے میں بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکو بھی جنت عطا فرمائیں گے۔حالانکہ دنیا کے دوسرے اونٹ جنت میں نہیں جائیں گے مگر اس کو چونکہ حضرت صالح علیہ السلام سے نسبت ہے اس لئے اس کو بھی جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرما دیا۔

تابوتِ سکینہ کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں ایک جگہ تذکرہ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے ایک

بہت بڑا صندوق لے کر حضرت طالوت علیہ السلام کے پاس آئے۔فرمایا کہ فیہ سکینۃ اس میں سکینہ تھی۔سکینہ اس رحمت، برکت اور نور کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں اَنْـزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُـوْلِـهٖ (التوبۃ:۲۶) کہ اللہ نے اپنے رسول کے اوپر سکینہ کو نازل کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے اس صندوق کے لئے بھی سکینہ کا لفظ استعمال کیا اور ارشاد فرمایا فِيْهِ سَكِيْنَةٌ وَّبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (البقرہ:۲۴۸) کہ اس میں رحمت، برکت اور نور تھا اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی جو بچی ہوئی چیزیں تھیں وہ اس میں موجود تھیں۔معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کے بچے ہوئے تبرکات میں اللہ تعالیٰ نے سکینہ کو رکھ دیا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ نسبت نصیب ہو جانے سے کسی بھی چیز کی قدر بدل جاتی ہے۔اس لحاظ سے انسان کی زندگی میں نسبت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔انسان اپنی زندگی میں نہ صرف اچھی نسبت قائم کرے بلکہ نسبتوں کا لحاظ رکھے اور ان کی قدر کرے تو اس کے فوائد و ثمرات کو وہ دنیا و آخرت میں دیکھ سکتا ہے۔اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں اور اللہ والوں کے حالات پڑھیں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ نسبت کا مقام کیا ہے؟

نسبت کا مقام

حضرت یوسف علیہ السلام کے نزدیک نسبت کا مقام:

جس کو کسی سے نسبت ہو جاتی ہے وہ اپنی نسبت کی لاج رکھا کرتا ہے۔ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قحط کے زمانے میں ایک لڑکا غلہ لینے کے لئے آیا۔آپؑ نے اسے کچھ غلہ دے دیا۔اس کے بعد اس نے آپؑ کو کوئی بات بتائی تو آپؑ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو اور زیادہ غلہ دیا اور انعامات و اعزازات کے ساتھ رخصت کیا۔اللہ تعالیٰ نے وحی نازل

فرمائی۔اے میرے پیارے پیغمبر علیہ السلام! آپؑ نے اس لڑکے کا اتنا زیادہ اکرام کیوں کیا؟ عرض کیا، رب کریم! میں نے تو ابتداء میں اس کو وہ حصہ دیا جو بنتا تھا لیکن اس نے مجھے بتایا کہ میں وہ لڑکا ہوں جس نے بچپن میں آپؑ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔اس بات کو سن کر میرے دل میں محبت تڑپ اٹھی کہ یہ وہ لڑکا ہے جس نے بچپن میں میری پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔آج یہ بے حال ہو کر میرے پاس کچھ لینے کیلئے آیا ہے، میں کیوں نہ اس گواہی کی وجہ سے اس کا اکرام کروں، اس لئے میں نے اس کا اکرام کیا اور میں نے اسے وہ کچھ دیا جو میرے اختیار میں تھا۔رب کریم نے وحی نازل فرمائی، اے میرے پیغمبر! جس نے آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی آپ نے اس کو اتنا کچھ دیا جو آپ دے سکتے تھے، آپ نے وہ کچھ کیا جو آپ کی شان کے مطابق تھا، یادرکھئے! جو بندہ بھی میری الوہیت اور ربوبیت کی گواہی دے گا، جب وہ میرا بندہ قیامت کے دن میرے سامنے آئے گا تو میں پروردگار بھی اسے وہ کچھ دوں گا جو میری شان کے مطابق ہوگا۔سبحان اللہ

حضرت آدم علیہ السلام کے نزدیک نسبت کا مقام:

اللہ تعالیٰ نسبت کی برکات سے بندے کی دعائیں قبول کرتے ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام دنیا میں اتارے گئے تو آپؑ نے دوسو سال یا تین سو سال تک اللہ رب العزت کے حضور بہت عاجزی اور زاری کی اتنا روئے کہ اگر آنسوؤں کو جمع کر دیا جائے تو وہ پانی ندی اور نالے کی طرف بہنا شروع کر دے۔بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا اور عرض کیا، اے اللہ! میں آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے دعا مانگتا ہوں، میری توبہ قبول فرمالیجئے۔پروردگار عالم نے توبہ تو قبول فرمالی مگر ساتھ ہی پوچھا، اے میرے پیارے آدم! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ میرے اتنے مقرب اور محبوب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! جب میں جنت میں تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا لا

اله الا الله محمدرسول الله میں پہچان گیا کہ جس ہستی کا نام آپ کے نام کے ساتھ ہے وہ آپ کی محبوب ہستی ہوگی، اس لئے میں نے آپ کی اس محبوب ہستی کا تصور کر کے آپ سے دعا مانگی ہے۔سبحان اللہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس نسبت کی برکت کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی چاہت ہوگی کہ مجھے آدم علیہ السلام کی بجائے ان (نبی آخر الزمان ﷺ) کی نسبت سے پکارا جائے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ابو محمد ﷺ کی کنیت سے پکارا جائے گا۔سبحان اللہ، ان کے دل کی تمنا ہوگی کہ میری اولاد میں سے جس کی نسبت کی برکت سے میری توبہ قبول ہوئی مجھے جنت میں اسی کے نام کے ساتھ پکارا جائے۔

لمسِ نبوی ﷺ کی برکات:

ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔اسی اثناء میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے گھر تشریف لائے۔آپ ﷺ کو اپنی صاحبزادی سے بہت محبت تھیں۔ بیٹیاں تو ویسے ہی لخت جگر ہوتی ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا! ایک روٹی میں بھی بنا دوں! چنانچہ آپ ﷺ نے بھی آٹے کی ایک روٹی بنا دی اور فرمایا کہ تنور میں لگا دو۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ روٹی تنور میں لگا دی۔سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب روٹیاں لگا کر فارغ ہوگئیں تو کہنے لگیں، ابا جان ﷺ! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی گئی تھی ویسے ہی لگی ہوئی ہے۔اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے گھر گیا۔میں کھانا کھا رہا تھا۔انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تولیہ لاؤ۔جب وہ تولیہ لائیں تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔حضرت انسؓ نے اس کو

غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ جاؤ اسے صاف کر کے لاؤ۔ فرماتے ہیں کہ وہ بھاگ کر گئی اور جلتے ہوئے تنور کے اندر تولئے کو پھینک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ تولیہ تنور سے باہر نکالا تو بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی۔ میں نے ہاتھ صاف کر لئے مگر حضرت انسؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے۔ میں نے یہ تولیہ محبوب ﷺ کو ہاتھ مبارک صاف کرنے کے لئے دیا تھا۔ جب سے محبوب ﷺ نے ہاتھ مبارک صاف کئے آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا ہے، جب یہ تولیہ میلا ہوجاتا ہے تو ہم اسے تنور میں ڈال دیتے ہیں، آگ میل کچیل کو کھالیتی ہے اور ہم صاف تولیے کو باہر نکال لیتے ہیں۔ سبحان اللہ جس چیز کو نبوت کے ہاتھ لگ گئے تو اس نسبت کی برکت سے آگ نے اس کو جلانا چھوڑ دیا۔

سب سے بہترین زمانہ:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر کون لوگ؟ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ پھر وہ جو اِن سے ملے ہوئے ہیں۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ان کے بعد پھر وہ جو اِن سے ملے ہوئے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام کے زمانے کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ وہ ایسا زمانہ ہے کہ بعض مفسرین کے نزدیک وَالْعَصْرِ کہہ کر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے اس دور کی قسم کھائی۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر کی قسم کھائی لَعَمْرُکَ اے محبوب ﷺ! مجھے قسم ہے آپ کی عمر کی۔ لَاۤ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ مجھے قسم ہے اس شہر کی وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ اور میرے محبوب! آپ اس شہر میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ قسمیں کھانے کی وجہ یہ تھی کہ ان چیزوں کو اللہ کے محبوب ﷺ سے ایک نسبت ہوگئی تھی۔

سبحان اللہ

☆

حکیم ترمذیؒ کا سبق آموز واقعہ:

حکیم ترمذیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دنیا کی بھی حکمت دی تھی۔ آپ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ اس وقت دریا آمو کے بالکل کنارے پر آپ کا مزار ہے۔ آپ وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو حسن و جمال اتنا دیا تھا کہ دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت عامہ تامہ عطا کر رکھی تھی۔

آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ بڑی حسینہ جمیلہ تھی۔ کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں، بڑی مدت سے موقع کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے لہٰذا آپ میری خواہش پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوف خدا غالب ہوا اور رو پڑے۔ آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول ہی گئے۔

جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلّے پر بیٹھے تھے۔ ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے، کہنے لگے، اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی، اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہوں گا۔ اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حال میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا، میرے محبوب ﷺ! جب جوانی کا وقت

تھا...... جب شہوات کا دور تھا...... جب قوت کا زمانہ تھا...... جب اندھے پن کا وقت تھا......اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی۔لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے تو اے اللہ کے محبوب ﷺ ! میرے بال سفید ہو گئے لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا میں اس لئے آج بہت پریشان ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا''یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی،ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا،اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے اس لئے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا تھا''۔

نسبت کے احترام سے ولایت ملنے کا واقعہ:

حضرت جنید بغدادیؒ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔بادشاہ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائیگا۔سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا۔نان شبینہ کو ترستا تھا۔اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔اس نے سوچا کہ جنید کو رستم زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے۔مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں اس لئے کسی کے ہاں جا کر اپنا حال بھی نہیں کھول سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی۔بادشاہ نے اس شخص سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا۔اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤنگا۔

مقابلے کیلئے دن متعین کر دیا گیا۔بادشاہ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لئے آیا۔جب

دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سیّد صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستم زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ لے، میں سادات میں سے ہوں، غریب ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا لیکن میری پریشانی دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس نے کشتی کرنا شروع کر دی جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی اکرم ﷺ کے قرابت کا واسطہ دیا تھا۔ یہ محبوب ﷺ کی نسبت تھی جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب ﷺ کے ہاں عزت مل جائے تو تیرے لئے یہی کافی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ان کو گرا لیا۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں کوئی وجہ بن گئی ہوگی لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی جنید خود ہی گر گئے اور اسے سینے پر بٹھا لیا۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا، اس نے جنید کو بہت لعن طعن کی۔ حتیٰ کہ اس نے کہا جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال دوں اور پورے شہر میں پھرا دوں، تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا۔ آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا۔ گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے آج اپنی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔

رات کو سوئے تو خواب میں اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنید! تو نے ہماری خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے، یاد رکھنا کہ ہم تیری عزت کے ڈنکے دنیا میں بجا دیں گے۔ چنانچہ وہ جنید بغدادیؒ جو ظاہری پہلوان تھے اللہ تعالیٰ نے اسے روحانی دنیا کا پہلوان بنا دیا۔ آج جہاں بھی تصوف کی بات کی جائے گی جنید بغدادیؒ کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا۔

☆

بندی اور بندے کی معافی:

ایک آدمی کی بیوی سے کوئی غلطی ہوگئی۔نقصان کر بیٹھی۔اگر وہ چاہتا تو اسے سزا دے سکتا تھا۔اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے کر گھر بھیج سکتا تھا،تاہم اس آدمی نے یہ سوچا کہ میری بیوی نقصان تو کر بیٹی ہے،چلو میں اس اللہ کی بندی کو معاف کر دیتا ہوں۔کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کی وفات ہوگئی۔کسی کو خواب میں نظر آیا۔خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ سناؤ آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر مہربانی فرما دی۔اس نے پوچھا،وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میری بیوی غلطی کر بیٹھی تھی۔میں چاہتا تو سزا دے سکتا تھا مگر میں نے اس کو اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔پروردگار عالم نے فرمایا کہ تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا،جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

امام رازیؒ کے نزدیک بسم اللہ کی برکت:

امام رازیؒ نے ایک عجیب بات لکھی۔وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایمان والوں کو کشتی میں لے کر بیٹھو،اور اس کے بعد پڑھنا (**بسم اللّٰہ مجرھا**)۔لہٰذا جب کشتی کو چلانا ہوتا تو وہ (**بسم اللّٰہ مجرھا**) پڑھتے اور کشتی چل پڑتی اور جب روکنا ہوتا تو فرماتے (**بسم اللّٰہ مرسٰھا**) اس سے کشتی رک جاتی۔اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک کی آیت بنا دیا۔(**بسم اللّٰہ مجرھا و مرسٰھا**) (ھود:۴۱) اس آیت کے تحت امام رازیؒ نے ایک عجیب نکتہ لکھا۔وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کر اس کشتی کو چلاؤ بھی اور روکو بھی۔لہٰذا بسم اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کشتی کو چلاتے بھی تھے اور اتنے بڑے طوفان سے اس کشتی کی حفاظت بھی فرمائی۔وہ یہاں فرماتے ہیں کہ سوچنے کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بسم اللہ کے دو لفظ عطا فرمائے اور ان دو

لفظوں کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی سرپرستی میں ان کی پوری امت کو اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے طوفان سے محفوظ فرمالیا تو ہم بھی امید کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی سرپرستی میں امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم عطا کردی، اس کی برکت سے جہنم کی آگ سے بچا کر جنت عطا فرمادیں گے۔ سبحان اللہ۔ چونکہ نبی علیہ السلام کے ساتھ امت کو ایک نسبت حاصل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس امت کی بھی حفاظت فرمائیں گے۔

سلف صالحین اور نسبت کا خیال

سلف صالحین نسبتوں کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔ اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

باسی روٹی کی نسبت:

ایک بزرگ کے سامنے جب بھی دسترخواں پر روٹیاں رکھی جاتیں تو وہ ٹھنڈی پہلے کھاتے اور گرم روٹی بعد میں۔ کسی نے کہا، حضرت! جب ٹھنڈی اور گرم دونوں قسم کی روٹیاں موجود ہوں تو جی تو یہ چاہتا ہے کہ گرم روٹی پہلے کھائیں کیونکہ ٹھنڈی روٹی تو ٹھنڈی ہوچکی ہوتی ہے اس لئے وہ بعد میں کھانی چاہیئے۔ مگر اللہ والوں کی نگاہ کہیں اور ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا، نہیں یہ ٹھنڈی اور گرم دونوں میرے سامنے ہوتی ہیں، میں ان پر نظر دوڑاتا ہوں اور اپنے دل سے پوچھتا ہوں کہ اے دل! تیرا جی چاہتا ہے کہ گرم روٹی کھا کر لطف اٹھائے مگر سوچ تو سہی کہ ٹھنڈی روٹی پہلے پکی اس لئے اس کو نبی علیہ السلام کے زمانے سے قرب کی نسبت زیادہ حاصل ہے اور گرم روٹی بعد میں پکی اس لئے اس کو دور کی نسبت ہے۔ لہٰذا میں قرب کی نسبت والی روٹی پہلے کھاتا ہوں اور بعد والی روٹی کو بعد میں کھاتا ہوں۔ اندازہ لگایئے کہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ سے جو نسبت ہوتی تھی اللہ والے اس نسبت کا بھی خیال فرماتے تھے۔

☆

حضرت عمرؓ کے نزدیک نسبت کا مقام:

سیدنا عمر ابن الخطابؓ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمرؓ کا مشاہرہ (تنخواہ) کم متعین کیا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مشاہرہ زیادہ متعین فرمادیا۔ حضرت زیدؓ نبی اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ جب مشاہرہ متعین ہو گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پوچھا، ابا جان! علم وفضل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑھا دیا مگر آپ نے اسامہؓ کا مشاہرہ مجھ سے زیادہ متعین فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا، بیٹے! اسامہؓ تیری نسبت اللہ کے محبوب ﷺ کو زیادہ پیارا تھا اور اسامہؓ کا باپ تیرے باپ سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کو پیارا تھا اس لئے میں نے اسامہؓ کا مشاہرہ زیادہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ اکبر......!!!

بعض مشائخ کا معمول:

ہمارے بعض مشائخ کا معمول رہا ہے کہ اگر ان کے ہاں کوئی صاحب نسبت بزرگ مہمان آتے تو وہ ان کا کھانا اپنے سر پر اٹھا کر لے جاتے۔ حالانکہ ہاتھوں میں بھی اٹھا کر لے جا سکتے تھے مگر نسبت کے اکرام کی وجہ سے وہ صاحب نسبت بزرگ کا کھانا اپنے سر پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔

صاحب نسبت بزرگ کے تحفے کا اکرام:

دو بزرگ صاحب نسبت تھے۔ ان کی آپس میں محبت بہت زیادہ تھی۔ ان میں سے ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے ملنے کیلئے گئے۔ سوچا کہ میں ان کے پاس کوئی تحفہ لے جاؤں۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے تھادو تحابُّوا تم ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت بڑھے گی۔ چنانچہ سوچا کہ میں کیا لے کر جاؤں کیونکہ کچھ بھی اپنے پاس نہیں تھا۔ مگر دل میں اخلاص تھا۔ اس لئے دل میں خیال آیا کہ جنگل میں سے لکڑیاں کاٹ کر لے جاؤں۔ چنانچہ

لکڑیا کاٹیں، ان کا گٹھا بنایا اور سر پر اٹھا کر لے چلے کہ میں اپنے ایک بھائی کو تحفہ دینے کیلئے جا رہا ہوں۔ جب لکڑیاں وہاں جا کر رکھیں تو انہیں کہا کہ میں آپ کیلئے تحفہ لا یا ہوں۔ انہوں نے یہ تحفہ گھر بھجوا دیا اور اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ یہ ایک صاحب نسبت بزرگ کا تحفہ ہے، جب میں مر جاؤں تو میرے میت کے غسل کا پانی ان لکڑیوں سے گرم کیا جائے۔ سبحان اللہ

نسبت کے احترام پر گناہوں کی بخشش:

کعب احبارؒ وہ تابعی تھے جو علمائے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ انہیں دو پیغمبروں پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دنیا میں بھی سعادت ملی اور قیامت کے دن بھی ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ وہب بن منبہ ان کا عمل نقل کرتے ہیں جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ آخری صف میں نماز پڑھیں۔ جبکہ دوسرے لوگ دوڑ دوڑ کر پہلی صف میں جاتے کیونکہ پہلی صف کے اجر اور اس کی فضیلت کے بارے میں احادیث میں بتایا گیا ہے۔ ان کے شاگردوں نے جب ان کا یہ عمل دیکھا تو پوچھا، حضرت! دوسرے لوگ تو پہلی صف کیلئے کوشش کرتے ہیں اور آپ پہلی صف کی کوشش نہیں کرتے، پچھلی صف میں ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ میں نے تورات اور اس کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے بعض ایسے بندے ہوں گے جو اپنے پروردگار کو اتنے مقبول ہوں گے کہ جہاں کھڑے ہو کر وہ نماز پڑھیں گے ان کے پیچھے اقتدا کرنے والے جتنے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے نیک بھائی سب آگے ہوں ممکن ہے کہ کسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے ہاں نسبت کی بہت قدر ہوا کرتی تھی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اچھی نسبت بنانے کی اور نسبت کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆

نسبت مع اللہ

بندے کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق قائم ہوجانا نسبت مع اللہ کہلاتا ہے۔خصوصی تعلق سے مراد یہ ہے کہ نسیان (غفلت) دور ہوجائے اور عصیان (گناہ) سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت نصیب ہوجائے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب انسان کا دل نور معرفت سے منور ہوجائے نفس امارہ کی انانیت ٹوٹ جائے اور یہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔تصوف کی زبان میں لفظ ''نسبت'' اسی کیفیت کے لئے بولا جاتا ہے۔

نسبت کی تعریف:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں نسبت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''تمام مشائخ کے طریقوں کا مقصد، منتہیٰ اور حاصل ایک خاص ہیئت نفسانی کا حصول ہے جسے نسبت کہتے ہیں۔اس لئے کہ اس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت و تعلق حاصل ہوتا ہے۔اسی نسبت کا ایک نام سکینہ ہے اور اسی کو نور بھی کہتے ہیں۔

حضرت اشرف علی تھانویؒ نسبت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''نسبت کے لغوی معنی تعلق اور لگاؤ کے ہیں اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق، یعنی اطاعت دائمہ وذکر غالب۔اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص تعلق یعنی قبولیت اور رضا جیسا کہ عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے''

تو معلوم یہ ہوا کہ نسبت اللہ تعالیٰ سے ایک خاص قسم کے تعلق کا نام ہے۔جس قدر یہ تعلق قوی ہوگا اسی قدر نسبت قوی ہوگی۔عمومی نسبت تو ہر مسلمان کو اللہ سے ہے لیکن یہ نسبت ایک خاص قسم کی محبت اور اور خصوصی تعلق کا نتیجہ ہوتی ہے۔جیسا کہ مولانا رومؒ نے فرمایا

اتصالے بے تکیف بے قیاس

ہست رب الناس راباجانِ ناس

(یعنی حق تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ ایک ایسا اتصال (نسبت) ہے جس کی نہ تو کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ کسی چیز پر اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے)

نسبت کی حقیقت:

نسبت کی حقیقت سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی میں یہ ایک بات رکھی ہے کہ کسی امر کو مسلسل اختیار کرنے سے وہ اس کا عادی ہوجاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کا اتنا خوگر ہوجاتا ہے کہ اس کا ترک کرنا اس کیلئے امر محال بن جاتا ہے۔روزمرہ زندگی سے چند مثالیں دی جاتی ہیں جس سے اس بات کو سمجھنا ذرا آسان ہوجائے گا۔

مثال نمبرا:

ہم دیکھتے ہیں کہ جس بندے کو نماز کی عادت نہیں اسے نماز کیلئے کہہ دیں تو اسے نماز پڑھنا ایک بہت بڑا بوجھ اور مصیبت نظر آتی ہے۔اس کے برعکس وہی نماز ایک نمازی آدمی کیلئے بہت آسان ہے۔حتیٰ کہ اگر کسی وجہ سے اس کی نماز چھوٹ جائے تو اسے سخت رنج اور پشیمانی ہوتی ہے اور جب تک اسے ادا نہ کرلے چین نہیں آتا۔

مثال نمبر۲:

بعض لوگوں کو دیکھا کہ بہت سی نفیس طبع اور صفائی پسند ہوتے ہیں۔ ہر وقت نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر رہتے ہیں۔کہیں بیٹھنا ہو تو جگہ جھاڑ کر بیٹھیں گے کہ مٹی نہ لگ جائے۔کپڑے پر معمولی سا داغ بھی ان سے برداشت نہیں ہوتا۔صاف رہنے کی یہ عادت ان میں اتنی راسخ ہوجاتی ہے کہ اگر وہ کسی دن نہ نہائیں یا اور کوئی خلاف نفاست بات ہوجائے تو ان

کے سر میں درد ہونے لگ جاتا ہے۔ حالانکہ وہی بات دوسروں کیلئے اتنی تکلیف دہ نہیں ہوتی۔

مثال نمبر۳:

بعض لوگوں کو اپنی روزانہ کی خوراک میں کسی خاص چیز کے کھانے یا پینے کی عادت ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ اس کو کھا نہیں لیں گے تو ان کی تسلی نہیں ہوگی۔ جیسے کسی کو چائے پینے کی عادت ہوتی ہے، کسی کو کوک یا آئس کریم وغیرہ کی۔ لذت یا غذائیت کے اعتبار سے ان کو اس سے اعلیٰ درجے کی بھی کوئی چیز دے دی جائے تو بھی جب تک ان کو مطلوبہ چیز نہیں ملے گی انہیں سکون نہیں آئے گا۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نفس انسانی میں جو حالت بھی راسخ ہو جائے پھر وہی اس کی صفت بن جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کمر بستہ بن جاتا ہے تو اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کیلئے محنت مجاہدے میں لگ جاتا ہے، اطاعت الٰہی میں کوشاں رہتا ہے اور ذکر الٰہی پر مداومت کی کوشش کرتا ہے۔ جب کچھ عرصہ وہ اسی محبت میں گزارتا ہے تو یہ حالت اس میں راسخ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ یاد الٰہی اس کے دل کی صفت بن جاتی ہے اور اطاعت الٰہی اس کے نفس کا تقاضا بن جاتی ہے۔ اب اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت اختیار کرنا اور اس کی نافرمانی کا قصد کرنا اس کیلئے ممکن نہیں رہتا۔ اب اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ بھی بن جاتا ہے۔ اس حالت میں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تجلیات اور سکینہ نازل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے، اس کی اسی کیفیت راسخہ کا نام نسبت ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب نفس انسانی عام مادی لذات کا عادی ہو جائے تو ان کا ترک گوارہ نہیں کرتا تو جب یہ تجلیات ربانی اور عالم امر کے انوارات سے آشنائی حاصل کر لیتا ہے تو ان کی لذت سے محروم ہونا کیسے گوارہ کر سکتا ہے؟ اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نسبت کی

حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کیفیت کا نام ہے جو نفس ناطقہ میں حلول کر جاتی ہے جس کے سبب سے نفس کے اندر ایک ملکی شان پیدا ہو جاتی ہے اور عالم بالا سے باتیں اخذ کرنے کا ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے‘‘

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

’’نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ سے عشق کا تعلق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا بندے سے رضا کا تعلق ہو جائے‘‘

بندے کا اللہ کی رضا جوئی کیلئے ذکر وطاعت کا اختیار کرنا اور اس میں رسوخ حاصل کرنا گویا کہ بندے کی اللہ سے ایک نسبت ہے اب اس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کے ہاں ایسی قبولیت ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے رضائے تامہ نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی بندے سے نسبت ہے۔ نسبت کا جو لفظ مشائخ بولتے ہیں وہ ان دونوں نسبتوں کے قائم مقام ہوتا ہے۔

رضائے تامہ کا معنی:

رضائے تامہ کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو اللہ کی کامل رضا حاصل ہو جائے نہ کہ جز وقتی مثلاً جب کوئی گناہ گار گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں لیکن جب وہی بندہ کوئی نیکی کرتا تو اس پر راضی بھی ہوتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ایک گناہ گار کے نیک عمل پر راضی تو ہوئے ہیں لیکن اس بندے کے عمل کے بقدر وقتی رضا حاصل ہوئی ہے نہ کہ کامل رضا ملی ہے۔ رضائے تامہ اس بندے کو حاصل ہوتی ہے جو تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی محنت کر کے اپنی اصلاح کر چکا ہو اس بندے کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی تعلق نصیب ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ ایسے ہی بندے کو صاحب نسبت کہتے ہیں۔

☆

ایک شبہ کا ازالہ:

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حصولِ نسبت کے بعد بھی بتقاضائے بشریت کبھی معصیت کا ہوجانا ممکن ہے بلکہ ہو بھی جاتی ہے تو پھر دائمی رضا حاصل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کے جواب میں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال نمبرا:

گہری دوستی کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی شکررنجی پیدا ہی نہ ہو۔ ہاں ہوسکتی ہے، لیکن یہ شکررنجی عارضی ہوتی ہے حقیقت میں اس خفگی کے دوران بھی دوستی کا تعلق قائم رہتا ہے، ٹوٹتا نہیں۔ بالکل اسی طرح صاحب نسبت سے کوئی لغزش تو ہوسکتی ہے لیکن وہ صاحب جلد ہی اس پر مطلع ہوکر توبہ تائب ہوجاتے ہیں اور تعلق بدستور قائم رہتا ہے۔

مثال نمبر۲:

تکمیلِ صحت کے بعد ضروری نہیں کہ کبھی نزلہ زکام یا کوئی اور چھوٹا موٹا عارضہ نہ ہو، ہوسکتا ہے۔ یا کسی بدپرہیزی کرنے سے صحت میں عارضی فتور واقع ہوسکتا ہے لیکن اس کا تدارک کرنے کے بعد وہی صحت لوٹ آتی ہے۔

مثال نمبر۳:

وہ طلبا جو سند وفراغت حاصل کرلیتے ہیں اور مکمل عالم بن جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب وہ کسی کتاب میں کسی مقام پر اٹکیں گے ہی نہیں، اٹک سکتے ہیں لیکن ذرا توجہ کرنے سے وہ اشکال رفع کرلینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

نسبت کی علامت:

صاحبِ نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا سے

نفرت اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو، اور اس کی طرف علماء اور دیندار حضرات کا میلان اور رجوع زیادہ ہو بہ نسبت دنیاداروں کے۔

بعض لوگ اپنی جہالت کی بناء پر نسبت سے مراد بعض خاص کیفیات اور احوال مراد لیتے ہیں جو فاسق وفاجر میں بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ ان کیفیات کا تعلق ریاضت ومجاہدے کے ساتھ ہے جو کوئی بھی شخص حاصل کرسکتا ہے۔ان کیفیات کے لئے قبولیتِ خداوندی شرط نہیں ہوتی۔

نسبت کے دلائل

دلیل نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہ کرام کے متعلق فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡ عَنۡہُ (سورۃ توبہ:۱۰۰) کہ وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے یہ دلیل ہے صحابہ کرامؓ کی نسبت کی۔ گویا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی دائمی رضامندی عطا فرمادیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲: ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿یٰۤاَیَّتُھَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ٥ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ٥﴾

(اے اطمینان والے نفس! تو لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)(الفجر:۲۷،۲۸)

نفس مطمئنہ وہ نفس ہوتا ہے جو امارگی اور انانیت سے نجات پا چکا ہو اور یہی نفس نسبت کے حصول کا حامل ہوتا ہے۔اسی نفس کو اس آیت میں اللہ رب العزت کی طرف سے دائمی رضا کی نوید سنائی جارہی ہے۔

دلیل نمبر۳:

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾

(جو میرے بندے ہیں (اے شیطان!) تیرا ان پر قابو نہیں چل سکتا)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اتباع شریعت کے ساتھ وہ مقام پا لیتے ہیں کہ شیطان ان سے کوئی ایسا گناہ نہیں کروا سکتا جو کہ نا قابل معافی ہو۔ ''عبادی'' کا لفظ اسی نسبت کی واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر۴:

﴿فَمَنْ یَّکْفُرْ بِا لطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِا للّٰهِ فَقَدِاسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَاانْفِصَامَ لَهَا﴾(البقرہ:۲۵۶)

(پس جس شخص نے شیطان کو جھٹلایا اور اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا)۔

یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ نسبت مع اللہ جب قائم ہو جاتی ہے تو ٹوٹتی نہیں ہے بلکہ انسان ایک مضبوط حصار میں آ جاتا ہے۔

دلیل نمبر۵:

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

''میرا بندہ نوافل سے میرا اتنا قرب پا لیتا ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بول لیتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا

ہے۔میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ وہ چلتا ہے“

(مشکوٰۃ ص۱۹۷، ج۱)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کا اتنا بھی مقرب ہوسکتا ہے کہ اس کا سننا، دیکھنا، بولنا، کام کرنا سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوجاتا ہے۔ یہ بھی نسبت کے قائم ہوجانے کی ایک دلیل ہے۔

دلیل نمبر۶:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِی شیئاً اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْر“

(اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ بھی ڈالا ہے میں نے اسے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے)

نبی اکرم ﷺ نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو علم مجھے ملا میں نے ابوبکر صدیقؓ کو بھی بتادیا بلکہ فرمایا جو اللہ نے میرے سینے میں ڈالا وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نبیؑ نے اپنے احوال و کیفیات کو منتقل کیا آپ کی طرف، یعنی ایک باطنی نسبت کو ابوبکر صدیقؓ کے سینے میں منتقل کیا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی نسبت سب سے مضبوط نسبت ہے کہ اس کا اظہار خود زبان نبوت سے ہورہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہے ان کو امت پر فضیلت نماز روزوں کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس درد دل کی وجہ سے تھی جو آپ کے دل میں تھا۔ یہ دلیل ہے آپ کی نسبت مع اللہ کی۔

نسبت کے مختلف سلاسل:

نسبت کی حقیقت اور ماہیت تو ایک ہی ہے لیکن محنت اور طریقے کے فرق کے اعتبار سے اس نسبت کے رنگ مختلف ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے اسی نسبت کو

حاصل کیا۔لیکن ہر صحابیؓ کی اپنی اپنی محنت اور طریقہ کے فرق کی وجہ سے ہر ایک کی نسبت کا رنگ جدا جدا تھا۔ چنانچہ کسی نے تو نمازوں کی کثرت کی تو ان کی نسبت پر اسی کا رنگ غالب تھا، کسی نے تلاوت قرآن کو اپنا شغل بنایا تو ان کی نسبت پر اس کا رنگ غالب تھا، کسی نے صدقہ خیرات کی کثرت کی اور کوئی موت کی فکر اور یاد میں ڈوبے رہتے تھے تو یہ ان کی نسبت کا رنگ بن گیا۔ کسی پر عشق الٰہی کا رنگ غالب تھا تو کسی کو اللہ کی حضوری اور پیشی کا خوف دامن گیر رہتا۔ علیٰ ہذا القیاس صحابہ کرامؓ کی نسبت کے الوان اور رنگ مختلف تھے۔

تابعین نے صحابہ کرامؓ کی صحبت میں رہ کر نسبت کے نور کو حاصل کیا۔ جس نے جس صحابی کی صحبت کو پایا اس پر اسی صحابیؓ کی نسبت کا رنگ غالب آ گیا۔ تابعین سے تبع تابعین نے فیض اٹھایا اور پھر یہ سلسلہ آگے سے آگے چلتا رہا۔ چنانچہ مختلف سلسلہ نسبت آگے چلے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ چار سلاسلِ نسبت زیادہ ترویج پا گئے۔

(۱) نسبت نقشبندیہ (۲) نسبت قادریہ (۳) نسبت چشتیہ (۴) نسبت سہروردیہ

ان کے علاوہ بھی کچھ سلاسل ہیں لیکن وہ غیر معروف ہیں۔ ان چاروں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔

نسبتوں کے اس اختلاف کو سمجھنے کیلئے ایک اور مثال پر غور کریں۔

فرض کریں کہ لوگ حج کرنے کیلئے حرم شریف کی طرف سفر کرتے ہیں۔ کوئی ہوائی جہاز میں جاتا ہے، کوئی بحری سفر کرتا ہے، کوئی خشکی کا سفر کرتے ہیں۔ منزل تو سب کی ایک ہی ہوتی ہے سب ہی حرم شریف پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن سفر کرنے کے ذرائع ہر ایک کیلئے مختلف ہوتے ہیں۔ یہی حال ان نسبتوں کا ہے کہ مقصود تو سب کا ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق قائم ہو جائے لیکن طریقہ کار، محنت اور مجاہدے مختلف ہوتے ہیں۔

سوال: کیا نسبت حاصل کرنے کیلئے ان سلاسل میں بیعت ہونا ضروری ہے؟

جواب: نسبت کے حاصل ہونے کا مدار ذکرِ الٰہی پر مداومت اور شریعت پر استقامت میں ہے۔ اسی چیز کو اپنے نفس پر راسخ کرنے کیلئے مشائخ طریقت ان سلاسل کے مقرر کردہ اسباق کی محنت کرواتے ہیں۔ان سلاسل میں بیعت ہوئے بغیر بھی مجاہدے سے اس چیز کو حاصل کیا تو جا سکتا ہے لیکن یہ ایک مشکل کام ہے جو ہر ایک کے بس کا نہیں۔کوئی بھی لمبا اور نا معلوم راستہ اختیار کرنا جس میں جگہ جگہ پر شیطانی و نفسانی رکاوٹیں موجود ہوں اور رہبر بھی ساتھ نہ ہو کوئی دانشمندی نہیں۔ظاہر ہے۔اس حالت میں منزل پر پہنچنے کے امکانات کم اور بھٹکنے کے امکانات زیادہ ہیں۔لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی سلسلہ کے شیخ سے بیعت ہو کر نسبت کی نعمت کو حاصل کیا جائے۔امت کے لاکھوں کروڑوں اولیائے کاملین اور مشائخ عظام نے جن طریقوں پر چل کر اس گوہر مقصود کو پایا ان کے مجرب، موصل اور اقرب ہونے میں کوئی شک نہیں۔محفوظ راستوں کو چھوڑ کر پُر خطر راستوں پر چلنا حماقت ہے۔

مجوسی کا ہاتھ کیوں نہ جلا۔ایک عجیب واقعہ:۔

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔راستے میں ان کو ایک آدمی ملا۔انہوں نے پوچھا،تم کون ہو؟ کہنے لگا، میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں۔دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔راستے میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہو، آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔وہ نہ مانا۔آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا۔انہوں نے فرمایا، اچھا ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں۔جو سچا ہوگا اس پر آگ کا کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ جلا دے گی۔وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی۔آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ

میں اسکا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا۔ بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے جس سے دین اسلام کی شان وشوکت بھی واضح ہو جائے گی۔لیکن اللہ کی شان، کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا۔وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا،اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرما دی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرما لیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو تو جلا دیتی۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں۔مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرما دیا۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت ص ٦٧)

بیعت کے دس فوائد

اس بیعت کے دس فوائد ہیں، ذرا توجہ کے ساتھ سن لیجئے! ہر فائدہ سند کے ساتھ، دلیل کے ساتھ یہ عاجز بیان کرے گا۔(آخری چار فائدے موئف نے لکھے ہیں)

پہلا فائدہ:۔ کہ توبہ یقینی طور پر قبول ہو جاتی ہے،(ان اللہ غفور رحیم) سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے۔اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ توبہ تو ہر عورت اپنے گھر کے کونے میں بیٹھ کے بھی کر سکتی ہے، بالکل ٹھیک، یقیناً ہر عورت اپنے گھر کے کونے میں بیٹھ کے بھی کر سکتی ہے، مگر اس توبہ کی قبولیت کی Guarantee کوئی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہئے تو وہ قبول کر لے اور اگر نہ چاہئے تو قبول نہیں کرے گا،

کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ نہیں ہے۔لیکن یہ جو سنت طریقہ ہے تو بہ کرنے کا کسی ایسے بندے کے ساتھ ملکر توبہ کے کلمات پڑھ لیں، کہ جس کے پڑھنے کی نسبت اوپر چلتے چلتے نبی علیہ السلام تک پہونچتی ہو۔اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی قبولیت یقینی ہے۔

ایک مثال سن لیجئے! آپ حج کے سفر پر جانا چاہتی ہیں۔آپ کے ہاتھ میں ٹکٹ ہے آپ ہوائی اڈے پر کاؤنٹر کے اوپر پہونچیں اور آپ نے اپنی ٹکٹ آگے دی آپ کی ٹکٹ اس نے لی اور آپکو Boarding pass پکڑادیا، کہا کہ اندر چلی جائیں! آپ کی ایک واقف عورت اور بھی وہاں پہونچی اسکے ہاتھ میں بھی وہی ٹکٹ تھے۔اس نے بھی اسی کمپنی سے خریدی تھی۔اس نے بھی اتنے ہی پیسے بھرے تھے جتنے آپ نے بھرے، مگر وہ واقف عورت جب ٹکٹ دیتی ہے تو Attendant عورت اس کو منع کر دیتی ہے۔جی کہ ہم آپکو نہیں لے سکتے اب اسمیں فرق کیا ہے؟ فرق یہ کہ آپ کے پاس جو ٹکٹ تھی وہ Reconfirm ٹکٹ تھی۔اور Reconfirm ٹکٹ پر تو انکو جہاز پہ بٹھا نا ہی ہے اور آپکی اس واقف عورت کے پاس Open ٹکٹ تھی۔اب Open ٹکٹ میں ہوائی کمپنی والوں کے اوپر کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔اگر سیٹ ہوگی تو آپکو لے جائیں گے۔نہیں ہوگی تو آپ کو واپس کر دیں گے تو یہی توبہ کا فرق ہے۔کہ اگر کوئی بندہ سنت طریقے پر توبہ کرے تو یہ Reconfirm توبہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے یہاں یقیناً قبول ہوجاتی ہے اور آدمی اپنے گھر میں بیٹھ کے جو توبہ کرتا ہے وہ Open ٹکٹ کے مانند ہے۔ Chance والی ٹکٹ کے مانند ہے۔چانس لگ گیا قبولیت کا وقت تھا تو اللہ نے قبول کر لی۔ورنہ اللہ تعالیٰ توبہ نہیں قبول کریں گے۔تو جس طرح ایک سمجھدار عورت سفر کرنا چاہئے تو چانس کا ٹکٹ لے کر ہوائی اڈے پر کبھی نہیں جاتی۔ہمیشہ کہے گی کہ مجھے تو پکی Reconfirm ٹکٹ لے کر پھر اڈے پر جانا ہے۔تو دین کے معاملے میں بھی اسی طرح آپ Chance والی توبہ کیوں کرتی ہیں؟ آپ Reconfirm توبہ کریں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے (ان اللہ غفور رحیم) بے

شک اللہ تعالی غفور ہے اور رحیم ہے یعنی یہ تسلی دی جاتی ہے کہ ہم تمہاری توبہ کو یقیناً قبول کر لیں گے ۔تو پہلا فائدہ اس بیعت کا کہ پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں توبہ قبول ہو جاتی ہے توبہ قبول ہونے کا کیا مطلب؟ کہ جتنے چھوٹے بڑے گناہ آج تک کئے ان سب کے اوپر اللہ تعالیٰ قلم پھیر دیتے ہیں ۔ان سب کو اللہ تعالیٰ نامہ اعمال سے مٹا دیتے ہیں ۔

دوسرا فائدہ

جب کوئی مرد یا عورت یہ بیعت کرلے تو مشائخ اسکو ذکر کی تلقین کرتے ہیں ۔طریقہ بتاتے ہیں اب اگر وہ عورت یہ ذکر کرے گی ۔دس منٹ ،پندرہ منٹ مراقبہ کرے ۔درود شریف ،استغفار پڑھے بہت آسان سے معمولات ہوتے ہیں ۔تو گویا وہ ذکر کرنے والی عورت بن گئی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔قرآن مجید میں (فاذکرونی اذکرکم)تم مجھے یاد کرو۔میں تمہیں یاد کروں گا۔کیا مطلب؟ کہ اے میرے بندو! تم اگر مجھے یاد کروگے تو میں پروردگار تمہیں نئے نئے اعمال کی توفیق عطا کروں گا تو اگر یہ عورت بیعت ہونے کے بعد ذکر کرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو نئے نئے اعمال کی توفیق مل جاتی ہے یہ بیعت کا دوسرا فائدہ ہوا چنانچہ پہلے نماز پڑھنی بوجھ نظر آتی تھی بیعت کی ایسی برکت کہ خودبخود نماز پڑھنے کو جی چاہتا ہے پہلے نیکی کرتے ہوئے دم گھٹنے لگتا تھا اسکی برکت سے اب نیکی کرنے سے دل خوش ہو جاتا ہے ۔تو گویا نئے نئے اعمال کی اللہ تعالیٰ توفیق دیدیتے ہیں ۔پہلے فقط پانچ نمازیں پڑھتی تھی ۔اب اللہ تعالیٰ اسکو تہجد کی بھی توفیق عطا فرما دیتے ہیں تو یہ بیعت کا دوسرا فائدہ ،کہ اس سے بندے کو نئے نئے اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے ۔

تیسرا فائدہ

حدیث پاک میں آتا ہے ۔کہ ایک بندہ مومن کسی دوسرے مومن کے لیے پیٹھ پیچھے دعا

مانگے تو وہ دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجاتی ہے۔(دعاء المومن للمومن مستجاب)ایسی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔جس طرح ماں باپ اپنی ساری اولاد کے لئے دعا کرتے ہیں۔استاد اپنے سارے شاگردوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔اسی طرح مشائخ اپنے مرید مرد اور عورتوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔جمع کا صیغہ سے تو ان کی دعاؤں میں اس عورت کا حصہ پڑ گیا اور چونکہ مومن کی دعا قبول ہوتی ہے اسلئے کتنی پریشانیاں، مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں جو مشائخ کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ بندے کے اوپر سے ہٹایا کرتے ہے تو یہ بیعت کا تیسرا فائدہ ہوا کہ نیک لوگوں کی دعاؤں میں بندے کا حصہ پڑ جاتا ہے۔اب بیعت کرنے والی عورت تو اپنے گھر میں بیٹھی ہے گھر کا کام کر رہی ہے، یا آرام کر رہی ہے یا بچوں میں مصروف یا میاں کی خدمت میں مصروف لیکن انکے شیخ اپنی فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں تہجد کے بعد دعا کرتے ہیں تو گھر بیٹھے بٹھائے اس کے لیے دعاؤں کا تحفہ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچتا رہتا ہے جو ہر بندے کی تمنا ہوتی ہے چونکہ شیخ دعا مانگتے ہیں۔انکی دعاؤں میں بندے کا حصہ پڑ جاتا ہے تو کتنی مصیبتیں پریشانیاں تو اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کے صدقے ہی ٹال دیتے ہیں۔

چوتھا فائدہ

اس بیعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کو حفاظت ایمان کے ساتھ اپنے وقت پر موت عطا فرماتے ہیں۔اپنے اپنے وقت پر تو جانا سب نے ہے لیکن اس روحانی تعلق کی یہ برکت ہوتی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کو ایمان کے ساتھ کلمہ کے ساتھ جانے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔اسکی دلیل حدیث پاک سے نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو نیک لوگوں کی محفل ہوتی ہے جسمیں وہ بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔انکی مجالس میں جو آتا جاتا ہے، تو یہ بندہ بھی محروم نہیں رہتا اسکی بھی بخشش کردی جاتی ہے۔فرمایا''هم رجال لا يشقى جليسهم''یہ وہ لوگ ہیں کہ انکی صحبت میں مجلس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا، اب علماء نے بدبخت کے لفظ سے

یہ نتیجہ نکلا کہ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت کلمہ عطا فرماتے ہیں کلمہ سے محروم نہیں کرتے اگر محروم کریں پھر تو وہ بد بخت ہو گئے اور اللہ فرماتے ہیں کہ وہ بد بخت ہو نہیں سکتا لہذا یہ دلیل کہ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت ایمان پر جانے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا فائدہ ہے کہ اس پر ہی انسان اگر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے تو وہ کر نہیں سکتا۔

پانچواں فائدہ

اس بیعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ قیامت کے دن بندے کو عرش کا سایہ نصیب ہو جائے اسکی دلیل حدیث پاک سے کہ نبیؐ نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے اللہ تعالیٰ سات بندوں کو جگہ عطا فرمائیں گے ان سات میں سے دو بندے وہ ہونگے ”ھم المتحا بون فی اللہ “اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے اللہ تعالیٰ انکو بھی عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے یہ جو بیعت کا ایک تعلق ہوتا ہے یہ اللہ کی رضا کے لیے محبت عقیدت کا ایک تعلق ہوتا ہے اس محبت کے صدقے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے اب سوچیں! کہ یہ کتنا بڑا فائدہ ہے

ششم فائدہ

اس بیعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کو جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے اسکی دلیل حدیث پاک سے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ”المرء مع من احب “قیامت کے دن بندہ اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی جب کوئی بندہ یہ روحانی تعلق جوڑتا ہے تو اسکو اپنے استاد کے ساتھ، شیخ کے ساتھ قلبی دینی محبت ہوتی ہے۔ یہ محبت انسان کا ایسا سرمایہ ہے کہ اس سرمایہ کی وجہ سے اگر استاد کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن رحمت سے جنت میں جگہ عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ شاگرد کو بھی انہیں کے ساتھ جنت عطا فرمائیں گا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ استاد کو جنت

ملے گی تو ذرا سنئے ! اس کی دلیل کہ نبی ﷺ تو جنت میں تشریف لے جائیں گے ہی سہی ، اب ان کے ساتھ مل کر توبہ کے کلمات پڑھے صدیق اکبرؓ نے صدیقؓ کو ان سے محبت تھی لہٰذا صدیق اکبرؓ بھی جنت میں پہونچیں گے اب جنکا تعلق سیدنا ابوبکرؓ کے ساتھ تھا اور انھوں نے ان سے توبہ کے کلمات پڑھے تو وہ بھی استاد کے ساتھ جنت میں اور یوں نیچے والے بھی جنت میں چلتے چلتے بالفرض اس عاجز کے شیخ تک بات پہونچے گی تو چونکہ اس عاجز کے شیخ بھی اپنے مشائخ کے ساتھ جنت میں ہوں گے ۔ اور اس عاجز کو اپنے شیخ کیساتھ قلبی محبت تھی تو اس محبت کے عمل کے صدقے ہم دل سے پکا یقین رکھتے ہیں ، کہ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں پر رحم کریں گے اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ ہمارے بڑوں کے ساتھ ، مشائخ کے ساتھ جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے ، تو جن کا پھر اس عاجز گنہگار کے ساتھ تعلق ہوگا چونکہ یہ عاجز اس محبت کی وجہ سے اپنے مشائخ کے قدموں میں پہونچ گیا ، تو جن کو اس عاجز کیساتھ وہی محبت کا تعلق ہوگا ، ’’ االمرء مع من احب ‘‘ بندہ وہیں ہوگا جسکے ساتھ محبت ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ انکو بھی اس محبت کے صدقے جنت میں مشائخ کے ساتھ اکٹھا فرمادیں گے ۔

فائدہ نمبر ۷ ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد ہے ۔ کہ جب کوئی بیعت کرے ۔ تو تمام اولیاء کرام کی توجہات اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے ۔ (تو کتنا بڑا فائدہ ہے کہ ایک بیعت سے صلحاء کی دوستی میں انسان آجاتا ہے ۔ اور اس حدیث کا مصداق ہوجاتا ۔ کہ ’’ المرء مع من أحبّ ‘‘ (کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہو) اور جس طرح نیک لوگوں (اصحاب کہف) کی صحبت کتے نے اختیار کی تو وہ بھی جنت کو جائے گا ۔ (انسان کی شکل) میں

فائدہ نمبر ۸ ۔ فضل علی قریشیؒ کا قول ہے ۔ کہ جس دل پر یہ انگلی رکھ دی جاتی ہے ۔ تو وہ بے کلمہ فوت نہ ہوگا ۔ یعنی بیعت کے وقت مرشد اپنے مرید کے دل پر انگلی رکھتا ہے ۔ جس

کی تائید میں بہت واقعات اس کتاب میں موجود ہے۔

فائدہ نمبر ۹۔ ایک حدیث میں ہے کہ علماء کو کہا جائے گا کہ آپ کے جتنے شاگرد ہیں ان کو اپنے ساتھ جنت لے چلے (تو مریدین بھی اپنے مرشدین کے شاگرد ہیں، بالواسطہ یا بلاواسطہ)

فائدہ نمبر ۱۰۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد:

حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادیؒ فرماتے تھے۔ کہ جب ہم دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے ہم کو جمع کیا اور نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ جتنی دفعہ بھی بخاری شریف ختم کرو۔ لیکن جب تک اللہ والوں کے جوتے سیدھے نہ کرو اور ان کی صحبت اختیار نہ کرو اس وقت تک حقیقت علم سے محروم ہوگے۔ اور جوش میں آکر فرمایا کہ اللہ والوں کے جوتوں کے ذرات بادشاہوں کے تاجوں کے جواہر سے افضل ہے۔ (کشکول معرفت)

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ ہمیں اس میں بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ بخاری شریف کی ختم اور پھر دارالعلوم دیوبند میں جس کی بنیاد نبی کریمؐ نے رکھی ہے۔ اور قول بھی انور شاہ کشمیریؒ جیسے محدث کی تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیعت اور صحبت کتنی ضروری چیز ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتوے نمبر فائدے میں حضرت تھانویؒ کا قول بھی عجیب ہے کہ ایک بیعت اور لاکھوں توجہات کا مرکز بننا۔ اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا۔ جو بھی انسان علم کی حقیقت کو پہنچنا چاہتا ہوں اور تمام تر توجہات کا مرکز بننا چاہتا ہو وہ ایک مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کے فیوضات سے اپنے آپ کو سرفراز کرے۔

☆

بیعت دینے کا طریقہ اور وظائف

بیعت دینے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ شیخ اپنے ہاتھوں میں مرید کے ہاتھوں کو مصافحہ کی طرح لے گا۔ اور خطبہ پڑھے گا۔ اور مرید پر توبہ اور استغفار پڑھے گا۔ اتباع سنت اور امداد دین اور مرشد کے جائز حکم کی اطاعت اور مناسب وعدہ مرید سے لے گا۔ اور مناسب ذکر کی تلقین کرے گا۔ اور استقامت کی دعا کرے گا۔ اور وہ ذکر مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تلاوت قرآن کریم روزانہ کم ازکم ایک پاؤ۔ زیادہ جتنا کریں بہتر ہے۔

۲۔ درود ابراھیمی (نماز والا دورد) روزانہ کم ازکم ۲۵ مرتبہ۔ زیادہ جتنا کریں بہتر ہے۔

۳۔ ۲۵ بار استغفار کم ازکم روزانہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتو ب الیہ

۴۔ ذکر اسم ذات اللہ اللہ کم ازکم ۱۵۰۰ مرتبہ۔ زیادہ جتنا کریں بہتر ہے۔

۵۔ مراقبہ کم ازکم روزانہ ۱۵ منٹ زیادہ جتنا کریں بہتر ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت

سلسلہ نقشبندیہ کی وجہ تسمیہ:

حضرت ابوبکرؓ کو نبی کریمؐ سے اتحادی نسبت حاصل تھی۔ ہمارا سلسلہ نقشبندیہ صدیقیہ نسبت رکھتی ہے۔ اس سلسلے کا پہلا نام سلسلہ صدیقیہ تھا۔ لیکن خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ کے بعد اسکا نام نقشبندیہ مشہور ہوا۔ اس لئے کہ انؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ سالکین کے دل پر اللہ اللہ کی ضرب لگاتے تھے۔ تو ''کانہ ینقش اسم اللہ علی قلوب السالکین''

ترجمہ: گویا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نقش سالکین کے دلوں پر لگاتے تھے۔ ہماری نسبت گویا ایک مضبوط ترین نسبت ہے۔ نبی کریمؐ کے دل سے کمالات نبوّت صدیق اکبرؓ کے دل کو منتقل ہو

گئے ۔اوران ؓ کے دل سے قیامت تک مشائخ کے دلوں کو منتقل ہوتے رہینگیں ۔(یعنی جاری رہیں گے)

خاتمہ بالخیر کی بشارت:

ہمارے داد پیر فضل علی قریشیؒ فرمایا کرتے تھے۔کہ جس دل پر یہ انگلی لگ جائے اس کو بغیر کلمہ کے موت نہیں آئے گی ۔اس لئے کہ یہ صدیقی نسبت ہے۔اوراس کے بہت برکات ہیں ۔اورعنداللہ اس کا بڑا مقام ہے۔میرے دوستو! آج انسان اپنے دوست کے گھر کے کتے کا بھی لحاظ کرتا ہے۔پھر کیوں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا خیال نہ رکھیں گے؟(خطبات فقیر)

احسان اور حضور کے راستوں میں ایک راستہ نقشبندیہ ہے جو حضور دائم اور فنائیت کے حصول میں اوراس حصول کے بعد ازالۂ اوراتصاف فضائل انتہائی آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔

(سلسلہ مبارکہ مفتی محمد فریدؒ)

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں پنیتس (۳۵)اسباق ہیں ۔پندرویں سبق کے بعد سولھویں سبق کو ''مراقبہ معیت'' یعنی مراقبہ قرب کہتے ہے۔جو شخص پورے آداب اور شرائط کے ساتھ ان پندرہ اسباق کو پورا کرے ۔تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسکو سولھویں سبق میں اللہ تعالیٰ کی نزدیکت کی حالت نصیب نہ ہو۔

مثال کے طور پر ایک بچہ سکول میں داخلہ لیتا ہے۔تو اول اسکو پرائمری پاس کرنی ہوتی ہے۔پھر میٹرک کا ،پھر ایف ،اے''بی اے'' کے امتحان پاس کرنے سے وہ کالج سے فارغ ہوتا ہے۔اور پھر ایم اے یا ایم اے سی ،پاس کرنے کے بعد ماسٹر کی ڈگری حاصل کر لیتا ہے۔اسی طرح ہماری بھی سولھویں سبق پر معیت کی ڈگری ملتی ہے۔ (خطبات فقیر،ص،۴۳۷)

جب سالک بیعت ہوتا ہے۔تو اس کو پہلا سبق ملتا ہے۔اسی لیے شیخ سالک کے لطیفۂ قلب پر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت رکھ کر اللہ اللہ کی ضرب لگاتا ہے۔سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ہر چیز کو کہیں

نہ کہیں اوپر جا کر نسبت ملتی ہے۔اس سلسلہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے۔کہ ہر چیز کی اوپر کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کیا: اے اللہ کے حبیبؐ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ نبیؐ نے ان کو بات سمجھائی کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ کوئی آپ کی بہن سے زنا کرے؟انھوں نے جواب دیا: نہیں۔بیوی سے؟نہیں۔بیٹی سے؟نہیں۔ماں سے؟نہیں۔فرمایا: جیسے تمہیں یہ چیز اچھی نہیں لگتی تو اور لوگوں کو بھی یہ بات اچھی نہیں لگتی۔تم جس سے زنا کرو گے۔یا کسی کی بیٹی ہوگی یا کسی کی بہن ہوگی یا کسی کی ماں ہوگی یا کسی کی بیوی ہوگی۔

پہلے نبیؐ نے یہ بات سمجھائی۔دلیل ایسی تھی کہ وہ مطمئن ہوگئے۔مگر اس کے بعد نبیؐ نے ایک کام اور فرمایا۔حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ کے پیارے حبیبؐ نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا دی:

﴿اللھم اغفر ذنبهٗ و حصّن فرجهٗ﴾

''اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اس کو پاک دامنی کی زندگی عطا فرما دے'' وہ صحابیؓ کہتے ہیں۔کہ ان الفاظ کے کہنے کے بعد زنا کی خواہش ہی ختم ہوگئی۔اب جتنی نفرت مجھ اس گناہ سے تھی کسی دوسرے گناہ سے اتنی نفرت نہیں تھی۔

مشائخ کہتے ہیں۔کہ یہ نبیؐ کی قلبی توجہ تھی۔سوچنے کی بات ہے کہ ایک آدمی اتنا جذبات میں بھرا ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو روک نہیں پا رہا۔اس کو پتہ ہے کہ زنا حرام ہے۔لیکن غلبۂ حال میں وہ اللہ کے محبوبؐ سے اجازت مانگ رہا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ واقعی شہوت اتنی غالب تھی کہ ان کو روکنا مشکل تھا۔اسی لیے وہ اجازت مانگ رہے تھے۔مگر نبیؐ نے سینے پر ہاتھ رکھا تو سرے سے خواہش ہی ختم ہوگئی۔اصل میں وہ ایک فیض تھا جو محبوبؐ کے ان مبارک الفاظ اور

مبارک ہاتھ کے ذریعہ سے ان صحابیؓ کے سینے میں اتر گیا تھا۔

اسی لیے انتقال فیض کے لیے کئی مرتبہ جسم کا اتصال بھی اہم ہوتا ہے۔ ہمارے مشائخ نے بہت سارے لوگوں کو نسبت دینے کے لیے ان کو سینے سے لگایا۔

جب سیدنا رسولؐ پر پہلی وحی اتری تو جبرئیلؑ نے شروع میں کہا تھا: اقــــرأ تو نبیؐ نے فرمایا: ''ماانابقارئ'' میں تو لکھا پڑھا نہیں ہوں۔ پھر کیا ہوا'' فاخذني و غطني '' جبرئیل نے پکڑ لیا اور خوب سینے سے لگا کر دبایا'' حتــى بــلــغ مــنــى الــجــهــد'' (بخاری: ۱/۱) فرماتے ہیں کہ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی، اتنے زور سے دبایا۔ اب جبرئیلؑ کا نبیؐ کو اتنا زور سے سینے سے لگا کر دبانا یہ کوئی عبث فعل تو نہیں ہوسکتا۔ اس کے پیچھے کوئی حکمت ہے، اس کے پیچھے ہمارے لیے کوئی تعلیم ہے۔ اسلیے کہ جبرئیلؑ تو وہ ہیں کہ:

﴿لا يعصون الله ما امرهم و يفعلون ما يو مرون﴾(التحريم:٦)

معلوم ہوا کہ جبرئیل کو حکم خدا تھا۔ انہوں نے ایسا کیا جب دو تین دفعہ ایسا کیا تو نبیؐ نے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ جو ایک مناسبت تھی وہ کامل ہوگئی۔ تو یہ انتقال فیض کی پکی دلیل ہے۔

حدیث جبرئیل میں سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک صاحب آئے۔ جن کے بال کالے تھے، رنگ سفید تھا۔ نبیؐ کے اتنا قریب آ کر بیٹھ گئے کہ (رکبتةًالــى رکبتيــه)(مسلم :۸) ان کے گھٹنے نبیؐ کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ مل گئے۔ اب آپ بتائیں کہ اگر کوئی بندہ سوال پوچھنے آئے تو پوچھنے کا کیا طریقہ ہے؟ استاد کے سامنے پیچھے ہٹ کر بیٹھتا ہے، اتنا تو قریب نہیں بیٹھتا مگر نہیں یہاں جبرئیلؑ نے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر سوال پوچھے۔ پھر اللہ کے حبیبؐ نے جواب دیے۔ ثابت ہوا کہ ظاہری اتصال کو فیض کے انتقال میں ایک دخل ہے۔ اسی لیے جب نبی ﷺ نے نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعا دی تو اللہ رب العزت نے ان کے سینہ سے گناہ کی خواہش کو ہی سلب فرما دیا۔ بس خواہش ہی ختم ہوگئی۔ اللہ اکبر کبیرا!

لفظ ''نقشبند'' کی وجہ تسمیہ

اس عاجز کو بخارا جانے کا موقعہ ملا تو وہاں کے ایک بڑے شیخ سے عاجز نے سوال کیا کہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ تھے حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ لیکن ان کا نام ''نقشبند'' کے طور پر مشہور ہو گیا تھا۔ ہمارا سلسلہ اس سے پہلے صدیقیہ سلسلہ کہلاتا تھا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ سے چلا تھا۔ تو صدیقیہ سلسلہ کہلاتا تھا۔ مگر خواجہ بہاؤ الدینؒ کے بعد نقشبند کا نام ہی مشہور ہو گیا۔ تو ان کو نقشبند کیوں کہتے ہیں؟ بعض کتابوں میں تو لکھا ہوا ہے کہ وہ کپڑے کے اوپر پرنٹ کرتے تھے۔ جیسے آج کل پھول بوٹے ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں ٹھپے ہوتے تھے۔ تو وہ رنگ کے ٹھپے لگاتے تھے۔ تو اس کی وجہ سے ان کو نقشبند کہا گیا۔ لیکن جب ان سے عاجز نے یہ سوال کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا، فرمانے لگے کہ ایسے نہیں تھا۔ بلکہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اسم جلالہ اللہ کی شکل بنایا کرتے تھے۔ اگر آپ عاجز کی انگلیوں پر غور کریں تو ''ا'' ''ل'' ''ل'' اور ''ہ'' اس طرح اللہ کے نام کی شکل بن جاتی ہیں۔ تو وہ اسطرح انگلیوں سے اللہ کے نام کی شکل بنا کر اپنا ہاتھ سالک کے قلب پر رکھ کر اس کو توجہ دیتے تھے۔ ''اللہ'' زور سے کہتے تھے۔

☆كان يفعش اسم الله على قلوب السالكين☆

☆اللہ کا نام سالکین کے قلوب پر نقش کر دیتے تھے ☆

تو سالک کو یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ میرے دل پر کسی نے اللہ کا نام سکھا دیا ہے۔ اس لیے ان کا نام ''نقشبند'' پڑ گیا کہ وہ اللہ کے نام کا نقش دل میں بند کر دیا کرتے تھے۔ اس لیے یہ ''سلسلہ نقشبندیہ'' مشہور ہوا۔

رہی بات کہ اللہ کا لفظ کہنے سے دل پر اثر کیسے ہوتا ہے؟ تو ایک واقعہ سنیں۔ اللہ کے

پیارے حبیبؐ درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ایک کافر آ گیا۔تلوار لٹکی ہوئی ہے۔اس نے درخت کی شاخ سے اتار لی اور اپنے ہاتھ میں لی۔چاہتا تھا کہ وار کرے،اللہ کے پیارے حبیبؐ بیدار ہوئے تو وہ کافر پوچھتا ہے ''من یمنعک منی ''(مسند احمد:۳۔۳۶۵)
آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

تو اللہ کے نبی ﷺ نے جواب دیا،اللہ! یہ اسم ذات ''اللہ'' ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے پر اس کا اثر ہوتا ہے۔فیض ہوتا ہے۔اس کافر کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ وہ کانپنے لگا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔اب یہ بات کہنی تو آسان ہے،لیکن ذرا سوچیں تو سہی کہ اس لفظ نے اس کی کیفیت کو بدل کر رکھ دیا۔اس کے اوپر اتنا اثر ہوا کہ کہاں وہ وار کرنا چاہتا ہے،کہاں تلوار ہی ہاتھ سے چھوٹ گئی۔اور جب چھوٹ گئی تو اللہ کے حبیبؐ نے اس کو اٹھا لیا۔یہ تو اس واقعہ میں کہیں نہیں لکھا کہ تلوار کو لینے کے لیے اس کافر کے ساتھ دھینگا مشتی ہوئی۔بلکہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔اللہ کے محبوب ﷺ نے تلوار اٹھالی اور پھر یہی پوچھا:اب بتا تجھے کون بچائے گا؟

پھر وہ معافیاں مانگنے لگا۔اللہ کے حبیبؐ نے اسکو معاف بھی کر دیا اور بالآخر وہ شخص مسلمان بھی ہو گیا۔تو اللہ کا لفظ کہنے سے دوسرے کے دل پہ اثر ہونا احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔اس لیے مشائخ بیعت ہونے والے سالکین کو ان کے لطیفہ کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔اور قلب پہ اسی طرح انگلی رکھ کر اللہ کا لفظ تین مرتبہ کہتے ہیں۔پھر اس جگہ پر ایک فیض کی کیفیت شروع ہو جاتی ہے۔ہمارے خواجہ فضل علی قریشیؒ فرماتے تھے۔''جس دل پر یہ انگلی رکھی گئی،اس دل کو کلمہ کے بغیر موت نہیں آسکتی''

﴿سلسلہ نقشبندیہ کے لطائف اور ان لطائف پر ذکر کا طریقہ﴾

☆سبق اول

لطیفہ قلب پر اسم ذات کا تصور سے کہنا اور ضربیں لگانا ہے۔اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب زبان کو تالو سے لگا کے اور تھوڑا سا سانس بند کرے اور خیال کرے کہ میں قبر میں پہنچ گیا تا کہ دل پریشان خیالات اور ادھرادھر کی باتوں سے خالی ہو جائے اور اپنی توجہ لطیفہ قلب پر مرکوز رکھیں۔اس لطیفہ کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اور یہ خیال اور تصور کرے کہ میرا قلب اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔اور اس اسم ذات ''اللہ'' کے معنی کا لحاظ رکھے کہ وہ ایک ذات ہے، جو تمام کمالات سے متصف اور ہر قسم کے نقصان سے منزّہ اور پاک ہے۔جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔تمام اوقات میں اس ذکر پر مداومت کریں تا کہ دل ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہو جائے۔

فوائد

(۱) قلب کے جاری ہونے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قلب کی طرف خیال اور توجہ ہو یا نہ ہو وہ اللہ اللہ کہہ رہا ہو۔

(۲) قلب کی کارروائی یہ ہے کہ کسی غائب شے کا تصور کرتا ہے جیسا کہ ایک بنگلہ کو دیکھنے والا ایک ماہر مستری کا تصور کرتا ہے۔

(۳) لطیفہ قلب کے انوار سونے کے رنگ کی طرح زرد ہیں جو بعد از تجرد اور فنائیت کے محسوس کئے جاتے ہیں۔

(۴) ذکر کرتے وقت یہ خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے۔گویا وہاں قلب کے منہ میں سوارخ ہو گیا ہے اور اس سوارخ سے میرے دل میں فیضان الٰہی کا نور زرد رنگ میں آرہا ہے اور دل کے زنگ وظلمات وکدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں۔اور دل اس کے شکریہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے،اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔اس کو استغراق کہتے ہیں۔اور یہ اچھی

حالت ہے۔

(۵) اگر ذکر کرتے وقت ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو انکو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے افضل ہے۔

(۶) نیز چلتے پھرتے، سوئے لیٹے اٹھتے بیٹھتے غرض یہ کہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تا کہ ''دست بکار دل بیار'' کا مصداق ہو جائے، دل ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے۔

☆سبق نمبر دوم

لطیفہ روح پر اسم ذات کا ذکر کرنا ہے اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اس میں بھی شرائط مذکورہ لطیفہ قلب کیطرح ذکر کرے۔

فوائد:۔

(۱) لطیفہ روح کی کارروائی یہ ہے کہ کسی غائب شے مثلاً زید کی اتنی معرفت حاصل ہو جائے کہ صرف شبح اور بدن کا ادراک ہو جائے لیکن یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ درخت ہے یا انسان ہے۔

(۲) لطیفہ روح کے انوارات شفق احمر کی طرح سرخ ہیں۔

(۳) اس لطیفے کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ بھی لطیفہ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے۔ او جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

(۴) غصہ وغضب جو پہلے سے طبیعت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ شریعت کے تابع

ہو جاتا ہے۔

☆سبق نمبر سوم

لطیفہ سر پر اسم ذات کا ذکر کرنا ہے۔اس لطیفہ کا مقام بائیں پستان کے برابر دوانگشت (ایک انچ) کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے۔

فوائد:۔

(۱) لطیفہ سر کی کارروائی یہ ہے کہ کسی غائب شے مثلاً زید کی اتنی معرفت ہو جائے کہ شبح اور جسم انسان ہے اس کے علاوہ دیگر معرفت نہ ہو۔

(۲) اس لطیفہ کے انوارات دودھ کی طرح سفید ہیں۔

(۳) اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے۔

(۴) یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے۔اور اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں آتی ہیں۔

(۵) اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔

☆سبق نمبر چہارم

لطیفہ خفی پر اسم ذات کا ذکر کرنا ہے اس لطیفہ کا مقام دائیں پستان کے برابر دوانگشت کے فاصلے پر مائل بوسطِ سینہ ہے۔

فوائد:۔

(۱) اس لطیفہ کی کارروائی یہ ہے کہ کسی غائب شے مثلاً زید کی اتنی معرفت ہو جائے کہ یہ

زید ہے اس کے علاوہ معرفت نہ ہو۔

(۲) اس لطیفہ کے انوارات سیاہ ریشم کی طرح ہیں۔

(۳) اس میں صفات رذیلہ حسد وبخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفے کے عجیب وغریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

(۴) بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس ذکر میں ”یا لطیف ادرکنی بلطفک الخفی“ کا پڑھنا مفید ہے۔

☆سبق پنجم

لطیفہ اخفیٰ پر اسم ذات کا ذکر کرنا ہے اسکا مقام وسطِ سینہ ہے۔

فوائد:۔

(۱) اس لطیفہ کی کارروائی یہ ہے کہ کسی غائب شے مثلاً زید کی اتنی کامل معرفت حاصل ہو جائے کہ اس کے حسن اور رنگ وغیرہ کی معرفت بھی حاصل ہو جائے۔

(۲) اس لطیفہ کے انوارات گنبد خضری کی طرح سبز ہیں۔

(۳) اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایت محمدیہ خاصہ ﷺ کا مقام ہے۔

(۴) اس لطیفہ میں ذکر جاری ہونے سے تکبر وفخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہو کر قرب حضور و جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ حصول قرب وحضور اور جمعیت میں لطیفہ اخفیٰ کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے۔

☆سبق نمبر ششم

لطیفہ نفس پر ذکر کرنا ہے۔ اس لطیفہ کا مقام وسط پیشانی ہے دونوں آنکھوں کے درمیان

فوائد:۔

(۱)اس لطیفہ کی کارروائی تمیز اور بیداری ہے۔

(۲)اس لطیفہ کے انوارات سورج کی روشنی کی طرح ہیں۔

(۳)اس میں بھی بطریقِ سابق ذکر اسم ذات کیا جاتا ہے اگر چہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی پھر بھی جذب وشوق سے خالی نہیں رہتا۔

(۴)اس لطیفہ پر ذکر کرنے سے نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہو جاتا ہے اور ذکر میں ذوق وشوق اور محویت بڑھ جاتی ہے۔

ملاحظہ:۔۔۔اس لطیفہ کے مقام میں صوفیاء کرام کا اختلاف ہے بعض صوفیاء کے نزدیک اس کا مقام ناف سے نیچے دوانگشت کے فاصلہ پر ہے۔

لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے اور بعض محققین نے اس میں تطبیق کی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے، راجح یہی ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

☆سبق نمبر ہفتم

لطیفہ قالبیہ پر ذکر کرنا ہے اس ذکر کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں اسکا مقام وسط سر (بالائے دماغ) یعنی دونوں کانوں کا درمیان ہے اور سلطان الاذکار کا مقام ومحل تمام بدن بھی ہے کہ بال بال سے ذکر جاری ہوتا ہے۔ نیز وسط سر میں انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہو جاتا ہے۔

فوائد:۔

(۱)اس کی کارروائی عناصر اربعہ کی بیداری ہے۔ یعنی خاک، آگ، ہوا اور پانی

(۲)اس کے انوارات متفرق غیر متعین ہیں۔

(۳)تمام بدن پر ذکر کے حصول کی علامت یہ ہے۔ کہ سالک کے جسم کا گوشت

پھڑ کنے لگتا ہے کبھی بازو میں کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصے میں حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک عجیب کیفیت و ذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

لطیفہ: حاجی دوست محمد قندھاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بصحت نیت بارہ ہزار بار ذکر اسم ذات اس طرح کیا کرے۔ پانچ ہزار بار لطیفہ قلب سے، ایک ہزار لطیفہ روح سے، ایک ہزار لطیفہ سر سے، ایک ہزار لطیفہ خفی سے، ایک ہزار لطیفہ اخفیٰ سے، دو ہزار لطیفہ نفس سے، اور ایک ہزار لطیفہ قالب سے، تو وہ صاحب اللفظ ہوجاتا ہے۔ یعنی جو چیز اس کا جی چاہتا ہے اس کو مل جاتی ہے۔ می دہد یزداں مراد متقین

(بحوالہ، فیض الفرید سلسلہ مبارکہ، ص۔۱۱۵)

مراقبات کی مکمل وضاحت

(سلسلہ نقشبندیہ کے طرق اسباق کے بعد اسباق مراقبات کی وضاحت شروع ہوتی ہے۔) صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ کرنا ہے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات یا کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضا پر عمل ہونے لگے۔ تدبر نام سے تمام متوجہ ہونا اور اس کا تصور مواظبت کے ساتھ رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے، جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے ان مراقبات سے تصور ناقص راسخ ہوجاتا ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کے ہاں مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ تمام حواس مدرکہ کو کام میں لا کر اس مجرد و بسیط ذات کی طرف توجہ کرے جو ہر شخص اللہ کا نام لیتے وقت تصور کرتا ہے اور اس معنی مجرد و بسیط کی خیال میں حفاظت کرے اور اس پر مداومت کرے یہاں تک کہ اس کا ملکہ حاصل ہو جائے اور تکلف دور ہوجائے اور ہر وقت اس ذات کی طرف توجہ قائم رکھنے کے قابل ہوجائے اسکو دوام حضور کہتے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لفظ اللہ کے حروف و آواز کی طرف توجہ نہ کر کے اس

کے معنی کی طرف یعنی مسمی یا نام والے کی ذات کی طرف متوجہ ہو۔اور خطرات و خیالات کی مزاحمت کے بغیر اس توجہ کو باقی رکھے۔جو لوگ اس معنی مجردہ یعنی ذات بحت کا ادراک نہ کر سکتے ہوں۔ان کو اس دعا کی تلقین کرنا چاہئے۔یارب انت مقصودی قد تبرّات الیک عن کل ما سواك ۔اے پروردگار تو ہی میرا مقصود ہے تیرے سوا سب سے بیزار ہو کر تیری طرف آیا۔یا اس کی طرح کوئی اور دعا کرنی چاہئے۔

مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو وساوس وخطرات سے خالی کر کے فیض خداوندی اور رحمت الٰہی کا انتظار اور اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ ہے۔جس لطیفے پر فیض الٰہی وارد ہوتا ہے۔اس لطیفے کو مورد فیض کہتے ہیں۔اب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فریدیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مراقبات کی نیت کی جمع اور کیفیات اور اثرات تفصیل سے بیان کی جائے گی۔

سبق دوم

مراقبہ احدیت کا ہے اس کا طریقہ یہ ہے۔کہ سب سے پہلے سالک اللہ تعالیٰ سے فیض کی طلب اور سوال کرے کہ ہر طرح کی کامل اور سخی ذات ہے طالب اور سائل کو محروم نہیں کرتا، پھر یہ حسن ظن رکھے کہ جو کچھ فیض آرہا ہے وہ اس ذات کی طرف سے ہے جو تمام صفات کمالیہ اور خوبیوں کا جامع اور ہر قسم نقص وزوال اور عیوب سے پاک ومنزہ ہے اور اس فیض کا مورد میرا لطیفہ قلب ہے۔

فوائد۔(۱) زبان خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضان الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔

(۲) اس مراقبہ میں جمعیت اور حضور قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے۔اور تنزیہ وتقدیس ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کو پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔

(۳) اگر سالک استفادہ کے وقت برزخ کا تصور کرے تو زیادہ موثر رہے گا۔

(۴) مراقبہ احدیت سے مقصد فنائے عالم کا رسوخ ہے خطرات قلبی کے بالکلیہ زائل

ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں قلب کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور یا حضوری کہتے ہے مراقبہ احدیث میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضوری اور ماسوا سے غفلت حاصل ہوتی ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کم ازکم چار گھڑی تک خطرے اور وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس مراقبے کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

مراقبات مشارب

مراقبہ احدیت کے بعد مراقبات مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ، ان مراقبات کے ذریعے سالک مقام فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لیے ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالم امر کے ہر لطیفہ کی اصل عرش کے اوپر ہے چنانچہ لطیفۂ قلب کی اصل تجلی افعال الٰہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفات ثبوتیہ ہے۔ لطیفہ سر کی اصل تجلی شئو نات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی صفات سلبیہ ہے۔ لطیفہ اخفٰی کی اصل تجلی شانِ جامع ہے، جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔

لطائف کا اولوالعزم انبیاء کے زیر قدم ہونے کا مطلب

عالم امر کے ان پانچوں لطائف کے کمالات کے اعتبار سے ولایت کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک درجہ اولوالعزم انبیاء میں سے کسی ایک پاک نبی کے زیر قدم ہے اور صفات حقیقیہّ سے ہر ایک کلی ایک ایک اولوالعزم نبی کا مبدءِ تعین ہے اور اس کے اجزاُ دوسرے انبیاء اور انسانوں کے مبادیٔ تعینات ہیں۔ اور وہ صاحب جزئی اپنے صاحب کلی سے تبعیت اور پیروی کے طور پر فیض اخذ کرتا ہے اور اس اولوالعزم پیغمبر کے زیر قدم کہلاتا ہے۔ اور اس پیغمبر کے مشرب والا کہا جاتا ہے تمام اولوالفرم انبیاءؑ کے زیر قدم دوسرے انبیاء ہوتے ہیں۔ اور ہر نبی کے زیر قدم ایک ولی ضرور ہوتا ہے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں پس ہر زمانے میں انبیاءؑ کی تعداد کے موافق

اولیاء کی تعداد ضرور رہی ہے۔

عالم امر کے لطائفِ خمسہ کی ولایت کو انبیاء کرامؑ کے زیر قدم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کو جو قرب ولایت اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے سالک کو اس قرب کا ظل حاصل ہوتا ہے۔ مثلا لطیفہ روح میں جو قرب سالک کو حاصل ہوتا ہے وہ ولایت خلیلیؑ کا ظل ہے وعلی ھٰذاالقیاس

ملاحظہ: جاننا چاہیئے کہ یہ انبیاء کی ولایت کا ذکر ہے مقام نبوت اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے اور معارف مقام نبوت معارف ولایت سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ ان سے ارفع وافضل وورا ءالوراء ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات، شان صفات اور اسماء وافعال

اول اول اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ یہ تمام مخلوقات موجود نہیں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کو پیدا کیا اوران کو وجود دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات میں سالک کے ذہن اور قلب میں سے پہلے صفت خلق اور ایجاد فائض ہوتا ہے کہ وہی ذات خلق اور ایجاد کرتا ہے۔ اور صفت خلق اسی ذات کے ساتھ قائم ہے جیسا کہ دوسری صفات اسی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

جان لو! کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک اول مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہے دوسرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شیؤن (جمع شان) کا ہے اور حضرت مجددؒ کے نزدیک شیئو ن اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات کو کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ کونہ رازقاً، کونہ محییا، کونہ ممیتاً، اور یہ شیئو ن اللہ تعالیٰ کی ذات پر زائد نہیں ہیں، تیسرا مرتبہ صفات کا ہے، چوتھا مرتبہ اسما کا ہے۔

صفات اور اسماء کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفات مبادی کو کہا جاتا ہے۔ جیسے، حیات، علم، قدرت، اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کو حاجت نہیں ہوتا، اور اسماء مشتقات کو کہا جاتا ہے۔ جیسے حی، علیم، قدیر، اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور ضروری ہوتا ہے۔

پانچواں مرتبہ افعال کا ہے، ان کا مراتب میں ہر دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ کا فرع ہے۔

صوفیاء کرام کے نزدیک یہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کے ظلال ہیں اور ظل کسی شے کے ظہور کو کہا جاتا ہے۔ اگر چہ مثال اور تمثیل ہو، جیسے آنکھوں کا سرخ ہونا اور آواز کا بلند ہونا غضب کا ظل ہے اور غضب خود نہیں دیکھا جاسکتا۔

ظلال جمع ظل سے سایہ مراد نہیں ہے جو شبہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ اصلی لطائف میں کامل نہیں، بلکہ ظلال مخلوقات الٰہی میں سے وہ لطیفے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور اس مناسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے فیض کو مخلوق تک پہچانے کے لیے واسطہ ہوتے ہیں۔ اس مناسبت سے ان لطیفوں اور نسبتوں کو سمجھنے کی آسانی کے لیے ظلال کہا جاتا ہے۔

سبق سوم

اسباق مشارب کی تفصیل اس سبق میں پانچ مراقبات ہیں۔

ا۔ پہلا مراقبہ لطیفہ قلب:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے لطیفہ قلب کو پیغمبر علیہ السلام کے لطیفہ قلب کے مقابل سمجھ کر بزبان خیال عرض کرے، کہ الٰہی فیض تجلیات افعال وخلق جو آنحضرت ﷺ کے لطیفہ قلب سے حضرت آدمؑ کے لطیفہ قلب میں افاضہ کیا ہے۔ یعنی ڈالا ہے، پیران کبار کی حرمت وطفیل میرے لطیفہ قلب میں افاضہ والقا فرما۔

فوائد:

(ا) اس مراقبہ یعنی مشرب اول سے مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ ہو جائے کہ ایجاد اور خلق کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔ اور ہر شے کا فاعل وخالق اللہ تعالیٰ ہے اور انسان مثل آلہ کار کے ہے۔

☆

(۲) اس کو قرب فرائض کہا جاتا ہے۔ کمافی حدیث صحیح البخاری۔

(۳) اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا، جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات وصفات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسوٰی کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا اور دنیا کے غم و خوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا اس کو فنائے لطیفۂ قلب کہتے ہیں۔

قرب فرائض ونوافل

جب بندہ ریاضت ومجاہدات کرتا ہے تو اس کے صفات رذیلہ اور شہوت وغضب کے دواعی ومحرکات زائل ہو جاتے ہیں اور نفس میں حب مرضیات حق اور بغض نامرضیات حق کا ایک راسخ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے اعمال حسنہ ومحمودہ بے تکلف صادر ہوتے ہیں۔ اور اعمال قبیحہ و ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کی نسبت آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته كنت سمعه الذی یسمع به بصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها، (رواہ البخاری)

مطلب یہ کہ اکثر اس کے جوارح سے کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا پس گویا میں ہی اس کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے اس لیے صوفیائے کرام نے اس کی اتباع کر کے یہ عنوان مقرر کیا ہے کہ بندہ فاعل اور اللہ تعالیٰ آلہ بن جائے اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول تکثیر نوافل پر وارد ہے اور مجاہدہ وریاضت میں تکثیر نوافل لازم ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات، اس لیے صوفیہ حدیث کی پیروی میں اس مرتبہ کو قرب نوافل کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں صفات وافعال رذیلہ

کا زالہ ہوا ہے اس لیے فنائے صفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا قرب اعلیٰ درجہ کا ہے یعنی عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جاوے کہ اپنی قدرت وارادہ کو قدرت وارادہ حق کے روبرو ذوقی طور پر کالفانی و کالعدم جاننے لگے افعال واعمال میں بمنزلہ آلہ محضہ کے ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کی مؤثریت مستقلہ پیش نظر ہو جاوے اس مرتبہ کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل ہو جاوے اور عبد آلہ بن جاوے اور چونکہ یہ اول سے اعلی ہے کیونکہ اول میں صرف فنائے رذائل تھا، فنائے اختیار نہ تھا اور اس میں فنائے اختیار ہے اس لیے اس سے اعلی ہوا اور حدیث میں تقرب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ وافضل کہا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث کا سب سے اول جزو یہ ہے: وما تقرب الی عبدی بشیی احب الی مما افترضت علیه (بخاری) اور میرا بندہ میرا کسی ایسے ذریعہ سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو، اس لیے حدیث ہی کی موافقت میں صوفیہ اس کو قربِ فرائض کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں سالک کو اپنی صفات ذاتی اور قدرت واختیار پر بھی نظر نہیں رہی اس لیے اس کو فنائے ذات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا مراقبہ لطیفہ روح:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے لطیفہ روح کو پیغمبر ﷺ کے لطیفہ روح کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرے کہ، یا الٰہی فیض تجلیات صفات ثبوتیہ یعنی فیض تجلیات صفت حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، جو آپ نے پیغمبر ﷺ کے لطیفہ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیمؑ کے لطیفہ روح میں افاضہ (القا) فرمایا ہے بحرمت وطفیل ان پیران کبار کے میرے لطیفہ روح میں بھی القا فرمادے۔

فوائد:

(۱) اس مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ خالق وفاعل

ہے، تمام صفات ثبوتیہ کے ساتھ متصف ہے۔

(۲) لطیفہ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہو جائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے، اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحید وجودی کا قائل ہو جاتا ہے۔

(۳) تیسرا مراقبہ لطیفہ سر:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے لطیفہ سر کو مقابل لطیفہ سر مبارک سرور عالم ﷺ کے رکھ کر بزبان خیال عرض کرے کہ ''یا اللہ ان شیؤن ذاتیہ کی تجلیات کا فیض جو تو نے سید المرسلین ﷺ کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر میں القاء کیا ہے، ان پیران کبار کی حرمت وطفیل میرے لطیفہ سر میں القاء فرما۔

فوائد:

(۱) اس مراقبے کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ ہو جائے، کہ یہ فاعل یعنی اللہ تعالیٰ شان والا ہے۔

(۲) شیون جمع ہے شان کی، اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شان ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے، قال اللہ تعالیٰ (کل یوم ھو فی شان) ہر روز وہ (اللہ تعالی) ایک میں شان ہے۔

(۳) شان افعال عظام کو کہا جاتا ہے نیز شان مرتبہ صفات سے بالا ذات کی حیثیت کو کہا جاتا ہے۔ مثل کونہ محییا کونہ ممیتا

(۴) فنائے سر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں

مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی ۔ جب سالک ذات و صفات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔تو طعن و ملامت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف وتوصیف کا خواہشمند رہتا ہے صرف ذات حق میں مستغرق رہتا ہے۔

(۴) چوتھا مراقبہ لطیفہ خفی:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے لطیفہ خفی کو مقابل لطیفہ خفی مبارک آنحضرت سرور عالم محمد ﷺ کے رکھ کر بزبان خیال عرض کرے کہ ''یا اللہ فیض تجلیات صفات سلبیہ جو تو نے آنحضرت ﷺ کے لطیفہ خفی مبارک سے حضرت عیسیٰؑ کے لطیفہ خفی میں القاء فرمایا ہے،ان پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں القاء فرما

فوائد:

(۱) اس مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب اور ہر قسم نقصان سے پاک ومنزہ ہے،شرک، ولادت، حاجت، کفاءت،جسمیت اور ہر عیب سے منزہ ہے اور دماغ جو میں صورتیں اور اشکال آتے جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی فاعل اور اللہ نہیں ہے۔

(۲) اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز و منفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد ویگانہ دیکھتا ہے۔

(۵) پانچواں مراقبہ لطیفہ اخفیٰ:

اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنے لطیفہ اخفی کو مقابل لطیفہ اخفیٰ آن سرور عالم ﷺ کے تصور کر کے بزبان خیال عرض کرے کہ ''الٰہی فیض تجلیات شان جامع اور شان علم جو تو نے سرور عالم ﷺ کے لطیفہ اخفیٰ میں القاء فرمایا ہے،ان پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفیٰ میں القاء افاضہ فرما''

فوائد:

(۱) اس مراقبہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقیدہ راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ، صفات شیؤنات اور تنزیہات سب کے لیے جامع ہے۔

(۲) صفات وشیؤنات کی اصل کو شان جامع کہتے ہیں۔

(۳) اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاق سبحانہ وتعالیٰ اور اخلاق نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ساتھ تخلق واتصاف وآراستگی خاص ہو جاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوری طرح اتباع کرنا اور سنت اعمال کو اپنانا مفید ہوتا ہے۔

مبحث افاضہ واستفاضہ

ان پانچوں مراقبات مشارب میں مراقبہ کی نیت کرکے جب اس لطیفے کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفے کو جو فیض کا مورد ہے ملحوظ رکھ کر سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ کرام اور بزرگوں کے اسی لطیفہ کو حضرت سید المرسلین ﷺ تک ان شیشوں کے مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں فرض کرکے اس فیض مخصوص کو اس خاص لطیفہ میں بطریق عکس گمان کرے، یعنی یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کے اس لطیفے میں فیض آرہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے لطیفے میں آرہا ہے تاکہ بمقتضائے حدیث قدسی: أنا عند ظن عبدی بی مامول کا مقصد حاصل ہو جائے و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

گویا کہ رسول اللہ ﷺ کی مثال چراغ کے بتی کی طرح ہے جو کہ ایک شیشہ میں ہے اور اس شیشہ کے اردگرد دوسرا شیشہ ہے اور اسی طرح دیگر بہت شیشے ہیں تو اصل روشنی بتی میں ہے لیکن دوسرے شیشوں میں بھی روشنی داخل ہوتی ہے اور آخری شیشہ کو پہنچتی ہے تو استفاضہ کا اسی طرح مثال ہے

☆

بنابر حدیث ضعیف: **اول ما خلق اللہ روحی** اوراسی طرح بنابر دیگر روایات
اول مخلوق مطلقا یا اول مخلوق ارواح میں رسول اللہ ﷺ کی روح ہے، اسی طرح بنا بر دیگر روایات عالم ارواح میں پیغمبر ﷺ کو نبوت دی گئی ہے اور بنا بر تصریح فقہاء اگر چہ نبوت کسی پیغمبر کا کسی دوسرے پیغمبر کی نبوت سے مستفاد نہیں ہے، لیکن مطلق فیوض سے استفاضہ کی نفی کسی کا مذہب نہیں ہے، تو پیغمبر ﷺ کی مثال شمس کی طرح ہے اور دوسرے انبیاء کی مثال قمر کی طرح ہے، اور قمر کی روشنی شمس کا فیض ہے اگر چہ بیسویں رات کی قمر ہو اور شمس طلوع نہ ہوا ہو، اور اس افاضہ کا عالم ارواح میں کوئی استبعاد نہیں ہے، اور ان مخصوص انبیاء کا افاضے کے ساتھ تخصیص یا تو باریک مناسبت کی بنا پر ہے اور یا کشف پر مبنی ہے۔

سبق چہارم

مراقبہ معیت: اس مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اس مراقبہ میں آیت کریمہ (**وھو معکم این ما کنتم**) (الحدید) کا مضمون مع معنی ملحوظ خاطر رکھ کر خلوص قلب کے ساتھ زبان خیال سے یہ تصور کرے کہ ”فیض آ رہا ہے اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ ہے اور موجودات وکائنات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے اس شان سے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے یعنی اس کی صحیح کیفیت حق تعالی ہی جانتا ہے اور مورد فیض میرا لطیفہ قلب ہے“

فوائد:

(۱) یہ نہ منافی استواء علی العرش ہے او نہ نزول الی السماء الدنیا کے ساتھ منافی ہے کیونکہ واجب کا قیاس ممکن پر باطل قیاس ہے۔

(۲) فیض کا منشأ ومبدأ (شروع ہونے کی جگہ) ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیاء عظام کی ولایت ہے اواس میں سیر ظلال صفات مقدسہ اور اسمائے حسنیٰ میں شروع ہوتا ہے۔

(۳) مراقبہ معیت کا مقصد قلب پر وجود ذات کا غلبہ اور وجود علمی کے خیال کا رسوخ

ہے۔

(۴) اس مراقبہ میں حضور، قوت ارادی اور فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ عالم کے پیدائش سے پہلے یہ سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھے، نیز اس مراقبہ سے دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے، اس مقام میں تجلی افعال الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، تو حید وجودی وذوق وشوق وآہ ونالہ واستغراق وبےخودی ودوام حضور ونسیان ماسواء حاصل ہو جاتا ہے اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشتا ہے اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے، پس جب لوح دل سے ماسویٰ کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت واستغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے، واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کا بھولنا لطیفہ قلب کی فنا ہے اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

تنبیہ

حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو مرحمت ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل آگے آرہی ہے اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ عظام سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے ہمارے حضرت مرشد عالم مفتی اعظم مولانا مفتی محمد فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً نے بھی یہاں تک اسباق کی تکمیل پر بندہ کو اجازت وخلافت سے نوازا ہے، بلکہ حضرت صاحب کے تمام خلفاء کرام

کے اسباق کی تکمیل یہیں تک ہوئی ہے، اور باقی اسباق کی تکمیل میں بعد میں لگے رہتے تھے۔
(بحوالہ، فیض الفرید سلسلہ مبارکہ، ص۔۱۳۶)

ملاحظہ: یہاں بندہ سے مراد مولّف (مولانا احسان الکریم صاحب دامت براکاتہم) ہے۔ جن کو حضرت مفتی صاحب (محمد فریدؒ) نے چاروں سلسلوں میں اجازت اور خلافت سے نوازا ہے

﴿توجہ کی حقیقت اور کیفیت﴾

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے ''لمبی حدیث میں'' جب رسول ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہورہی تھی آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں'' ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت پیدا ہوئی تصرف تاثیر اور توجہ ہے، کما صرح بہ التھانوی رحمہ اللہ مرشد کو چاہئے کہ ہر سبق کے لیے توجہ خاص کے ذریعے مرید کے مورد فیض پر فیض القا کرے، توجہ کے دو درجے ہیں ایک درجہ غیر اختیاری ہے وہ یہ کہ دل چاہتا ہے کہ فلاں شخص میں ذوق وشوق محبت حق، خوف وغیرہ پیدا ہو جائے اس کے واسطے دعا کرے، دوسرا درجہ متعارف ہے جو مشائخ میں معمول ہے۔ اولاً یہ کہ توجہ ایک نفسانی کمال ہے نہ کرامت ہے اور نہ تصوف میں داخل ہے، یہ کافر اور فاسق بھی دے سکتا ہے۔ توجہ کا حکم شرعی اسلحہ جیسا ہے۔ کہ جائز مقصد کے لیے جائز ہے اور ناجائز مقصد کے لیے ناجائز ہے۔

توجہ کی حقیقت قوت ارادی کے ساتھ کام کرنا ہے، پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں۔ ان من عباد اللہ من لو أقسم علی اللہ لابرہ (رواہ البخاری)

یعنی بعض بندگان خدا صاحبان ہمت وقوت ارادی ایسے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے ارادہ میں نامراد نہیں کرتے، اور حدیث قدسی میں فرماتے ہے۔

أنا عند ظن عبدی بی، (رواہ الشیخان) یعنی جس کسی کا اللہ تعالیٰ پر یہ ظن ہو کہ

میں جو ارادہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے اور نامراد نہیں بناتا۔ سب سے پہلے انسان مشق کر کے قوت ارادی پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ پر یہ حسن ظن رکھے کہ میں جو ارادہ کروں تو اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے اور یہ انسان اللہ تعالیٰ کا یہ نام (فعال لما یرید) کثرت سے پڑھا کرے۔

مشق کے بعد جس کو توجہ دینا چاہے تو اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس شخص وغیرہ کے حق میں ایک مقصد متعین کرے۔ مثلاً کہ یہ شخص ذکر شروع کرے اس کو ذوق وشوق پیدا ہو جائے یا اسے ایک نسبت حاصل ہو جائے۔ تو خیال میں اپنے قلب کو اس شخص کے قلب کے ساتھ پیوست کرے، خواہ یہ شخص حاضر ہو یا غائب، اور اپنے قلب کو ہر خیال سے خالی کرے سوائے اس خیال کے کہ میرا جو مقصد تھا اور جو چاہتا تھا وہ ہو گیا۔ اور زبان پر اسم ذات جاری رکھے اور یہ خیال کرے کہ یہ اسم ذات میرے قلب سے بواسطۂ زبان باہر آیا اور اس شخص کے قلب پر ضرب لگایا اور میں جو چاہتا تھا وہ ہو گیا۔ تو تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ اس شخص میں اپنی استعداد اور لیاقت کے موافق انقلاب اور تاثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے حرارت قلب اور نفی خواطر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اس کیفیت سے بھی توجہ دی جا سکتی ہے۔ کہ شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجہ ہو، دل کی توجہ صرف مرید کے حال پر کرے اور پوری اور قوی ہمت کے ساتھ تصور کرے کہ مجھ میں سے کیفیت و جذب و انوار و فیوض مرید میں سرایت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوارات و برکات حاصل ہونگے، شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب پر سمجھے یا جس لطیفہ یا مقام کی توجہ دے اپنے اس لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر غیر کے خطرہ کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل کو اپنی طرف کھینچے تاکہ توجہ کے اثر سے مرید کے اس لطیفے میں جنبش آئے اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور قوت پکڑے، اسی طرح ایک ساعت یا کم و زیادہ متوجہ رہے اور سلسلہ کے

بزرگوں کی ارواح متبرکہ کو اپنے شامل حال سمجھ کر اس تصرف کو ان کی امداد سمجھے۔

توجہ دینے والا اپنے قلب کو اس فیض اور تاثیر کا منبع نہ سمجھے بلکہ میزاب سمجھے اور تاثر کا جائزہ نہ لے ورنہ توجہ ناقص ہو جائے گی، نیز توجہ کی کثرت سے پرہیز کرے اس سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور مرید توجہ کی امید پر رہ کر معمولات چھوڑ دیتے ہیں۔

(بحوالہ،فیض الفرید المعروف بہ سلسلہ مبارکہ)

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے توجہ کا اثر

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ایک باورچی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے۔ ان بزرگوں کا قاعدہ یہ رہا ہے کہ اپنی ذات کے لئے آنے والے ہدایا سے اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے اس سے خوش ہوتے ہیں کہ ان کے مہمان کے لیے کوئی ہدیہ لاوے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے یہاں فاقہ تھا۔ ان کو مہمانوں کی مہمان نوازی کی فکر ہوئی۔ اس باورچی کو معلوم ہوا تو یہ ایک بڑا سا خوان کھانے کا لایا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے کہا؛ اپنے جیسا بنا دیجیے، حضرت ایک دم ٹھٹک گئے ۔اور فرمایا کہ کچھ اور مانگ لیکن وہ نہ مانا حضرت نے دوبارہ اصرار کیا۔ پھر اس کے اصرار پر حضرت اس کو اپنے حجرہ میں لے گئے۔ اب حضرت نے حجرہ میں کیا کیا اس کو تو کسی نے ذکر نہیں کیا مگر ہمیں اس حدیث نے بتلا دیا کہ بھینچا ہوگا۔ بہر حال تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات باہر تشریف لائے ۔تو صورت تک ایک جیسی ہو چکی تھی۔ صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت کے تو ہوش و حواس درست تھے مگر وہ مدہوش تھا۔ اور تین دن بعد انتقال کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ مرید کو آہستہ آہستہ ترقی دیتے ہیں ۔لیکن بعض مشائخ اس کے خلاف کرتے ہیں ۔کہ ذکر لسانی کے کچھ ہی دن بعد ذکر قلبی اور دوسرے اوراد شروع کرا دیتے ہیں جو نقصان دہ ہوتا ہے۔

(تقریر بخاری۔ ۸۵ صف)

☆

ایک پرندہ کے توجہ کے اثرات

ایک اللہ والے نے دوران مجلس فرمایا کہ سیمرغ ایک پرندہ ہے۔ جو کوہ قاف میں ہوتا ہے۔انڈے دیتا ہے اور برفباری کے زمانے میں اپنے انڈے وہیں چھوڑ کر گرم مقامات کی جانب اڑ جاتا ہے۔مگر اپنے انڈوں سے غافل نہیں رہتا۔ بلکہ توجہ غائبانہ اور اپنے خیال کی قوت سے انہیں سیتا رہتا ہے۔ جب برفباری کے اختتام کے بعد واپس آتا ہے تو بچوں کو انڈوں سے نکلا ہوا پاتا ہے پھر وہ ان کو اڑنا اور پرواز کرنا سکھلا دیتا ہے۔ جب حق تعالیٰ نے اس پرندہ کو اس درجہ قوت متخیلہ عطا فرمائی ہے تو کیا انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اتنی قوت بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ کہ اپنی قوت خیال اور قوت توجہ سے مریدین کی غائبانہ تربیت کرتا رہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ شیخ کامل کی توجہ غائبانہ سے مریدین کی تربیت برابر ہوتی رہتی ہے۔

(شمامہ العنبر وعلامات محبت)

حضرت اشرف علی تھانویؒ پر توجہ کا اثر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے حضرت نانوتویؒ کی توجہ کے بارے میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز میں سورۃ مزمل پڑھا کہ یک دم علم کا ایک عظیم دریا میرے دل میں گزرا کہ میں صبر نہ کرسکا قریب تھا کہ میری روح چلی جاتی لیکن وہ دریا بہ آتے ہی چلا گیا۔ جیسا ایک دم سے آیا تھا ایسی ہی ایک دم نکل گیا۔نماز کے بعد غور کیا تو انکشاف ہوا کہ حضرت نانوتویؒ اس وقت میرٹھ میں میری طرف متوجہ رہے۔ یہ ان کی توجہ کا اثر ہے۔جن کی توجہ کا یہ اثر ہو ان کے سینے میں اپنے علم کا کیا حال ہوگا۔

(بحوالہ، بیانات فقیر)

مراقبہ کرنیکا طریقہ

جب سالک کا پہلا سبق شروع ہو جاتا ہے تو اس پر منحصر ہے کہ خوب محنت کرے۔ مثل مشہور ہے کہ جتنا گڑ اتنا میٹھا۔ جتنی زیادہ محنت اتنی جلدی ترقی ملتی ہے۔ یہ محنت دو طرح سے ہوتی ہے۔ چھوٹے بڑے گناہوں سے بچے تو یہ ایک محنت ہے۔ ذکر مراقبہ۔ اتباع سنت، نفلی عبادات ،اللہ کی طرف توجہ، اللہ سے دعا مانگنا، نیک محفلوں میں جانا، دوسری محنت ہے تو پھر یہ دونوں محنتیں کرنے سے انسان کے قلب کی روشنی بڑھتی چلتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ دل روشن ہو جاتا ہے۔ پھر دل ذکر کے ساتھ جاری ہو جاتا ہے۔ تو ''اللہ اللہ'' کہنا شروع کر دیتا ہے۔

ہمارے مشائخ مراقبے کا طریقہ یہی سمجھاتے ہیں۔ کہ انسان ظاہر کی آنکھوں کو بند کر لے۔ یہ بند کرنا کوئی شرط نہیں ہے۔ اس لیے کہ مشائخ تو کھلی آنکھوں سے مراقبہ کرتے ہیں ۔ان کو کہاں آنکھ بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ باقی ساری زندگی انسان کھلی آنکھوں سے ذکر کرتا ہے۔ لیکن سالک چونکہ مبتدی ہوتا ہے۔ تو توجہ مرکوز کرنے کے لیے آنکھ بند کر لے۔ تو اسمیں بہتری ہوتی ہے۔ فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ آس پاس کی چیزیں اس کے خیالات کو پراگندہ کر دیتی ہیں ۔ وہ کھلی آنکھوں سے مراقبہ کرے گا۔ تو کبھی بچے کو دیکھنے لگ جائے گا۔ اور کبھی بڑے کو دیکھنے لگ جائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں۔ کہ آنکھوں کو بند کر لو لیکن یہ کوئی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح سر پر کپڑا ڈالنا بھی ضروری نہیں ہے۔ ہاں یکسوئی بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کی دلیل حدیث پاک سے ہے کہ نبیؐ پر جب وحی اترتی تھی تو اس وقت نبی ﷺ چہرہ مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے۔ کہ جب واقعہ افک میں نبی ﷺ میرے والد کے گھر تشریف لائے اور گفتگو فرما رہے تھے۔ تو اس وقت محبوب ﷺ پر وحی کی کیفیت آئی تو آپ ﷺ نے چہرہ انور پر کپڑا ڈالا۔ فرماتی ہیں کہ جب آپ نے وہ کپڑا اٹھایا تو میں نے پیشانی کے اوپر پسینے کے وہ قطرے دیکھے جو خاص وحی کی حالت میں ہوا کرتے تھے۔ گویا وحی کے وقت اللہ کے پیارے حبیب

ﷺ یکسوئی کی خاطر چہرہ انور پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔تو سالک بھی اگر اس پر عمل کرے تو یہ کہاں کی بدعت بن گئی؟ یکسوئی کے لیے انسان ایسا کرتا ہے۔اور ہم اس کو کوئی شرط بھی نہیں بہتر ہے۔اپنا فائدہ ہے۔آنکھیں بند کرنا لازم نہیں بہتر ہے۔کپڑا ڈالنا لازم نہیں بتاتے اسی طرح بیٹھ کے مراقبہ کرنا بھی لازم نہیں۔بلکہ بہتر ہے۔آپ لیٹ کر بھی مراقبہ کر سکتے ہیں۔مگر لیٹ کر مراقبہ کریں گے تو پہلے نیند والی فنا غالب آجائے گی۔اس لیے بیٹھ کر مراقبہ کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک بہت خوبصورت دلیل دی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کی جب نبیؑ کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی تو اللہ کے حبیبﷺ بہت دیر خاموش رہتے تھے۔یوں محسوس ہوتا تھا۔کہ کندھوں پہ پرندے آکر بیٹھ گئے ہیں۔اللہ کے حبیبﷺ کی اتنی لمبی دیر کی خاموشی غفلت کی خاموشی نہیں ہوسکتی۔کوئی کہہ سکتا ہے۔کہ اتنی لمبی دیر خاموش رہتے تھے۔تو وہ غفلت والی خاموشی تھی؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔جبکہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

کان رسولﷺ یذکر اللہ تعالیٰ فی کل احیانہ (بخاری ۱:۸۳)

نبی علیہ السام ہر لمحے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

اب اگر ان دونوں کو ملائیں کہ ایک ہر وقت ذکر کرتے تھے۔اور دوسرا زیادہ دیر خاموش رہتے تھے۔اگر دونوں کو جمع کریں تو اسی کا نام مراقبہ ہے۔تو اللہ کے نبیﷺ کی اتنی دیر خاموشی فکر ہوتی تھی اسی کا نام مراقبہ ہے۔

اس لیے تسلی کے ساتھ،سکون کے ساتھ بیٹھ کر اپنے دل کے اوپر اپنی توجہ کو مرکوز کریں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کے اندر الٹے سیدھے ہر قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں۔ہم ان خیالات کو نکال کر دل کے اندر اللہ کا خیال ڈالنا چاہتے ہیں۔تو محنت کرنی پڑے گی۔اس لیے بیٹھنے کے شروع میں ایک نیت کرلیں کہ اللہ رب العزت کی رحمت آرہی ہے۔نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

قلب انور پر اور وہاں سے سیدنا صدیق اکبرؓ کے قلب سے نورانی شعاع کی طرح مشائخ کے قلوب سے گزر کر وہ نور میرے شیخ کے قلب سے میرے قلب میں پہنچ رہا ہے۔ اور میرے دل کی سیاہی اور ظلمت دور ہورہی ہے اور میرا دل ''اللہ۔۔۔اللہ۔۔۔اللہ'' بول رہا ہے۔ زبان سے یہ الفاظ نہیں پڑھنے، زبان تالو سے لگی ہوئی ہو۔ سانس نارمل (معمول پر) چل رہی ہو، جسم کو حرکت نہیں دینی، سکون کے ساتھ ایک دھیان رکھنا ہے کہ جیسے ایک کیسٹ چل رہی ہوتی ہے۔ اور ہم سکون کے ساتھ قرآن کی تلاوت سن رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح میرے دل کی کیسٹ بول رہی ہے، اللہ اللہ اللہ، اور میں سن رہا ہوں۔

شروع میں نہ دل کہے گا، نہ آپ سنیں گے۔ البتہ الٹے سیدھے خیال خوب آئیں گے۔ یہ الٹے سیدھے خیال ہمیں روحانی کیفیت کی اطلاع دے رہے ہیں۔ کہ دیکھو! تمہارے اندر یہ گندگی بھری ہوئی ہے کچھ نوجوان تنگ ہوجاتے ہیں۔ کہ ویسے تو یہ خیال نہیں آتے، جیسے ہی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ تو خیال آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذرا دھیان کو جمانے کی کوشش کریں گے۔ تو جہاں دل لگا ہوا ہے۔ وہی چیز سامنے آئے گی۔ اب تک تو دنیا میں ہی دل لگا رہا، تو جن چیزوں میں دل لگا ہوا تھا، وہ آئے گی۔ یہ تو فکرمند ہونے والی بات ہے کہ یا اللہ! میرے دل کی حالت کتنی گندی ہے کہ ذرا سی دیر میں سر جھکا تا ہوں تو مجھے یہی شیطانی خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو اس دل کو تو دھونے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اس سبق کی کامیابی بیٹھنے میں ہے۔ اور زیادہ دیر مراقبہ میں بیٹھنا ہی اصل نکتہ ہے۔ جو بیٹھتا رہے گا۔ وہ مراد پالے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ﴾

جن کے دل اور بدن نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

تو ''تلین جلود'' کا مرتبہ پہلے ہے، بیٹھنا پڑے گا۔ کمر بھی تھکے گی۔ گردن بھی

تھکے گی شیطان آ کر کہے گا۔گھنٹہ گزر گیا ہے۔جبکہ گزرے پانچ منٹ ہوں گے۔یعنی اس شیطان کی شیطانیت دیکھو کہ اگر ڈرامہ دیکھتے ہیں۔ٹی وی دیکھتے ہیں،تو گھنٹے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ابھی تو پانچ منٹ ہوئے ہیں۔اور ذکر کا معاملہ یہ ہے کہ پانچ منٹ بیٹھتے ہیں تو شیطان کہہ دیتا ہے کہ گھنٹہ گزر گیا۔

ہمارے مشائخ نے اس کے اوپر خوب محنت کی ہے۔اصل میں اللہ تعالیٰ بندے کو ذکر میں بیٹھے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔بندے کی طلب کا اظہار اس طرح ہوتا ہے۔دنیا کا دستور ہے کہ جب دروازے پر کوئی فقیر صبح سے آ کر بیٹھ جائے تو مالک اس کو خیرات دے ہی دیتا ہے۔تو مراقبے میں بیٹھنا ہی پڑتا ہے۔اکثر سالکین کو یہاں غلطی ہوتی ہے۔کہ بیٹھتے نہیں ہیں۔چنانچہ آپ جتنے دوستوں سے پوچھیں،اکثر و بیشتر سے جواب یہ ملے گا کہ حضرت درود شریف بھی پڑھتے ہیں۔استغفار بھی پڑھتے ہیں،تلاوت بھی روزانہ ہوتی ہے،بس حضرت مراقبہ نہیں ہوتا۔مراقبہ ہی تو اصل چیز تھی۔اگر مراقبہ نہ ہوا تو صرف اوراد کا ثواب تو ملا،لیکن قرب نہیں ملا۔ثواب کا ملنا الگ چیز ہے،قرب کا ملنا الگ چیز ہے۔

☆لبوں پہ مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں☆

مثال کے طور پر دنیا کی نوکریوں میں،تنخواہ بڑھ جانا ایک چیز ہوتی ہے۔اور اس کا رتبہ بڑھ جانا دوسری چیز ہوتی ہے۔اس لیے درود شریف پڑھیے خوب ثواب ملے گا۔قرآن پاک پڑھیے خوب ثواب ملے گا۔استغفار پڑھیئے خوب ثواب ملے گا۔

لیکن روحانی ترقی ذکر و مراقبہ سے ہوتی ہے۔اگر آپ مراقبہ نہیں کر رہے ہیں۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی روحانی ترقی نہیں ہو رہی،آپ جیسے پہلے تھے اب بھی وہی حال ہے۔پس مراقبہ میں بیٹھنا ضروری ہے،اللہ تعالیٰ بندے کو مراقبہ کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔جتنا بیٹھے گا۔اتنی زیادہ برکتیں ہوں گی اور اللہ کی شان کہ تھوڑے ہی دنوں میں روحانی حالت میں ترقی

محسوس ہوتی ہے۔انسان بیٹھتا ہےتو فرض کریں کہ پہلے دن سو گندے خیال آئے ، پھر دو چار دن کے بعدوہ پچانوے رہ گئے ۔نوے رہ گئے ساٹھ رہ گئے وقت کے ساتھ ساتھ الٹے خیال کم ہونا شروع ہوجاتے ہیں ۔اوریکسوئی کا وقت بڑھنا شروع ہو جا تا ہے۔حتیٰ کہ ایک وہ کیفیت آتی ہے کہ انسان جب سر جھکا تا ہے۔تو اللہ کی یاد میں ڈوب جا تا ہے۔

☆دل کے آئینے میں ہےتصویر یار☆جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی☆

☆وہ جن کا عشق صادق ہےوہ کب فریاد کرتے ہیں☆

☆لبوں پہ مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں☆

پھر یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔کہ بندہ مراقبہ میں بیٹھتا ہے۔تو ایک جمعیت نصیب ہو جاتی ہے ۔ہمارے مشائخ نے دو لفظ استعمال کئے :ایک تفرقہ اور دوسرا جمعیت ۔جو پریشان خیالات آتے ہیں ۔یہ تفرقہ کی کیفیت ہے، یہ ہر بندہ کوشروع میں پیش آئے گی ۔مگر بیٹھتے رہنے سے یہ جمعیت میں تبدیل ہوجائے گی ۔اور جب جمعیت ہوتی ہےتو پھر اللہ کی طرف سے ایک ایسا ادراک مل جا تا ہے۔ایسا دھیان مل جا تا ہے۔کہ پھر گھنٹوں بیٹھنے سے بندے کا دل نہیں بھرتا۔

سالکین کے حال احوال ہم نے سنے ،سبحان اللہ !اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھ کر پھر مراقبہ کرنے بیٹھتے ہیں ۔کہ کوئی شخص مجھے ڈسٹرب کرنے نہ آجائے ،دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ نہ بچے روئیں ،نہ کسی کا فون آئے ۔بس میرے اللہ! میں سکون سے دو گھنٹے یا تین گھنٹے مراقبہ کرسکوں ،ایسے بھی اللہ کے بندے آج کے دور میں موجود ہیں ۔اللہ اکبر کبیرا!

محبت شیخ

محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصومؒ محبت شیخ کی ضرورت کے بارے میں اپنے مکتوبات میں رقم طراز ہیں۔

''اللہ کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سب سے افضل عبادت ہے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کیا تو نے میرے لیے کبھی کوئی عمل کیا ہے موسیٰؑ نے عرض کیا یا الٰہی میں نے تیرے لیے نماز پڑھی روزے رکھے صدقہ دیا اور تیرا ذکر کیا پس اللہ رب العزت نے فرمایا کہ البتہ نماز تیرے لیے دلیل ہے۔ روزے تیرے لیے ڈھال ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے۔ پس میرے لیے تو نے کون سا عمل کیا تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یا اللہ آپ میری اس چیز کی طرف راہنمائی فرمائے۔ جو آپ کے لیے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ تو نے میرے دوستوں سے دوستی رکھی یا میرے دشمنوں سے دشمنی رکھی پس حضرت موسیٰؑ نے جان لیا کہ وہ عمل

☆الحب فی اللہ و البعض فی اللہ☆

اللہ کے لیے محبت رکھنا اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنا ہے

پس اکابر صوفیائے کرام کی محبت کو سرمایہ جانیں اور کام کا مدار اسی پر جانیں (مکتوبات معصومیہ)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی سے کسی نے سوال کیا کہ روحانیت میں محبت شیخ کیوں ضروری ہے اس کا جواب وہ یوں فرماتے ہیں سوچیں! جس شیخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت جیسی نعمت حاصل ہوئی ہو اس سے محبت کرنا کتنا ضروری ہے مثلاً اگر ایک درخت پر اللہ تعالیٰ تجلی ڈالے تو اس میں اور اس کے ارد گرد برکت ہو جاتی ہے۔ جیسا حضرت موسیٰؑ کے لیے درخت پر تجلی ڈالی گئی اسی طرح شیخ بھی تجلیات الٰہیہ کا مورد ہوتا ہے بھلا سوچیں اس میں کتنی برکت

ہوگئی۔اوراس سے کتنی محبت ہونی چاہئے؟مزید فرمایا فنافی الشیخ ہونے کے لیے اپنے شیخ کو دیکھیں کیسے اٹھتا ہے کیسے بیٹھتا ہے کیسے بولتا ہے حتیٰ کے ہر ہر معاملہ میں شیخ کو دیکھے کہ وہ کام کیسے کرتا ہے اس سے فنافی الشیخ کا مرتبہ آسانی سے نصیب ہوگا۔کیونکہ شیخ سنت پر عمل کرتا ہے۔اس لیے بندے کواس کی برکت سے فنافی الرسول اورفنا فی اللہ تک پہنچنا نصیب ہوجاتا ہے۔

ایک سفر کے دوران کسی دوست نے حضرت جی سے پوچھا کیا بزرگان دین بغیر براہ راست واصل باللہ نہیں ہوا جاسکتا؟ارشاد فرمایا ہر بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ تو ہوتا ہے سپلائی موجود ہوتی ہے بزرگ تو یہ محبت الٰہی کا تعلق اورزیادہ مضبوط کرنے کی ٹیکنیک بتاتے ہیں کہ یہ اعمال کروگے تو محبت الٰہی کا تعلق اورزیادہ مضبوط ہوجائے گا۔مثلاً وقوف قلبی رکھنا ہر وقت ہر گھڑی ضروری ہے اپنی سوچ ہروقت اللہ تعالیٰ کی طرف لگی رہے کہ میرا دل اللہ اللہ کرنے والا بن جائے اس لیے ہروقت یہ سوچتا رہے کہ میرا دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ اللہ۔حدیث قدسی ہے جیسا بندہ اللہ تعالیٰ کے متعلق گمان کرتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ معاملہ فرمادیتے ہیں۔

فیض بقدر محبت

”جان لیں کہ اختیاری سلوک وتسلیک میں پیر کو مرید کے احوال کا علم ہونا اوراسی طرح مرید کواپنے احوال کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو کہ صحابہ کرامؓ کا طریقہ ہے یہ کچھ درکار نہیں ہے نہ پیر کی جانب میں نہ مرید کی جانب میں کیونکہ اس طریقہ میں فائدہ پہنچانا اورفائدہ حاصل کرنا انعکاسی اورانضباغی ہے مرید شیخ کی محبت میں بقدر محبت اورفنا فی الشیخ ہونے کے ہر گھڑی اسکے رنگ میں رنگا جاتا ہے اوراس صورت میں فائدہ پہنچنے یا فائدہ حاصل کرنے میں علم کی کیا ضرورت ہے“

انداز محبت

تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اسکو اسکی جان اسکے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں (الحدیث)

اور شیخ طریقت چونکہ رسول ؐ کا قائم مقام اور اللہ رب العزت سے فیض پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے شیخ کی محبت بھی اسی طریقہ پر ہونی چاہیے۔

عشق مرشد

''اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کرے کہ تعلقات میں کوئی کوتاہی اور محبتوں میں کوئی کمی آئی ہو بلکہ جس قدر زمانہ طویل ہوتا جائے گا امید ہے کہ باطنی تعلق بڑھتا جائے گا۔ اور مہینوں کے گزرنے کے ساتھ شوق کی آگ مشتعل ہوتی جائے گی۔ اور محبت کی شراب جوش میں آتی جائے گی۔

غائبانہ محبت

''میرے مخدوم اگر چہ صحبت بہت تاثیر رکھتی ہے۔ لیکن غائبانہ محبت بھی باطنی کیفیات کو جذب کرتی ہے۔ اور فیض کے راستے کو کھولتی ہے۔

بۓ جنسیت کند جزب صفات [ہم جنس ہونے کی بو صفات کو جذب کرتی ہے]

اکیلی محبت بھی فائدہ مند ہے

''میرے مخدوم جس جگہ محبت کا نشہ ہے وہ (خود) پوشیدہ معانی کو جذب کرلیتا ہے۔ اور فیض پہنچانے والے کے باطن سے بقدر محبت فیض اخذ کرتا ہے اور توجہ کے مقام پر نگاہ رکھتا ہے۔ اگر مرشد کی توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہوجائے تو نور علی نور ہے۔ اور اس معاملہ میں سب سے اعلی چیز محبت ہے اس کے بغیر توجہ کارگر نہیں ہوتی۔ اور یہ محبت توجہ کے بغیر بھی کام کرتی ہے''

(آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے)

صحبت اور محبت

''بے شک کام کا مدار صحبت پر ہے (سالک) غیبت میں بھی محبت و فنا فی الشیخ کے مطابق فیوض حاصل کرتا ہے۔ لیکن (صرف محبت) اس صحبت کی گرد کو بھی نہیں پہنچی جو حقوق کی رعایت کے ساتھ ہو محبت صرف معانی کو جذب کرتی ہے۔ لیکن جب صحبت اس کے ساتھ مل جائے تو سرخ گندھک بن جاتی ہے اور نور علی نور ہو جاتی ہے''

پیر کی خدمت

حضرت تاج محمود امروٹیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اچھا مرید وہی ہے جو کہ پیر کو اپنا عاشق بنائے مطلب یہ کہ جو پیر کی مراد بن کر رہے۔ علم عمل اور خدمت و اطاعت سے اتنا پیر کو خوش کرے کہ وہ مرید کا عاشق ہو جائے۔

حضرت مولانا الیاس دہلویؒ کا قول ہے کہ مرید تب کچھ حاصل کر سکتا ہے کہ پیر کی جوتیوں اور چپاتیوں میں اسے کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ پیر کی جوتیاں بھی چپاتیوں کی طرح عزیز ہوں (تاکہ طبیعت میں عاجزی وانکساری پیدا ہو۔ جو کہ روحانیت کی جڑ ہے) (مجالس فقیر)

اطاعت شیخ

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے اپنے ایک مرید حضرت مولانا اکبر علی کے ذمہ مختلف مجالس کے ملفوظات لکھنے کا کام لگایا۔ وہ یہ کام کرتے رہے ایک دن حضرت خواجہؒ نے پوچھا کہ آپ کو ملفوظات لکھنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے یا مراقبہ وغیرہ سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے؟ حضرت مولانا اکبر علی نے عرض کیا کہ آپ کے ملفوظات لکھنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

(مجالس فقیر)

خدمت شیخ

حضرت فضل علی قریشیؒ کے ذمہ خواجہ لعل شاہ دندویؒ نے سندات اور دوسرے لکھنے لکھانے کے ضروری کام لگائے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ منشی صاحب کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک بہت خوبصورت سند لکھ کر پیش کی جس کی وجہ سے حضرت لعل شاہ دل خوش ہو گئے اور آپ نے فرمایا ''واہ قریشی واہ'' بس یہ ہی فرمانا تھا کہ حضرت قریشی پر جذب طاری ہو گیا۔

حضرت خواجہ محمد عبدالمالکؒ (صدیقیؒ) نے تقریباً بارہ سال حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ پر رہ کر بکریاں چرائیں حتیٰ کہ بکڑوال کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے یہ کام اس خوبی سے ادا کیا کہ کیا کہنا۔ بکریوں خود چرتی مگر حضرت خواجہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھاس توڑ توڑ کر بکریاں کے منہ میں دیتے۔ جس سے بکریاں پیٹ بھر کر شام کو واپس آتی۔ اسی کام سے آپ کی روحانی ترقی ہوئی۔ اس خدمت سے اپنے شیخ کا دل خوش کر دیا اور آپ کا کام بن گیا۔

(مجالس فقیر)

شیخ کی خانقاہ کی خدمت

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ۱۸ سال مسجد نبویؐ میں درس حدیث دیا حتیٰ کہ مدنی آپ کے نام کا حصہ بن گیا بلکہ نام سے زیادہ لفظ مدنی مشہور ہو گیا۔ مگر اٹھارہ سال کا درس موقوف کر کے حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں پہنچے اور بیعت کی۔ آپ کے ذمہ شیخ کی خانقاہ کے لیے سبزی وغیرہ لانا ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا شیخ کی خانقاہ کی خدمت کرنے سے وہی کچھ ملتا ہے جو کہ مسجد نبویؐ میں درس حدیث سے ملتا تھا۔

محبت مشائخ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ فرماتے تھے۔کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے مشائخ کرام خصوصاً حضرت نور محمد بدایونیؒ اور حضرت شیخ محمد عابدؒ سنامی سے محبت میں رسوخ عطا فرمایا۔اگر چہ مجھے رسولؐ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا لیکن بہت شکر ہے کہ آپؐ کے ان نائبین کی صحبت کی سعادت حاصل ہوگئی۔ (مشائخ نقشبندیہ)

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ شہید سے مشائخ کی محبت واکرام

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے فرمایا ایک روز حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے میرے جوتے سیدھے کیے فرمایا کہ تمہیں جناب الٰہی میں قبول تام حاصل ہے۔حضرت حاجی محمد افضل میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے فرماتے کہ میں تمہاری نسبت کی تعظیم کرتا ہوں دوبارہ فرمانے لگے۔ کثر اللہ مسلکم [تمہارے جیسوں کو اللہ اور زیادہ کرے]

(مشائخ نقشبندیہ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے محبت:

آپؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک صاحبزادہ سرہند جارہا تھا تو میں نے اس سے کہا میرا اسلام نیاز حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پیش کردیں۔اس نے آکر اطلاع دی کہ جب تمہارا اسلام مزار مبارک پر جا کر عرض کیا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنا سر سینہ تک مزار مبارک سے باہر نکال کر کمال انبساط واشتیاق میں فرمایا کون مرزا جو ہمارا دیوانہ اور شیفتہ ہے علیک و علیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے کبھی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوا تھا۔لیکن آپ کے واسطہ سے یہ سعادت نصیب ہوگئی وہ میری پہلے

سے زیادہ تعظیم کرنے لگے کہ تمہیں ہمارے جدامجد کا زیادہ قرب حاصل ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ مشائخ سے بہت محبت رکھتے تھے خصوصاً مجدد کی محبت میں نہایت راسخ تھے فرماتے تھے۔ مجھے جو کچھ ملا ہے اپنے پیروں سے غلبہ محبت کی وجہ سے ملا ہے میرے اعمال کیا ہے۔ کہ بارگاہ کبریا کے قرب کا موجب ہوں مقبول اور مقرب حضرات کی محبت ہی قبول خدا کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔

☆احب الصالحین و لست منھم ☆

☆ لعل اللہ یرزقنی صلاحاً☆

(میں نیکوں سے محبت کرتا ہوں اور ان میں سے نہیں ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مجھے بھی نیک بنادے) (مشائخ نقشبندیہ)

محبت شیخ بڑھانے کے دلچسپ واقعات

حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت رسولؐ

صوفیاء کے نزدیک سیدنا صدیق اکبرؓ کا سفر ہجرت مرشد کی اطاعت وخدمت اور محبت و عقیدت کی فقید المثال داستان ہے۔ چنانچہ ہجرت کی رات نبی اکرمؐ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے تو انہیں جاگتے ہوئے پایا۔ پوچھا ابوبکر آپ کیوں جاگ رہے تھے۔ عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ہجرت کا حکم ہوگا۔ یہ بھی میرا دل گواہی دیتا تھا۔ کہ آپؐ مجھے رفیق سفر بنائیں گے۔ جس وقت سے یہ خیال آیا میں نے رات کو سونا چھوڑ دیا۔ مبادا کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے حاضر باش نہ پائیں سبحان اللہ (تصوف وسلوک)

محبت اور خدمت

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو حضرت محمد عثمان دامانیؒ کئی

دن متواتر موسیٰ زئی شریف پیدل چل کر تقریباً تیس کلومیٹر دور ایک شہر دربن جاتے اور دوائی لے کر واپس آتے پھر ساری رات تیمارداری میں مشغول رہتے۔(مجالس فقیر)

طریقہ محبت

حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے ایک خوبصورت بیش قیمت نفیس ہینڈ بیگ خریدا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں اس میں اپنے پیرومرشد کے استعمال کے لیے مٹی کے ڈھیلے رکھا کروں گا۔عربی کا مقولہ ہے ان المحب لمن یحب مطیع ۔محبّ جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے۔یہی محبت وخدمت حصول فیضان کا سبب بنتی ہے۔

(تصوف وسلوک)

محبت صلحاء

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالمؒ پیر غلام حبیب نقشبندیؒ مطاف میں بیٹھے ہوئے بیت اللہ شریف کی زیارت میں مشغول تھے اور حضرت شیخ الحدیث کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد طلحہ دامت برکاتہم طواف کر رہے تھے۔اچانک مولانا کی نظر آپ پر پڑی۔ وہ طواف توڑ کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔سلام عرض کیا اور خیریت دریافت کی۔آپ نے فرمایا مولانا! آپ پہلے طواف مکمل کر لیتے۔مولانا نے فرمایا حضرت! طواف تو میں پھر بھی کرلوں گا۔لیکن اس دوران اگر آپ اٹھ کر چلے جاتے تو میں ملاقات سے محروم رہتا اور اس کا کوئی نعم البدل نہ ہوتا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(حیات حبیبؒ)

والہانہ عشق ومحبت

پیر غلام حبیب نقشبندیؒ کو اپنے پیرومرشد امام العلماء والصلحاء حضرت صدیقیؒ سے اس قدر محبت تھی کہ شمع و پروانہ اور گل وعندلیب کے تعلق کا گمان گزرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ حضرت کے ہمراہ تبلیغی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ بعض وجوہات کی بنا پر آپ کو گھر واپس آنا پڑا۔ جب ایک ریلوے اسٹیشن پر آپ اترے تو پلیٹ فارم پر کھڑے ہوگئے۔ حضرت صدیقیؒ نے بھی کھڑکی سے سر مبارک باہر نکالا اور آپ کو دیکھا۔ اتنے میں گاڑی نے سیٹی بجائی اور آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ آپ زاروقطار رونے لگے۔ ادھر حضرت صدیقیؒ بھی آبدیدہ ہوئے۔ دونوں ایک دوسرے کو جدا ہوتا دیکھ کر رورہے تھے حتیٰ کہ آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور آپ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پلیٹ فارم پر موجود مسافر حضرات آپ کو دیکھ کر حیران ہوگئے۔ کہ یہ نوجوان ایک بوڑھے شخص کے فراق میں رو رہا ہے۔ مگر وہ آپ کے دل کی کیفیت نہ جانتے تھے۔ کہ آپ کو اپنے مرشد و مربی سے کتنا والہانہ عشق ومحبت کا تعلق تھا۔

محبت شیخ کی کیفیت

ایک مرتبہ پیر غلام حبیب نقشبندیؒ خانیوال شریف کے اجتماع پر بیان فرمارہے تھے۔ عنوان تھا ''صحبت شیخ'' آپ نے قرآنی آیات واحادیث سے اس کی اہمیت ظاہر کی پھر فرمایا آج تو سالکین کے لیے پیرومرشد کی صحبت میں چند دن گزارنے مشکل ہوتے ہیں۔ جب کہ میں تو اپنے پیرومرشد کے پیچھے پالتو مینڈھے کی طرح چلتا تھا۔ یاد رہے کہ پالتو مینڈھا اپنے مالک سے اس قدر مانوس ہوتا ہے کہ مالک چلتے وقت اس کو رسی نہیں ڈالتا پھر بھی مینڈھا اپنے مالک کے پیچھے پیچھے چلتا رہتا ہے۔ (حیات حبیبؒ)

☆

شیخ کی نسبت کی وجہ سے محبت

ایک مرتبہ حضرت غلام حبیبؒ جھنگ تشریف لائے تو راقم الحروف (ذوالفقار نقشبند صاحب) نے اپنے بڑے بیٹے حبیب اللہ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے بچے سے مخاطب ہو کر کہا آیئے آیئے خواجہ صاحب احقر نے عرض کیا حضرت یہ خواجہ کیسے بنا؟ آپ نے فرمایا باپ کی نسبت کبھی بیٹے سے چلتی ہے کبھی بیٹی سے چلتی ہے۔ جیسا کہ رسولؐ کی نسبت آپ کی نور نظر سیدہ فاطمہؓ سے چلی۔ اسی لئے حضرت صدیقیؒ کا نواسہ ہونے کے ناطے اس بچے کو میں نے خواجہ صاحب کہا۔ پھر فرمایا کہ میں تو اپنے شیخ کی آئندہ نسل کا غلام ہوں۔ اس واقعے سے آپ کی محبت پیر و مرشد کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(حیات حبیبؒ)

بہترین عمل ارباب جمعیت کی صحبت

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ حدیث شریف میں جو آیا ہے۔ کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو نیکی مانگتا ہے۔ وہ اسے عطا کر دی جاتی ہے۔ اس ساعت کا تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت میسر آئے تو کیا مانگنا چاہیے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا جب میری باری آئی تو میں نے کہا ارباب جمعیت کی صحبت مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اسی بات پر تمام مشائخ نے اتفاق کیا۔ (مشائخ نقشبندیہ)

حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ کی اپنے مرشد سے محبت

حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ذوق وشوق کے غلبہ کے زمانے میں ایک مرتبہ بخارا اس نیت سے کی جا رہا تھا۔ کہ صحبت سید امیر کلالؒ سے مستفید ہوسکوں۔ جب

میں حضراتی کے مسافر خانے میں پہنچا تو حضرت خضرؑ ایک سوار کی صورت میں گلہ بانوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لیے ہوئے اور ٹوپی نمدہ کی اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور وہ لکڑی مجھے ماری ترکی زبان میں مجھے کہا کہ تو نے گھوڑوں کو دیکھا میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔

حالانکہ کئی مرتبہ انہوں نے میرا سامنا کیا اور یوں پیش آئے میں نے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔آپ خضرؑ ہیں پھر وہ سرائے قراول تک میرے پیچھے پیچھے آئے او مجھ سے فرمایا آیئے تھوڑی دیر ہم اور آپ صحبت میں رہیں میں نے ان کے اس کہنے پر توجہ نہ دی۔ جب میں حضرت سید امیر کلالؒ کی خدمت میں پہنچا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا تم راستے میں خضرؑ کی طرف ملتفت نہیں ہوئے حضرت خواجہ نے عرض کیا جی ہاں چونکہ میں آپکی طرف متوجہ تھا اس لیے ان کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ (حضرات القدس)

(بحوالہ محبت شیخ کیوں ضروری ہے)

﴿تصورِ شیخ﴾

حضرت قطب العالم الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرّہ نے اپنے خلیفہء خاص مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کولکھا: اصل خط فارسی میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر فرصت ہو تو صبح کی نماز کے بعد یا شام یا عشاء کے بعد ایک علیٰحدہ حجرہ میں بیٹھ جائے اور دل تمام خیالات سے خالی کرے اور شیخ کی طرف متوجہ ہو اور تصور کرے کہ اپنے شیخ کے سامنے بیٹھا ہوں اور فیضان الٰہی شیخ کے سینے سے میرے سینے کو آتا ہے۔ اگر دل لگی اور شوق اور ذوق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ذکر نفی اثبات متوسط جہر کے ساتھ شروع کرے۔ اور دو گھنٹے کم وبیش اس میں مشغول رہے۔

ایک دوسرے والا نامہ میں حضرت نانوتویؒ کو لکھا ہے (یہ بھی فارسی میں ہے) کہ اگر صبح یا شام کے نماز کے بعد فرصت ہو تو ایک لمحہ یا دو لمحوں کے لیے مراقبہ کرے

۔اور ایسا خیال کرے کہ میں شیخ کے سامنے بیٹھا ہوں اور مرشد کے دل سے میرے دل کو کچھ چیز آرہی ہے۔انشاء اللہ اس طرف سے (حاجی امداد اللہ صاحب) یہ احقر بھی متوجہ ہوگا۔اگر اللہ کا فضل ہوا تو فائدہ ہوگا،اطمینان رکھیں۔

تعلیم الدین،صفحہ ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ کتب فن میں اس قدر مذکور ہے کہ شیخ کی صورت اور کمالات کو زیادہ تصور کرنے سے محبت شیخ میں اضافہ ہوتا ہے۔اورنسبت قوی ہوتی ہے۔اورقوت نسبت کے ساتھ قسم قسم کے برکات حاصل ہوتے ہیں۔اور بعض محققین نے تصور شیخ میں فائدہ لکھا ہے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دفع کرنے والا ہے،اوراس کے ساتھ خطرات دفع ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہیؒ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ درپیش تھا تو کہا کہ،کہوں ،عرض ہوا کہو تو کہا کہ تین سال تک حضرت امداد اللہؒ کا چہرہ میرے دل میں ہے۔اور میں انؒ کی اجازت کے بغیر ایک کام بھی نہیں کرتا۔

پھر دوسرا جوش آیا اور کہا کہوں تو عرض ہوا کہ کہو تو کہا کہ اتنی مدت (ناقل سے مدت بھول گئی ہے) حضرت محمدؐ میرے دل یہ کہہ کر اور جوش ہوا۔فرمایا کہ اور کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے مگر فرمایا کہ رہنے دو۔اگلے دن بہت اصراروں کے بعد فرمایا کہ بھائی! پھر احسان کا مرتبہ رہا۔میں تھے۔اور میں نے کوئی بات اُن سے پوچھے بغیر نہیں کی۔اور یہ کہا اور جوش ختم ہوگیا۔

(شریعت اور طریقت کا تلازم)

سلسلہ پڑھنا دلائل کی روشنی میں

ہمارا شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فریدیہ یہ ہے۔

شجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها فى السمآء

یہ نقشہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ فریدیہ کا ہے اوراس طریق سے ان بزرگوں کو فیض و اجازت

حاصل ہوئی ہے۔ یہ ان بزرگان کا شجرہ ہے جن کا سلسلہ صحبت روحانی حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔

☆ ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد ☆ ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد ☆

☆ مولوی ہرگز نشد مولائے روم ☆ تا غلام شمس تبریزی نشد ☆

حضرت شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ مکتوب نمبر ۱۳۵ بنام حضرت شاہ ابو سعیدؒ میں شجرہ شریف پڑھنے کی تاکید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔ ''شجرہ شریف پڑھنے کے بعد اکابرین سلسلہ کے واسطہ سے قاضی الحاجات اللہ کریم کی بارگاہ میں عرض حاجات کو لازم قرار دیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے باعث ظاہری و باطنی ترقی رونما ہوتی ہے۔ان حضرات کے واسطہ سے اپنے مقاصد کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ تائید الٰہی میسر ہوگی''

مجموعہ فوائد عثمانیہ میں ہے کہ ''مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے مشائخ کرام کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے ہر روز صبح اور شام کے وقت،اس کا اولی وقت نماز تہجد سے فراغت کے بعد ہے اور اگر دو وقت مقرر کرے تو زیادہ اولیٰ ہے اس کا طریقہ یہ کہ سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے پھر کہے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب روح مقدس حضرت سید المرسلین، شفیع المذنبین محمد رسول ﷺ،ارواح عالیہ تمام انبیاء والمرسلین، ملائکہ مقربین،صحابہ وتابعین وصالحین اور خاص کر ارواح مبارکہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم العلیہ کو پہنچادے''

حضرت سیدی ومرشدی حضرت مولانا مفتی محمد فرید مجددیؒ فرماتے تھے۔کہ ''شجرات سلاسل کے ورد سے نسبت میں تقویت اور جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے اور اس کے لیے فقط شجرہ نقشبندیہ پڑھنا کافی ہے''

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔کہ تذکرہ صالحین کی طبعی اور مشاہد خاصیت یہ ہے کہ ان کی محبت بڑھتی ہے اور اس محبت سے ان کی اطاعت کی رغبت اور طاعت کی ہمت بڑھتی ہے

۔(التکشف) شجرہ شریف یہ ہے:

اللھم صل علی سیدنا و مولانا و محمد وعلی الہ واصحابه و بارك وسلم

(۱) الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید خلق اللہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(۲) الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ امیر المومنین ابی بکر الصدیقؓ

(۳) الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسیؓ

(۴) الٰہی بحرمت حضرت امام قاسمؒ

(۵) الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادقؒ

(۶) الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامیؒ

(۷) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

(۸) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانیؒ

(۹) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ

(۱۰) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ

(۱۱) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

(۱۲) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ

(۱۳) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ

(۱۴) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ

(۱۵) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بابا سماسیؒ

(۱۶) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلالؒ

(۱۷)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان سید محمد بہاء الدین بخاریؒ

(۱۸)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ

(۱۹)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ

(۲۰)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ

(۲۱)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہدؒ

(۲۲)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمدؒ

(۲۳)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی محمد امکنگیؒ

(۲۴)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ

(۲۵)الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

(۲۶)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰؒ

(۲۷)الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ محمد محسن دہلویؒ

(۲۹)الٰہی بحرمت سید السادات حضرت نور محمد بدایونیؒ

(۳۰)الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ الشہید مرزا مظہر جان جاناںؒ

(۳۱)الٰہی بحرمت حضرت مجدد ماۃ الثالث والعشر نائب خیر البشر خلیفہء خدا، مروج شریعت مصطفیٰ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

(۳۲)الٰہی بحرمت غوث زمان، قطب آوان حضرت مولانا شاہ ابو سعید احمدیؒ

(۳۳)الٰہی بحرمت غوث آوان وسیلتنا الی اللہ المجید مولانا شاہ احمد سعید احمدی مدنیؒ

(۳۴)الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حاجی دوست محمد قندھاری دامانیؒ

(۳۵)الٰہی بحرمت زبدۃ الفقہا وَالمحد ثین حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ

(۳۶)الٰہی بحرمت سید السادات حضرت محمد لعل شاہ ہمدانیؒ

☆

(۳۷)الٰہی بحرمت عمدۃ السالکین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ
(۳۸)الٰہی بحرمت قطب العالم حضرت مولانا محمد فضل علی قریشی عباسی المسکین پوریؒ
(۳۹)الٰہی بحرمت امام العلماء والصلحاء حضرت مولانا خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ
(۴۰)الٰہی بحرمت سید الأولیآء ،سند الأتقیآء ،زبدة الفقهآء ،رأس العلمآء و الفضلاء ،شيخ المشائخ زينة المحدثين ،رئيس المفتيين،قبله السالكين، امام العارفين،برهان المعرفة،شمس الحقيقة ،فريدالدهر ووحيد العصر ،مظهر فيض الله الحميدالمجيد، حضرت مولانا مفتی محمد فرید المجددی الزروبویؒ
(۴۱)الٰہی بحرمت این سلسلہ مبارکہ براحسان الکریم ملنگ نقشبندی زاداللہ رشدہ فائض کن محبت ومعرفت وجمعیت ظاہری و باطنی و عافیت دارین و بہرہ کامل از فیوض و برکات ایں بزرگان روزی ما کن۔

اللهم ارزقنی كمالاً فی مرتبة القرب والاء حسان ،و اغفرلی و ارحمنی و عافانی بحرمة هذه الشجرة المباركة من سيدنا أبی بكر ن الصديق رضی الله تعالی عنه ء الی سيدنا و مرشدنا حضرتنا و مولانا مفتی محمد فريد المجددی الزروبوی رحمة الله تعالی عليه ربنا تقبل منا ء انک أنت السميع العليم ،آمين

والحمد لله رب العٰلمين ،و صلّی الله تعالٰی علی خير خلقه سيّد نا و مولانا محمد وآله و أصحابه أجمعين۔

﴿اجازت وخلافت﴾

خلافت کیا ہے؟

مشائخ طریقت کا یہ دستور رہا ہے۔کہ بعض سالکین کو تکمیل سلوک کے بعد طریقہ آگے سکھانے کے لیے اجازت بیعت عطا کرتے ہیں۔جسے عرف عام میں ''خلافت'' کہتے ہیں۔یہ اجازت وخلافت ایسے ہی ہے جیسے مدارس سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سند فراغت عطا کی جاتی ہے۔

مدارس سے سند فراغت حاصل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب ان کو ایسا تجربہ علمی حاصل ہو چکا ہے۔کہ مزید علم کی ضرورت نہیں رہی۔ بلکہ یہ سند فراغت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔کہ وہ ایسی علمی سطح پر پہنچ چکے ہیں۔کہ وہ آگے علم پڑھا بھی سکتے ہیں۔اور درس وتدریس سے اور مزید مطالعہ سے اپنی ذاتی قابلیت میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔یہی حال اجازت وخلافت کا ہے ۔خلافت ملنے کا مطلب یہ ہے کہ موصوف باطنی طور پر ایسی سطح پر پہنچ چکے ہیں۔کہ اب وہ اپنے حلقہ احباب میں نہ صرف دوسروں کی باطنی اصلاح کا سبب بنیں گے بلکہ خود ان کی بھی ترقی اسی کام میں ہوتی جائے گی۔

خلافت کا مقصد

خلافت کا مقصد طریقہ کی نشر واشاعت ہے۔تا کہ دعوت وارشاد کے کام کو آگے بڑھایا جائے ۔اور لوگوں کو خدا سے جوڑا جائے۔اب یہ ایک بوجھ اور ذمہ داری خلیفہء مجاز پر ڈالی جاتی ہے۔کہ وہ سلسلہ کی اشاعت کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا۔اور لوگوں کی اصلاح کا سبب بنے گا۔اجازت وخلافت حاصل ہونے کے بعد جو حضرات اس کا حق ادا کرتے

ہیں۔طریقہ پر خود بھی کاربند رہتے ہیں۔اوراس کی ترویج واشاعت کرتے رہتے ہوں تواس کے ضمن میں ان کے اپنے باطنی کمالات میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اور جواس کا حق ادانہیں کرتے اوراس کوآگے تعلیم کرنے سے غفلت کرتے ہیں۔وہ رفتہ رفتہ اس کی برکات سے محروم ہو جاتے ہیں۔جیسے مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعدکوئی عالم اگر درس وتدریس میں مشغول نہ ہو جائے تو آہستہ آہستہ اس کی علمی قابلیت جاتی رہتی ہے۔اسی لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی سالانہ وصیت بسلسلہءخلفاءٔ میں یہ لکھا کرتے تھے کہ فلاں صاحب دوسرے مشغلے میں لگ گئے ہیں۔اوراس کام کوچھوڑ دیا ہے لہٰذاان کا نام اس فہرست سے خارج کرتا ہوں۔

نسبت اورخلافت میں فرق

یہ جان لینا چاہئے کہ نسبت اور خلافت میں فرق ہے۔نسبت تو تعلق مع اللہ کی ایک باطنی حالت کا نام ہےاورخلافت اس اجازت اور ذمہ داری کو کہتے ہیں۔جو شیخ کسی صاحب نسبت کوعطا کردیتا ہے۔عام طور پرلوگ اس فرق کونہیں سمجھتے۔دونوں کافرق واضح کرنے کے لیے کچھ نکات بیان کئے جاتے ہیں۔

نسبت	خلافت
نسبت ایک باطنی کیفیت کا نام ہے۔	خلافت ایک ذمہ داری کا نام ہے۔
نسبت ایک ایسی چیز ہے جو ہر شخص کو محنت اورمجاہدے سے حاصل ہوسکتی ہے۔	خلافت ایک انتظامی نوعیت کی چیز ہے جو اشارہ غیبی سے شیخ کسی کو عطا کرتا ہے۔
نسبت ایک نعمت ہے۔	خلافت ایک بوجھ ہے۔
نسبت کی تمنا کرنی چاہئے	خلافت کے ملنے سے ڈرنا چاہئے۔

☆

صاحب نسبت ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ موصوف کو ایک خصوصی تعلق مع اللہ نصیب ہے۔	صاحب اجازت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موصوف دوسروں کواس نعمت کی تعلیم دے سکتا ہے۔
یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص صاحب نسبت تو ہو صاحب خلافت نہ ہو۔	جو صاحب خلافت ہوتا ہے اس کے لیے صاحب نسبت ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اجازت دینے میں مشائخ کا معمول

اجازت دینے میں مشائخ کا طریقہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ سالک کو کچھ عرصہ اپنے پاس رکھ کر محنت مجاہدہ کرواتے ہیں۔اور باطنی توجہ دیتے ہیں۔ جب وہ اپنی فراست سے دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے قلب اور نفس کی اصلاح ہو چکی ہے۔اور وہ اس اہل ہے کہ دعوت وارشاد کا کام کر سکے تو پھر اسے خلافت دے دیتے ہیں۔ تاہم بعض حضرات کے ہاں تسہیل پائی جاتی ہے۔یعنی وہ تھوڑی ہی محنت کے بعد اجازت دے دیتے ہیں جیسے۔حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاں خلافت جلد دے دی جاتی تھی۔اور بعض حضرات کے ہاں سختی پائی جاتی ہے۔ جیسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بہت محنت اور مجاہدہ کرواتے تھے۔حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ہاں بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ کے بعض خدام انکی وفات کے بعد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں حضرت کی طرف سے اجازت بیعت دے دی گئی ہے۔تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھئی میرے ہاں تو ابھی کچھ کام کرنا پڑے گا۔کسی کو اجازت وخلافت دینے میں جو بھی کوئی

حکمتیں ہوتی ہیں۔وہ مشائخ ہی بہتر جانتے ہیں۔کہ کسی کی باطنی حالت کیا ہےاوراس سے کب ،کہاں اور کیسے دین کا کام کروانا ہے۔اس ضمن میں کبھی تو ان کو کشفی یا وجدانی طور پر اشارے ہو جاتے ہیں۔اور کبھی وہ اپنے دوسرے خلفاء سے بھی مشورہ کرلیا کرتے ہیں۔

کسی کواس فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ فلاں کواجازت کیوں ملی ہے۔تاہم ایک بات پکی ہے کہ جوکوئی بھی نیک نیتی سے مشائخ کی خدمت میں رہتا ہےاوراپنی اصلاح کی ہرممکن کوشش کرتا ہے۔توجب اللہ کے ہاں اس کی قبولیت ہوجاتی ہے۔تواس سے دین کا کام لینے کے لیے شیخ کے دل میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ اسے خلافت دی جائے۔جب مشائخ اپنی باطنی فراست سے اس امرکو جان لیتے ہیں۔تو پھر وہ خلافت دینے سے رک نہیں سکتے۔یہ نہیں ہوتا کہ اپنی مرضی سے خلافتیں بانٹتے پھر تے ہیں۔بلکہ یہ ایک امانت اور بوجھ ہوتا ہے۔جوانہوں نے آگے پہنچانا ہوتا ہے۔اور جب انہیں اس کا اہل کوئی بندہ نظر آجاتا ہےتو پھر وہ اس امانت کواس کے سپرد کردیا کرتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔(ان اللہ یامرکم ان تو دوا الامانات الیٰ اھلھا)(النساء:۵۸) اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کوان کے اہل کیے سپرد کردو۔

ایک مرتبہ ایک عالم اس عاجز سے بیعت ہوئے۔نیکی اورتقویٰ کا نوران کے چہرے سے عیاں تھا۔ان کواسباق ومعمولات بتادیئے دوسال کے بعدان کی باطنی کیفیات کودیکھتے ہوئے جی چاہتا تھا کہ ان کو کچھ دن اپنے پاس رکھوں اورسلوک کی تکمیل کروادوں لیکن درس وتدریس کی مشغولیت انکے لیے رکاوٹ تھی۔عاجز کے دل میں یہ بات آرہی تھی کہ ان کوخلافت دینی چاہئے لیکن چونکہ ان کوصحبت کم ملی تھی۔اس لیے عاجز ذرا تامل کررہا تھا۔ایک دن دوپہرکوقیلولہ کی نیت سے سویا تو حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیت ہوئی اورآپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نسبت کی سلامتی چاہتے ہوتوانہیں اجازت دے دو۔اب عاجز کیا بتائے کہ پھر مغرب کی نماز تک کا

وقت بھی بڑی مشکل سے گزارا اور نماز کے بعد انہیں اجازت وخلافت دے کے رخصت کیا۔

اجازت کی دو قسمیں

بعض مشائخ کے ہاں اجازت بھی دو طریق پر ہوتی ہے۔ایک قسم تو وہ ہے۔کہ با قاعدہ خلافت دے کر آگے بیعت کرنے کی اجازت دے دی کہ ان کو ''مجاز بیعت'' کہا جاتا ہے۔اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی کو یہ اجازت دے دی کہ اللہ کا نام لوگوں کو بتا دیا کرو یا ذکر کا حلقہ لگا لیا کرو ان کو ''مجاز صحبت'' کہتے ہیں ۔ یہ دوسری قسم کی اجازت اول درجے کی نہیں ہے۔یعنی با قاعدہ خلافت نہیں ہے ۔ لہٰذا اس بات کو خوب ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے ۔ چنانچہ حضرت مہاجر مکیؒ کا یہ قول ہے۔کہ میرے خلفاء دو قسم کے ہیں ۔ایک وہ جنہیں میں نے از خو خلافت د درخواست دی ہے۔ وہی اصل خلفاء ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے درخواست کی کہ اللہ کا نام بتا دیا کروں میں نے کہا بتا دیا کرو، یہ اجازت پہلے درجے کی نہیں ہے'' حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاں مجازین کے با قاعدہ دو طبقے تھے۔ایک مجازین بالبیعت اور دوسرے مجازین بالصحبت ۔ دونوں کا درجہ مختلف ہوتا تھا۔

علمائے کرام اور خلافت

نسبت کے نور کا علم دین سے ایک خاص تعلق ہے۔علماء حضرات کے سینے نسبت کا نور حاصل کرنے کے لیے بہت زرخیز ہوتے ہیں ۔ کیونکہ انہوں نے تحصیل علم کی راہ میں جو محنت مجاہدہ کیا ہوتا ہے۔وہ اس کے حصول میں معاون بن جاتا ہے۔ لہٰذا جس بندے نے بھی نیک نیتی سے دینی علوم کو حاصل کیا ہوتا ہے۔ وہ عوام الناس کی نسبت جلدی اس نعمت کو حاصل کر لیتا ہے۔علماء حضرات علم تو حاصل کر لیتے ہیں۔لیکن اس علم کا نور اور اس کی حقیقت ان کو تبھی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب وہ کسی صاحب نسبت کی خدمت میں رہ کر اس کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیں۔علم

شریعت ایک رنگ ہے علماء کرام رنگ فروش ہیں اور مشائخ عظام رنگریز ہیں۔ جو شریعت کا رنگ بندے پر چڑھا دیتے ہیں۔ کسی عالم دین کا کسی اللہ والے کے پاس آنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے چراغ میں تیل اور بتی لے کر آئے اب شیخ نے اس کو صرف دیا سلائی ہی دکھانی ہوتی ہے چراغ جل جاتا ہے۔

علماء حضرات اس راستے کے ادب آداب کے ساتھ شیخ کی خدمت میں وقت گزاریں اور تھوڑی سی توجہ فرمائیں تو اس نسبت کو جلدی پا لیتے ہیں۔ ان کی حیثیت نور علیٰ نور کی سی ہوتی ہے کہ ایک تو علم کا نور اور دوسرا نسبت کا نور۔ یہی وجہ ہے علماء کرام کو خلافت کا اہل جانتے ہوئے جلد خلافت دے دی جاتی ہے کہ ایسے حضرات معاشرے میں مقتدا بننے کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس عوام الناس میں سے کوئی نسبت کا نور حاصل کرنا چاہے تو اس کو محنت اور مجاہدہ زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ اس راہ میں زیادہ وقت لگانا پڑتا ہے۔ لیکن جب نسبت کی نعمت حاصل کر لیتا ہے تو اب وہ بھی خالی نہیں رہتا۔ اس کی بصیرت شریعت کے موافق ہو جاتی ہے۔ عام طور پر یہ حضرات اگر ذرا توجہ کریں۔ تو دینی علوم کو جلدی سمجھ لیتے ہیں۔ اور جلدی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بعض تو ایسے کامل ہوتے ہیں۔ کہ ان کو علم لدنی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم شریعت اور علم حقیقت کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکابر علمائے دیوبند جب سند فراغت حاصل کر لیتے تھے۔ تو اس کے بعد ان کے لیے یہ ضروری ہوتا تھا کہ کسی صاحب نسبت بزرگ کے پاس رہ کر اپنی اصلاح کروائیں۔ بلکہ پچاس سال پہلے تک تو یہ معمول رہا کہ اس وقت تک ان کو دستار فضیلت نہیں باندھی جاتی تھی جب تک وہ علوم ظاہرہ سے فراغت کے بعد کسی اللہ والے کے پاس رہ کر باطنی نعمت نہ حاصل کر لیتے۔ پچاس سال بعد جب دیکھا گیا کہ اب حالات ایسے نہیں ہیں کہ طلباء زیادہ وقت دے پائیں گے تو پھر ان کو دستار فضیلت اس شرط کے ساتھ باندھ دی جاتی تھی کہ وہ اپنے مقام پر

کسی اللہ والے سے یہ نعمت حاصل کریں گے۔

دین کی تبلیغ

محمد بن قاسمؒ اور فکر امت

محمد بن قاسمؒ کی محنت سے سندھ اور پنجاب میں اسلام آیا یہ اللہ کا بندہ اس نے اتنی بڑی قربانی دین اسلام کو زندہ کرنے کے لئے دی جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔آپ کے بارے میں بندہ نے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب سے سنا کہ آپ کی جب شادی ہوئی۔تو شادی کے بعد صرف ۴ ماہ اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکے۔پھر اللہ کے راستے میں نکلنے کا وقت آیا تو اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائے بلکہ بڑھائے اور پھر سوا دو سال تک اللہ کے راستہ میں رہ کر شہید ہو گئے۔

اولیاء اللہ کی فکر امت

حضرت گنج شکرؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کا کیؒ، حضرت علاؤ الدین کلیریؒ، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ ،حضرت خواجہ گیسودرازؒ، حضرت بہاء الدین زکریاؒ، حضرت شاہ رکن عالم، وغیرہ وغیرہ تمام حضرات اپنے گھر اور وطن چھوڑ کر اس علاقہ میں کس غرض سے آئے؟ کیا مال و دولت اور حکومت کے حصول کے لیے آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ حضرات صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے تشریف لائے تھے۔ان کا مقصد وہی تھا جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا۔ ہمارے ملک میں موجود مسلمانوں کی تعداد اور کثرت انہی حضرات کی تبلیغ کا ثمرہ ہے۔ان بزرگوں نے اتباع سنت میں فقیرانہ زندگی گزاری مجاہدے کئے سختی اور تکالیف میں گزربسر کی، لیکن فرض کی ادائیگی کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیض کو جاری رکھے۔(امین)

☆

امام احمد بن حنبلؒ اور فکر امت

☆امام احمد بن حنبلؒ کے ہاتھوں ہزاروں آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔آپ کے جنازے میں ۲۵ لاکھ آدمی شریک ہوئے۔اور ۲۵ ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

☆ابن جوزیؒ کے بھی صرف ایک بیان میں ہزاروں آدمی تائب ہوتے اور آپ کے ہاتھوں ۲۲ ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

☆حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے فرمایا شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کے ہاتھ پر ۸۰ ہزار آدمی ایمان لائے۔

ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا

معزز حضرات! جس طرح اسلام وسط ایشیاء وغیر میں اپنی حقانیت اور علماء وصلحاء کی مساعی کی بناء پر پھیلا۔اسی طرح ہندوستان میں بھی اسلام اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبول عام ہوا۔ ۳۹۵ھ میں سید اسماعیل لاہوری بخارا سے تشریف لائے آپ علوم ظاہری اور باطنی، علم فقہ وتفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے۔سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے۔آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے آپ کا بیان اس قدر مؤثر ہوتا تھا کہ ہر روز سینکڑوں آدمی مشرف بہ سلام ہوتے تھے۔جب یہ پہلے لاہور میں تشریف لائے۔ اور پہلے جمعہ کو آپ نے ممبر پر بیان کیا ہے تو دوسو پچاس آدمی مشرف بہ سلام ہوئے۔دوسرے جمعہ کو پانچ سو آدمی مشرف بہ سلام ہوئے۔تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار ومشرکین زمرہ اہل توحید میں داخل ہوئے۔اس طرح آپکے ذریعے کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔آپکی وفات ۴۴۵ھ میں لاہور میں واقع ہوئی۔

☆شیخ احمد سرھندیؒ کے دست مبارک پر ۹ لاکھ آدمیوں نے توبہ کی اور بیعت کا شرف

حاصل کیا۔اور آپ نے مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دینے ،لوگوں کو راہ حق دکھانے اور ان کی دینی تربیت کے لیے نو ہزار افراد کو خلافت سے سرفراز کیا۔

☆ خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ سیف الدین سرہندیؒ کے دستر خوان پر چودہ سو (۱۴۰۰) افراد کھانا کھاتے تھے۔اور کھانے اس کثرت سے ہوتے تھے کہ انہیں کھانے کی پسند کا اختیار حاصل تھا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنے چند مریدین کے ساتھ عراق کے کردستانی علاقہ میں تبلیغ کے لیے گئے ۔یہ پوری بستی کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی اور ان کا مذہب عیسائی تھا۔اسلام کا پیغام آنے کے باوجود وہ لوگ عیسائیت پر قائم تھے۔آپ نے وہاں جا کر ان کے بڑے بڑے سرداروں کو دعوت اسلام دی۔آپؒ کی دعوت اور کچھ کرامات کو دیکھنے کے بعد ساری بستی اسلام میں داخل ہوگئی۔

☆ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ہاتھوں ہزاروں مشرک مسلمان ہوئے۔اور تائب شرک ہوئے۔ایک اور قول کے مطابق ۹۹ لاکھ آدمی مسلمان ہوئے۔

سفیان ثوریؒ اور فکر امت

میرے دوستوں! دین کی محنت کے لیے گھر چھوڑنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔سفیان ثوریؒ نے ایک موقع پر اپنی والدہ سے فرمایا۔میری ماں! تو مجھے اللہ کے دین کے لیے وقف کر دے ۔قربان جائیں ان ماؤں پر، کہنے لگی بیٹا جا میں نے تجھے اللہ کے دین (کو سیکھنے اور پھیلانے) کے کیے وقف کر دیا۔آپؒ گھر سے نکلے اور پھر ۱۹ برس کے بعد واپس آئے۔کتنے سال ۱۹ سال، پھر اس قربانی پر اپنے وقت کے امام بنے۔

ایک موقع پر وقت کا بادشاہ خلیفہ ابو جعفر آپ سے ناراض ہو گیا اس وقت وہ حج پر جا رہا تھا۔اس نے حکم دیا کہ میرے آنے تک سفیان کو سولی پر لٹکا دینا۔اب یہ سفیان ثوریؒ حرم میں لیٹے

ہوئے تھے۔ اتنے میں سفیان ابن عیینہ دوڑے دوڑے آئے اور کہا سفیان بھاگ جا ابوجعفر منصور خلیفہ نے تمہاری گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے ہیں۔ سفیانؒ نے کہا اچھا پھر وہاں سے اٹھے اور سیدھے بیت اللہ کے پردے پر آئے اور کہا اے اللہ! اگر تو نے ابوجعفر کو مکے میں آنے دیا تو تجھ سے دوستی توڑ دوں گا۔ لو بھئی بتاؤ مخلوق خالق سے کہ آپ سے دوستی توڑ دونگا تو اللہ سے ایسا مضبوط تعلق تھا۔ ادھر اللہ نے جعفر کو مکہ تو چھوڑ و حرم کی حدود میں بھی داخل نہ ہونے دیا اور روح قبض کر و ادی۔

یہ واقعہ تو ضمناً سنا دیا، خیر سفیان ثوریؒ ۱۹ برس بعد گھر آئے اور شام کا وقت تھا دروازے پر دستک دی ماں نے پوچھا کون؟ کہا آپ کا بیٹا سفیان، واہ واہ مائیں بھی کیسی تھیں۔ جنہوں نے ایسے لال جنے۔ وہ کہنے لگی بیٹا جو چیز دے دی جاتی ہے اس کا واپس لینا بڑی بے غیرتی ہے میں تو تجھے اللہ کو دے چکی ہوں۔ اب قیامت کے وقت میں ملیں گے۔ چنانچہ آپ وہیں سے واپس چلے۔ اور مرتے دم تک دین کی خدمت کرتے رہے۔ میرے بھائیو! دین کے لیے دردر پھرنا یہ کوئی نئی بات نہیں، ہم تو پرانا سبق دہرا رہے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ محمد مخدومؒ شہر شاہ نے سولاکھ کے قریب غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

☆ حضرت مدنیؒ اور فکر امت

شاہ جہان پور میں حضرت مولانا مدنیؒ کی ایک تقریر سے مخالفین بے حد مشتعل ہوگئے۔ اور انہوں نے چیلنج کیا کہ، اگر آئندہ بھی ایسی تقریر کی گئی تو آپ کفن اپنے ساتھ لائیں۔ اسی جلسہ میں حضرت مدنیؒ نے اعلان فرمایا کہ دوسرے جمعے کو اسی جگہ پھر تقریر ہوگی۔ حضرت جب گاڑی سے اترے تو بغل میں کپڑے کی ایک گٹھڑی دبی ہوئی تھی۔ اور اسی شان سے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ گٹھڑی کھول کر دکھلائی کہ میں کفن اپنے ساتھ لایا ہوں۔

☆

پھر سابقہ تقریر سے زیادہ زوردار تقریر فرمائی۔اعلاء کلمۃ اللہ میں اس ہمت و جرأت کا یہ اثر ہوا کہ مخالفین کی اکثریت بدعت سے تائب ، معافی کی خواستگار ہوئی اور داخل سلسلہ ہوگئی۔میرے دوستو! یہ امت کا درد ہی تو تھا کہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر لوگوں کی ہدایت کے لیے آپؒ اس جلسہ میں پہنچے۔

دہلی میں ایک بزرگ تھے انہوں نے ایک صاحب کو اپنے پاس رکھ کر تربیت کی، ذکر و شغل کی تعلیم دی جب دیکھا کہ پختہ ہوگئے تو ان کو کہا کہ ملتان جاؤ۔دین کی تبلیغ کرنے کے لیے وہ چلے گئے۔ان کی جوانی کا جوش، گرم خون، طبیعت میں بڑا ولولہ۔چلتے چلتے پانی پت پہنچے۔

پانی پت میں ایک جوگی تھا۔آس پاس کوئی مسلمان گزرتا تو اس کے اوپر حملہ کرتا۔قلب پر حملہ کرتا، ایمان پر حملہ کرتا اور بہت صاحب تصرف تھا جب یہ پانی پت کے قریب پہنچے۔جوگی کو پتہ چلا تو اس نے پہلے وہیں سے زور لگایا، مگر وہ کامیاب نہیں ہوا۔پھر آیا اور آ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔پوچھا تو کون ہے؟ کہاں جاتا ہے؟ انہوں نے کہا، میں مسلمان ہوں ، میں ملتان جارہا ہوں ، میں کہتا ہوں، لا الہ الا اللہ یہ کہہ کر جوگی کے قلب پر ضرب لگائی۔

ایک یہی ضرب لگی تھی کہ وہ باولہ ہوگیا۔دماغ خراب ہوگیا۔بھاگا وہاں سے، جو شخص ملتا اس کو کہتا کہ دیکھو ادھر مت جانا ادھر مت جانا ادھر ایک مسلمان ملتان جارہا ہے۔وہ کہتا ہے۔لا الہ الا اللہ وہ یہ کہتا ہے اسکی مت سننا۔تو جو آیا تھا ان کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے ایمان چھیننے کے لیے انہوں نے اسی کو آلہ کار بنایا۔اسی کے ذریعے سے کلمہ پھیلایا۔

ادھر ان صاحب کے شیخ جو دہلی میں تھے۔ان کو اس کا ادراک ہوا کہ راستہ میں ایسا ہورہا ہے۔ان کو اس سے گرانی ہوئی۔گرانی ہوئی تو ادھر سے ان کو (مرید کو) اس کا احساس ہوا۔کہ پاور ہاؤس سے کرنٹ نہیں آرہا ہے۔جیسے کرنٹ آتا ہے اس سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔اب وہ کرنٹ نہیں آرہا ہے۔بجائے آگے کے پیچھے لوٹے ،ان کے شیخ نے ڈانٹا کہ تم کو ملتان تبلیغ کرنے کے

☆

لیے بھیجا تھا راستہ کی تبلیغ کے لیے تو نہیں بھیجا تھا۔ پھر ایک چلہ اور کرایا اس کے بعد تاکید کر کے بھیجا کہ تبلیغ کے لیے ملتان جاؤ۔ وہ ملتان گئے، وہاں اسی ہزار آدمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

☆ حضرت حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے۔ اور یہ سب دعوت وتبلیغ کا ثمرہ ہے۔

☆ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو امت کا بڑا درد تھا ایک موقع پر ایک سکھ کو دیکھا تو فرمایا کہ ہائے افسوس کیا یہ خوبصورت چہرہ جہنم کی آگ میں جلے گا، انہوں نے یہ بات اس درد سے کی جیسے اس کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھ رہے ہوں۔ بس یہ کہنا تھا وہ نوجوان دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا، مولانا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت شاہ اسماعیلؒ اور فکر امت

حضرت دین پوریؒ نے ایک مجلس میں حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے درد امت و فکر امت وغم امت پر ایک واقعہ سنایا کہ شاہ اسماعیلؒ حدیث پڑھا رہے تھے۔ کہ دو عورتیں کہ جن کی حالت یہ تھی کہ آدھے کپڑے تھے۔ اور آدھی ننگی تھیں، یہ میں نے تاریخ پڑھی ہے، اور سکھ ان کو چابک مار رہے تھے۔ اور حضور ﷺ کو بھی گالیاں دے رہے تھے۔

دو آدمی پاس سے گزر رہے تھے انہوں نے عورتوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگیں ۔ہم مسلمان ہیں کہنے لگیں کہ مولوی اسماعیل وعظ کرتا ہے۔ یہاں دہلی کی مسجد میں پڑھاتا ہے۔ اس کو جا کر کہنا ادھر تم حدیث پڑھا رہے ہو، ادھر محمد ﷺ کی کلمہ خوانوں کی عزت لوٹی جا رہی ہے۔ سکھ دن کو ہم سے سور چراتے ہیں۔ اور رات کو ہم سے زنا کرتے ہیں۔

تم نے ''بخاری'' پڑھی ہے۔ کتاب الجہاد نہیں پڑھا؟ تم محمد ﷺ کو جا کر کیا چہرہ دکھاؤ گے۔ ان عورتوں میں کچھ سیدزادیاں بھی تھیں۔ کہنے لگیں۔ مولوی اسمٰعیل سے کہنا آج محمد ﷺ کے خاندان کی عزت لوٹی جا رہی ہے۔

☆

اسمٰعیل شہیدؒ نے وہیں ''بخاری شریف'' بند کردی، روتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے بخاری پھر پڑھاؤں گا، پہلے عمل کروں گا۔ رات کو چھ چھ میل تیرتے تھے، دہلی کی جامع مسجد میں چار چار گھنٹے پیدل چلتے تھے، آٹھ آٹھ میل دوڑتے تھے، گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر گھوڑے دوڑاتے تھے۔ کہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کل زین نہ ملے اور میں گھوڑے پر سوار نہ ہوسکوں۔ جوتی نہ ملے اور میں چل نہ سکوں، کشتی نہ ملے اور میں تیر نہ سکوں۔ فرماتے تھے پہلے میں ذرا ورزش کرلوں تا کہ مقابلہ کرتے وقت اگر کوئی چیز نہ ملے تو میں تنگ نہ ہوں۔ بلکہ خدا کے سہارے پر پہلے پریکٹس موجود ہو۔

فاحشہ عورتوں کو تبلیغ

یہ بھی مولانا کا ہی ذکر ہے کہ فاحشہ عورتوں کو جو مسلمان ہیں کوئی تبلیغ نہیں کرتا ان بے چاریوں کو کہیں موقع نہیں ملتا چنانچہ طوائفوں کی مشہور سردار (جہاں مہینہ میں ایک بار ساری طوائفیں جمع ہوتی تھیں) اس کا موتی نام تھا، دہلی کی بڑی فاحشہ تھی۔

آپ پہنچ گئے دروازہ پر گئے فقیروں کی طرح صدا لگائی اندر سے کوئی لڑکی آئی کچھ دیا آپ نے واپس کر دیا کہ فقیر اپنی صدا سنائے گا بعد میں بھیک لے گا باندی نے جا کر یہی کہا، اس نے کہا جاؤ کون ہے وہاں سے بھگا دو اس کو کہو کہ بھیک لے اور جائے۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ اس نے جا کر کہہ دیا۔ رنڈی نے کہا کہ اچھا بلا لے۔ وہ بلا کرے گئی۔ مولانا جا کر صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے سورۂ والتین پڑھی اور تفسیر کی اس کے آگے کچھ نہیں کہا فرمایا:

اللہ پاک نے انسان کو حسین ترین بنایا پھر اگر اس نے ہمارے احکام کی اتباع نہ کی تو اس کی سزا یہ ہے کہ پھر اس کو اسفل السافلین کر کے رکھ دیا۔ بس یہ انجام ہوا کہ جس کے ہاتھ میں طبلہ تھا طبلہ پھینک دیا، سارنگی پھینک دی، دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ سینکڑوں کی تعداد میں اس پیشہ سے توبہ کی متقی ہوگئے۔ جو آدمی اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ اللہ پاک اس کو بہت

اونچا مقام دیتے ہیں۔ بخلاف اس کے جو گناہ کو ہلکا سمجھیں اور کبر میں مبتلا ہوں ان کو یا تو توبہ کی تو فیق نہیں ہوتی یا پھر سطحی دل سے توبہ کے الفاظ منہ سے نکال دیتے ہیں۔ غرض اس محفل میں جتنے تھے سارے تائب ہو گئے اللہ نے ان کو ایمان کی دولت دیناتھی مل گئی۔

حضرت مولانا الیاسؒ اور فکرامت

اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاسؒ کے ذریعہ ۱۰۰۰ (ایک ہزار) سال سے زیادہ طویل مدت گزرنے کے بعد اجتماعی طور پر اس دعوت والے کام کو شروع کرایا۔ اس کے شواہد صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ہارون رشید کے دور تک ملتے ہیں۔ اس کے بعد انفرادی طور پر اولیاء اللہ آتے رہے اور دین کی خدمت کرتے رہے۔ مولانا کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ پہلے پہل مولانا نے دین کی تڑپ کی وجہ سے مدرسہ کی بنیاد ڈالی وہاں یہ نتیجہ نکلا، کہ بعد میں حفاظ بھی ڈاڑھیاں منڈاتے۔ اس واقعہ سے مولانا کے سینے میں جوامت کا درد وغم تھا وہ اور بڑھ گیا۔ پھر مولانا نے خانقاہ کھولی لیکن، اس سے ایک مخصوص طبقہ فیضیاب ہوا۔

☆ دوسرا واقعہ:

مولانا مستقل اس فکر میں لگے رہے کہ کسی طرح سارے جہان میں دین اسلام کا بول بالا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کو مولانا الیاس کی یہ فکر پسند آئی۔ چنانچہ جب آپ مدینہ پہنچے تو خواب میں دوران دعا آپ سے کہا گیا کہ اے مولوی الیاس ہم تم سے (دین کا) کام لیں گے۔ چنانچہ مولانا بڑے بڑے مفتیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا جب آپ سے کہا گیا ہے کہ ہم آپ سے کام لیں گے، تو کہنے والا خود لے لے گا۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ کے ذریعے اللہ نے جماعتوں کا صحابہ کی طرح دردر پھرنے کی سنت دوبارہ جاری کروائی۔

☆

تبلیغی کام کے لیے مولانا الیاسؒ کا استخارہ

☆ **تیسرا واقعہ:** مولانا الیاسؒ نے جو کام شروع کیا، یہ شروع کرنے سے قبل استخارہ بتولؓ کے حجرے میں کیا۔ یہ بات مجھے رائے ونڈ سے معلوم ہوئی۔

تین دن تک حجرۂ بتولؓ میں رہے، وہیں سوکر رورو کر دعائیں کیں۔ حضورﷺ کی زیارت ہوئی۔ آقاؐ نے فرمایا الیاس جا کر میواتیوں میں اور غریبوں کی کنڈی کھٹکھٹا کر کام کر۔ انشاء اللہ پوری امت اس کام میں لگ جائے گی۔ الیاس تیری یہ سنت، تیرا یہ طریقہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جاری ہے یا نہیں؟ (ہے) (خطبات دین پوریؒ)

☆ **چوتھا واقعہ:**

مولانا الیاسؒ نے فرمایا میں نے شروع میں مدرسہ پڑھایا (یعنی مدرسہ میں درس دیا) تو طلباء کا ہجوم ہوا اچھے اچھے صاحب استعداد طلباء کثرت سے آنے لگے۔ میں نے سوچا کہ ان کے ساتھ میری محنت کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا۔ کہ جو لوگ عالم بننے ہی کے لیے مدرسوں میں آتے ہیں مجھ سے پڑھنے کے بعد بھی وہ عالم مولوی ہی بن جائیں گے۔ اور پھر ان کے مشاغل بھی وہی ہوں گے۔ جو آج کل عام طور سے اختیار کئے جاتے ہیں۔ کوئی طب پڑھ کر مطب کرے گا، کوئی یونیورسٹی کا امتحان دے کر اسکول کالج میں نوکری کرے گا۔ کوئی مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھاتا ہی رہے گا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر مدرسہ میں پڑھانے سے میرا دل ہٹ گیا۔

اس کے بعد ایک وقت آیا جب میرے حضرت نے مجھ کو اجازت دیدی تھی تو میں نے طالبین کو ذکر کی تلقین شروع کی، اور ادھر میری توجہ زیادہ ہوئی۔ اللہ کا کرنا، آنے والوں پر اتنی جلدی کیفیات اور احوال کا ورود شروع ہوا۔ اور اتنی تیزی سے حالات میں ترقی ہوئی کہ خود مجھے حیرت ہوئی اور میں سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور اس کام میں لگے رہنے کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ زیادہ سے زیادہ یہی کہ

کچھ صاحب احوال اور ذاکر اور شاغل لوگ پیدا ہو جائیں۔

پھر لوگوں میں ان کی شہرت ہو جائے تو کوئی مقدمہ جیتنے کی دعا کے لیے آئے۔ کوئی اولاد کے لیے تعویذ کی درخواست کرے، کوئی تجارت اور کاروبار میں ترقی کی دعا کرائے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ ان کے ذریعہ بھی آگے کو چند طالبین میں ذکر و تلقین کا سلسلہ چلے۔ یہ سوچ کر ادھر سے بھی میری توجہ ہٹ گئی۔ اور میں نے یہ طے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی جو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ان کو اسی کام میں لگایا جائے۔ جس میں حضور ﷺ نے اپنی قوتیں۔ صرف فرمائیں۔ اور وہ کام ہے اللہ کے بندوں کو اور خاص کر غافلوں اور بے طلبوں کو اللہ کی طرف لانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔ بس یہی ہماری تحریک ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں۔ یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنا زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنا زیادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں، بلکہ ہر مسلمان مدرسہ اور خانقاہ ہو جائے۔

حضرت مولانا الیاسؒ کے سینے میں امت کا کتنا درد غم تھا اس سے متعلق چند عرض خدمت ہیں۔

☆ پانچواں واقعہ

حضرت مولانا الیاس کا قد ۵ فٹ اور ۱۲ انچ تھا۔ زبان میں لکنت تھی، اور وزن ۳۰ کلو تھا۔ حتیٰ کہ امت کے فکر میں گھلتے گھلتے آپ کے جسم کی کھال ہڈیوں سے لگ گئی تھی۔ آپ کے بارے میں یہ سنا کہ آپؒ تنہائیوں میں کثرت سے روتے تھے۔ امت کے لیے دعائیں کرتے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا کوئی کہتا ہے کہ میرے ذمے دوکانداری ہے کوئی کہتا ہے کہ میرے ذمہ کھیتی باڑی ہے۔ پھر اگر لوگ یوں ہی کہتے اور کرتے رہے تو اس دین کی محنت کو کون کرے گا؟ (کون مقصد نبوی میں اپنی جان کھپائے گا) اس پر ایک اللہ والے کا ملفوظ یاد آ گیا۔ کہ فرماتے تھے آج ہم نے تمام انبیاء کے کام کو فٹبال سمجھ رکھا ہے۔ ہر

کوئی اسے دوسرے کے ذمہ لگاتا ہے۔

☆چھٹا واقعہ

ایک مرتبہ رات کو آپ کو امت کے غم کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی۔آپکی بیوی نے پوچھا آپ بار بار کروٹ کیوں بدل رہے ہیں۔تو فرمایا اگر میں نے تجھے بتلا دیا تو جاگنے والے دو ہو جائیں گے۔

☆ساتواں واقعہ

ایک موقع پر آپ نے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر آپ نے کافروں کے لیے جہنمکو طے کر دیا ہے۔تو اے اللہ جہاں یہ بات لکھی ہے اسے مٹا دیجئے۔

☆آٹھواں واقعہ

مولانا الیاسؒ ایک موقع پر سینما کے قریب سے گزرے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ جو ٹکٹ لینے والوں کی لائن لگی ہوئی ہے۔ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا یہ لوگ تو بڑے ایمان والے ہیں۔اور ہم سے اچھے ہیں۔(یہ مولانا کا حسن ظن تھا کہ ہم سے اچھے ہیں) کہا حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟ ارشاد فرمایا ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ فلاں مسجد میں ہندوؤں نے حملہ کر دیا ہے۔تو ان میں سے ایک بھی یہاں نظر نہیں آئے گا اتنا تو ایمان ان مو جود ہے۔میرے دوستو! حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے۔بقول ایک اللہ والے کے ’’مسلمان کی مثال ایسے ہیرے کی ہے۔کہ اس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہو، جب اس کو صاف کیا جائے تو ہیرا چمک اٹھتا ہے۔مسلمان کی مثال ایسے ہی ہے۔آج ہمارے دل میں دنیا کی محبت اور غیر اللہ سے ہونے کے یقین کی ایسی تہہ جمی ہوئی ہے۔کہ اس کی وجہ سے مسلمان آج تک چمک نہیں رہے۔تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔کہ مسلمان بھی چمک سکتا ہے اور اس چمکنے کا ذریعہ دعوت وتبلیغ اور خانقاہ اور

نیک صحبت ہے۔

☆ ایک موقع پر فرمایا کہ تبلیغ میں لاکھوں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ اصل میں وہ لگا ہوا ہے جسے لگی ہوئی ہے اور لگی ہوئی اسکو ہے جو لوگوں کو لگانے میں لگا ہوا ہے۔ اور لوگوں کو لگانے میں وہ شخص لگا ہوا ہے جس کو حضورؐ والا غم نصیب ہو جائے۔ اور یہ غم اسے نصیب ہوتا ہے۔ جو قربانی کے درجوں میں آگے سے آگے بڑھتا ہے۔

☆ مولانا پر ایک دن ایسا بھی آیا کہ اہل علم کہنے لگے کہ مولانا نے علم کو ذلیل کر دیا۔ اس وقت مولانا الیاسؒ نے فرمایا کہ ہائے میرا حبیبؐ تو ابو جہل کے پاس بار بار جا کر دعوت دیتا تھا۔ پھر میں مسلمانوں کی منت کر کے کیسے ذلیل ہو سکتا ہوں۔

احقر موئف عرض کرتا ہے آج امت دین اور اہل علم سے اس وجہ سے دور ہے۔ کہ انہوں نے در در پھرنے والی سنت کو چھوڑ دیا اور خود کنواں بن کر بیٹھ گئے۔ یعنی جو دین کی بات پوچھنے آتا ہے تو اسے بتا دیتے ہیں۔ مگر بادل کی طرح خود نہیں برستے کنوئیں کی طرح ایک جگہ رہتے ہیں۔ اس لیے احقر موئف عرض کرتا ہے کہ جس عالم کے اندر یہ پانچ (۵) صفات ہوگی وہ اپنا محلّہ نہیں اپنا شہر نہیں اپنا ملک نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مگر شرط خود چل کر جانے کی ہے۔ اور آج اکثر اہل علم ہر روز درس دیتے ہیں۔ اور ہر جمعے بیان کرتے ہیں۔ لیکن مجمع کا حال جو ۴۰ سال پہلے تھا وہی ۴۰ سال کے بعد ہوتا ہے۔ ۴۰ سال پہلے ڈاڑھی نہیں اور اب بھی نہیں ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف ان پانچ صفات میں کمزوری ہے۔ اللہ کے لیے تمام اہل علم اور خطیب حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے اندر درج ذیل پانچ صفات کو پیدا فرمائیں۔ (۱) سنت کا اہتمام (۲) تقویٰ کا التزام (۳) مطالعہ کتب کا اہتمام (۴) فارغ اوقات میں آپؐ کی طرح لوگوں کے پاس چل کر جانا اور ان سے دین کی بات کرنا (۵) محبت اہل اللہ اور نہ تو بندہ نے اکثر یہی دیکھا ہے کہ خطیب حضرات اسلامی مہینوں کی خصوصیات پر یعنی خاص دن

یارات کی فضلیت ہی کا بیان کرتے ہیں۔ یا پھر انبیاء کے واقعات رٹے رٹائے سنا دیتے ہیں۔ یا پھر اختلافی مسائل بیان کرتے ہیں۔

اس کی بڑی وجہ اہل اللہ کی مجلس میں حاضری نہ دینا بھی ہے۔ ورنہ جو خطیب حضرات موجودہ دور کے کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔ اوران کی مجالس میں حاضری بھی دیتے ہیں۔ ان کے بیانات تو الحمدللہ اللہ کی محبت کی شمع دل میں روشن کرتے ہیں۔ یعنی بڑے مؤثر ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کا تو صرف ایک بیان ہی زندگی کا کایا پلٹ کرر کھ دیتا ہے۔ یہ بات بندہ نے کسی پر تنقید کرنے کے لیے نہیں لکھی بلکہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لکھی۔ آپ حضرات خود سوچیں ہر مسجد میں روزانہ درس قرآن و حدیث ہو اور بیان کرنے والا اگر ان صفات سے بھرا ہوا ہوگا تو صرف ایک امام اپنا محلّہ نہیں بلکہ پورے علاقے کی فضا دینی بنا سکتا ہے۔

☆ نواں واقعہ

حضرت مولانا الیاسؒ دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں بہت بے چین رہتے۔ بعض اوقات ماہی بے آب کی طرح تڑپتے اور فرماتے، میرے اللہ میں کیا کروں، کچھ ہوتا نہیں، کبھی کبھی دین کے اس درد اور فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اٹھ اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک رات والدہٴ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پوچھا کہ، آخر کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی ؟ فرمایا کیا بتلاؤں، اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں۔

☆ دسواں واقعہ

ایک مرتبہ دوران تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ایک شخص (کے کندھے) پر ہاتھ رکھ دیا، وہ آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر اب کے تم نے ہاتھ لگایا تو میں لٹھ ماروں گا۔ مولانا محمد الیاسؒ نے فوراً اس کے پاؤں پکڑ لئے اور فرمایا، پاؤں پکڑنے پر مارنے کو تو نہیں کہا تھا۔ اس کا غصہ کا

فور ہو گیا اور وہ فوراً نرم پڑ گیا۔

☆ گیارہواں واقعہ

سب سے پہلے آٹھ آدمیوں نے بڑی مشکل سے تین دن یا آٹھ دن کے لئے اپنا نام دیا۔ اب مولانا الیاس صاحبؒ خود اس کے امیر اور معلم بنے اپنے ساتھ آپ نے ایک قاری بھی لے لیا اور سارے راستے مولانا اپنے ہمراہیوں کو آداب مسجد بتلاتے ہوئے اور کلمہ ءایمان کی باتیں سکھلاتے ہوئے اور چوبیس گھنٹے کی ایمانی اسلامی زندگی سمجھاتے ہوئے مسجد میں لے گئے۔ جہاں آپ نے گشت کا عمل کروایا۔ اور بے نمازیوں کو بڑی خوشامد درآمد اور بڑی منت سماجت کے ساتھ یہاں تک کہ پگڑیاں ان کے پاؤں میں رکھ کر مسجد میں بلوایا اس طرح آپ نے کام شروع کیا۔ (بحوالہ، علاماتِ محبت، ص۔۳۴۰)

بانی تبلیغ داعی ءالی اللہ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کاندھلویؒ کے اقوال زریں تصوف کے بارے میں

گنگوہ کے قیام کے دوران ہی آپ نے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ محبت وعشق کی چنگاری آپ کے خمیر میں تھی۔ حضرت گنگوہیؒ سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہو گیا۔ کہ زیارت کے بغیر آپ کو چین نہ آتا کبھی کبھی راتوں کو اٹھ کر صرف چہرہ دیکھنے کے لیے جاتے اور پھر آکر سو رہتے۔ حضرتؒ کو بھی آپ کے حال پر بڑی شفقت تھی۔ مولانا فرماتے تھے۔ کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا۔ حضرت سے کہا تو حضرت تھرا گئے۔ اور فرمایا کہ مولانا قاسمؒ نے یہی شکایت حضرت حاجی امداد اللہؒ سے کی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ کا انتقال ہو گیا۔ مولانا کے

حساس دل پر اس حادثہ نے گہرا اثر چھوڑا فرمایا کرتے تھے۔کہ ہم ساری عمر کا رونا اسی روز رو لئے جس روز حضرت دنیا سے رخصت ہوئے حضرت گنگوہیؒ کے بعد آپ کا وقت زیادہ تر خلوت اور مراقبہ میں بسر ہوتا۔اکثر اوقات حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کے مزار کے قریب مراقب رہتے اور رات کا بیشتر حصہ نوافل میں گزارتے۔اس عرصہ میں حضرت گنگوہیؒ کے بڑے بڑے خلفاء سے برابر تعلق رہا۔حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری ،حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوری،حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ اور دوسرے بزرگوں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہم سے بھی استفادہ کرتے رہے اوران حضرات کا بھی مولانا سے خصوصی تعلق قائم رہا۔اس زمانہ میں آپ نے بڑا مجاہدہ کیا۔شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے۔کہ حضرت دہلویؒ کو بعد میں جو بے پناہ مقبولیت اورمرجعیت حاصل ہوئی اورآپ سے تبلیغ اوراشاعت دین کا جو کام لیا گیا۔وہ اس زمانہ کے مجاہدہ کا نتیجہ اوراس کا ثمرہ تھا۔

(تبلیغی کشکول،ص،۸)

۱۔تصوف کیا ہے۔کھٹکا ہو جانا،جو اپنے اعمال کو ہر وقت خطرہ عظیم میں رکھے یعنی ہر وقت ڈرتا رہے اسی کا نام خشیت ہے۔وہ مخلص ہے۔ (تبلیغی کشکول،ص،۶۴)

۲۔اولیاء اللہ کے پاس جانا خدا کے واسطے کہ لباب لب دین ہے اس سے علم کے چشمے جاری ہو جاویں گے۔ (تبلیغی کشکول،ص،۶۵)

۳۔میوات کے اندر تین چیزیں اہم ہیں۔مدارس،خانقاہیں،غیر مسلم پر اسلام پیش کرنا۔

(تبلیغی کشکول،ص،۹۵)

۴۔چوبیس گھنٹے وہ کام جو خانقاہوں اور مدارس میں ہوتا ہے کرنا ہے۔اوراسی میں کچھ وقت لوگوں میں دعوت دینے ہیں۔ (تبلیغی کشکول،ص،۹۵)

☆

۵۔صحبت سب سے بڑی چیز ہے۔جو علوم صحبت کے ذریعہ سے آویں گے۔وہ ہرگز کتابوں کے ذریعہ نہیں آویں گے۔ (تبلیغی کشکول،ص،۱۰۹)

۶۔صوفیوں کے یہاں اس کو صفت احسان کہتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دھیان کرتے ہوئے اسکا حکم ادا کیا جاوے۔ (تبلیغی کشکول،ص،۱۱۱)

۷۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے۔کلام شفاء ہے۔اور صحبت سراپا نور ہے۔ (تبلیغی کشکول،ص،۱۱۲)

۸۔تصوف کا خلاصہ دل کا جاگنا۔

(تبلیغی کشکول،ص،۱۱۴)

۹۔اہل اللہ کی محبت ان کی صحبت سے ان کی خدمت کرنے سے آوے گی۔جو یؤمنون بالغیب کو بڑھاوے گی۔جو نفسانی اغراض سے پاک ہوگی۔ (تبلیغی کشکول،ص،۱۱۵)

۱۰۔اداروں کے علاوہ روحانی سلسلوں اور مشائخ طریقت کے منتسبین کے متعلق بھی مولانا کی وسعت قلب کا یہی حال تھا۔کسی شیخ طریقت کے منتسبین اس کام کی طرف توجہ کرتے تو بے حد خوش ہوتے اور ان کا بڑا اکرام کرتے مجددی طریقہ اور کبھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والوں کا تعارف ہوا تو بہت مسرور ہوئے۔اور ان کا بڑا اکرام کیا۔اور فرمایا کہ میں بچپن سے اپنے بزرگوں سے سن رہا ہوں۔کہ اس زمانہ کے دو قطب تھے۔پچھّم میں حضرت گنگوہیؒ اور پورب میں حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ۔میری آرزو ہے کہ مولاناؒ کے لوگ اس طرف متوجہ ہوں۔ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ کے اہل تعلق میں سے ایک مشہور ہستی کے متعلق (جن کو دنیاوی وجاہت اور ریاست بھی حاصل تھی۔اور جن کے دینی وعلمی کمالات کے لیے ان کی امارت پردہ بن گئی تھی) فرمایا کہ ان کو اہل اللہ میں سے سمجھتا ہوں اور بار بار اس کام کی طرف ان کی توجہات منعطف کرانے کے لیے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو

فرمایا۔نامور معاصرین اور اہل فضل کے متعلق کبھی اظہار خیال فرماتے تو ان کے اعلیٰ درجہ کی مرتبہ شناسی، بالغ نظری، اور دقیقہ رسی کا اندازہ ہوتا۔

(تبلیغی کشکول،ص،۱۳۸)

۱۱۔ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے۔اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔

۱۲۔ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئے، اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔

۱۳۔علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے، اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم وصحبت سے بھی مستفید ہوں۔

(ملفوظات،مولانا الیاسؒ)

تصوف کی وضاحت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ

تصوف کی حقیقت

تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے

☆ در کفے جام شریعت در کفے سندان وعشق ☆ ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن ☆

کے وہ سچے مصداق تھے، یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علوم ظاہریہ میں اگر ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث کی حقیقی جانشین او سچے متبع تھے، تو دوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ وشبلیؒ کے قدم بقدم ان اکابر نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول وفعل سے بتلا دیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن وہ حدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، اور جو رسوم وبدعات اس مبارک فن میں بعد زمانہ سے بڑھ گئی تھیں ان کو چھانٹ دیا، تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں

تو علیٰحدہ ہ ضرور بنا دیا جو غلو ہے یا جہل حقیقی تصوف کو جس کا دوسرا نام احسان ہے حضرت جبرائیلؑ نے حضور ﷺ سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ شریعت ہی کی روح اور مغز ہے، اور حضرت جبرائیلؑ کے اس سوال پر کہ احسان کیا چیز ہے سید الکونینؐ کے اس پاک ارشاد نے ''ان تعبدالله كانك تراه ''الحدیث (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے)

احسان کے معنٰی اور تصوف کی حقیقت واضح کر دی، عنوانات تو اس کے جو بھی اختیار کئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے۔

أريد يسعدى و الرباب و انما
انت الذى تعنى وانت المو ما

شاعر کہتا ہے کہ چاہئے میں مشہور محبوبہ سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام لوں ہر چیز سے مقصود تو ہی ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔

یہ تو حقیقت ہے اس کے بعد جو چیزیں ذکر و شغل، مجاہدات وریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ سید الکونین ﷺ کے زمانے سے جتنا بعد ہوتا جاتا ہے اتنا ہی قلوب میں زنگ اور امراض باطنی میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لیے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی چیزیں اور دوائیاں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح یہ روحانی اطباء قلبی امراض کے لیے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانہ کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں ہیں ان کا ایک رسالہ تصوف اور نسبت صوفیہ ''مختصر اور قابل دید ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو یحیی ذکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل حدیث جبرئیلؑ ہے جس میں آیا ہے'' مالاحسان :قال ان تعبدالله كانك

تراہ‘‘ (الحدیث) چنانچہ تصوف احسان ہی کا نام ہے‘‘

تصوف کا لب لباب

’’تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی جس کی تعریف علماء تصوف نے یہ فرمائی ہے کہ’’ ھو علم‘‘ وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے

اب آپ خود غور فرمایئے کہ اس میں سے کونسی چیز غلط ہے نفس کا تزکیہ غلط ہے، یا اخلاق کا تصفیہ برا ہے۔ ظاہر و باطن کی تعمیر لغو ہے؟ یا سعادت ابدیہ کی تحصیل بے کار ہے؟ اسی طرح تقویم اخلاق، تہذیب نفس، نیز نفس کو اعمال دین کا خوگر بنانا اور شریعت کو نفس کے حق میں وجدان بنالینا ان امور میں کون سی شئی مقاصد شرع کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک شئی کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول ﷺ کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض ہم جس تصوف کے اثبات کے قائل ہیں وہ وہی ہے جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں۔ جس کو علم الاخلاق کہا جاتا ہے۔ یا تعمیر الظاہر والباطن کے نام سے یا کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک بانظم و با اصول چیز ہے اس میں مریدین کے بھی شرائط ہیں اور شیخ کے بھی اصول و آداب ہیں۔ جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دین کا لب لباب کہنا بجا ہے، اور جب ان شرائط و آداب کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ غیر تصوف کو تصوف قرار دیا جائے تو پھر وہ طریق ہی نہیں جو ہمارا موضوع بحث ہے۔ اس لیے کہ ان کی خرابیوں اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے سالکین میں جو خرابیاں پیدا ہوں اس کا ذمہ دار کسی طرح حقیقی تصوف اور اصل طریق کو نہیں قرار دیا جاسکتا، اب اگر آپ کو تصوف سے محض اس بنا پر چڑ اور انکار ہے کہ اس کا نام محدث ہے، تو اس میں تصوف ہی منفرد نہیں، نہ معلوم کتنی چیزیں اس وقت موجود ہیں، کہ آپ کا ان سے تعلق بھی ہے۔ جو کہ ابتداء اسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام بدعت ہے، تو

مسمی تو اس کا بدعت نہیں، آپ اس کو احسان سے تعبیر کر لیجئے ،علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے۔اور جو شخص کہ اس سے متصف ہو،اس کو محسن اور مقرب اور مخلص کہہ لیجئے۔اور احسان، محسن،متقی و مخلص کے ذکر سے قرآن بھرا ہوا ہے حدیث شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہوا ہے''

تصوف کی حقیقت دو لفظوں میں

فرمایا کہ ایک مرتبہ دس بجے صبح کو میں اوپر اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا،مولوی نصیر نے اوپر جا کر کہا کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی آئے ہیں،رائے پور جارہے ہیں،صرف مصافحہ کرنا ہے۔میں نے کہا جلدی بلا دے،مرحوم اُوپر چڑھتے ،اور زینے پر چڑھے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا کر کہا رائے پور جارہا ہوں اور ایک سوال آپ سے کر کے جارہا ہوں،اور پرسوں صبح واپسی ہے اس کا جواب آپ سوچ رکھیں واپسی پر میں جواب لوں گا، یہ تصوف کیا بلا ہے؟اس کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے مصافحہ کرتے کرتے جواب دیا صرف تصحیح نیت''اس کے سوا کچھ نہیں جس کی ابتدء''انما الاعمال بالنیات ''سے ہوتی ہے ۔اور انتہا'' ان تعبد اللہ کانک تراہ ''ہے میرے اس جواب پر سکتہ میں کھڑے ہو گئے او کہنے لگے دلی سے سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا،تو یہ اعتراض کروں گا،اور یہ اعتراض کرے گا تو یہ جواب دوں گا،اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں'' انما الاعمال بالنیات''سارے تصوف کی ابتدء ہے اور''ان تعبد اللہ کانک تراہ'' سارے تصوف کا منتہا ہے،اسی کو نسبت کہتے ہیں ۔اسی کو یادداشت کہتے ہیں،اسی کو حضوری کہتے ہیں۔

☆حضوری گرہمی خواہی از و غافل مشو حافظ☆

☆متی ما قلق من تھوی دع الدنیا و امھلھا☆

میں نے کہا مولوی صاحب سارے پاپڑ اسی کے لیے بیلے جاتے ہیں۔ذکر بالجہر بھی اسی کے واسطے ہے،مجاہدہ و مراقبہ بھی اسی کے واسطے ہے اور جس کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے کسی بھی طرح

سے یہ دولت عطا کر دے،اس کو کہیں کی بھی ضرورت نہیں“

﴿فائدہ از مؤلف﴾

میرے محترم بھائیوں:

آپ کو یہ بات تو معلوم ہو چکی کہ مولانا محمد الیاسؒ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ کی تصوف سے کتنی محبت تھی اب وہ لوگ ذرا یہاں سوچیں کہ خود کو ان کا عاشق بھی کہتے ہیں۔اور تصوف اور طریقت ،پیروں اور بزرگوں سے کتنا کینہ اور بغض رکھتے ہیں لہٰذا ہمارا مقصود ان حضرات پر رد کرنا نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے بزرگوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیں اور اتنے زیادہ دلائل کے بعد ایک کامل مرشد سے بیعت کریں۔اور کم از کم اس راستہ کا بھی مزہ لیں۔اور اگر بیعت نہیں کر سکتے تو پھر مخالفت بھی نہ کریں۔کیونکہ شریعت ،طریقت ،علم ،جہاد ،اور تبلیغ یہ تمام اصل میں ایک ہی چیز ہیں۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

کہ مثلاً آلو کو اردو میں آلو اور پشتو میں بھی آلو انگریزی میں Potato پٹیٹو اور عربی میں ”بطاطس“ کہتے ہیں۔اب اگر ایک لغت کے اہل دوسری لغت والوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں۔تو انہیں جاہل اور کم عقل کہا جائے گا۔بالکل اسی طرح ہمارا مقصود اللہ تک پہنچنا ہے۔خواہ وہ علم کے ذریعہ ہو جہاد کے ذریعہ ہو تبلیغ کے ذریعہ ہو یا کہ تصوف کے ذریعہ تو اگر ایک شعبہ والے دوسرے کو برا بھلا کہیں تو یہ جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اسی طرح شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحبؒ نے بھی فرمایا کہ میرے اپنے دوستوں کے لیے ہمیشہ ایک نصیحت ہے اور خود بھی ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔کہ دین کے شعبہ جات تو بہت زیادہ ہیں اور سب پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔(یعنی یہ تمام صفات اپنے آپ میں لانا) یعنی محدث ہونا ،فقیہ ہونا ،مجاہد ہونا ،صاحب تقویٰ ہونا ،صاحب ورع ہونا ،نوافل کثرت سے پڑھنا ،روزے کثرت سے رکھنا وغیرہ وغیرہ لیکن اگر ان میں کوئی کاملین سے محبت شروع کر دے تو ”المرء مع من احب“ قاعدے کے ساتھ انشاء اللہ دین کے تمام اجزا سے حصہ ملے گا۔

☆

(شریعت اور طریقت کا تلازم،ص۔۲۸۸) از:احسان الکریم ملنگ نقشبندی

سّیدی وَسّیدناالاولیاء سندالاتقیاء زبدة الفقهاء راس العلماء وَالفضلاء شيخ المشائخ زينةالمحدثين رئيس المفتيين قبلة السالكين اِمام العارفين برهان المعرفه شمس الحقيقة فريدالدهرو وحيد العصر مظهر فيض اللّٰه الحميد المجيدحضرت مولانامفتي محمدفريدالمجددي الزروبويؒ

چالیس 40 ارشادات وفرمودات

۱۔حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ: حالت منام میں یا کشفی طور پر جو وظیفہ بتایا جائے۔اس سے مرشد کا بتایا ہوا وظیفہ بہتر ہوتا ہے۔

۲۔فرمایا کہ:انوارات نظر نہ آنے کی وجہ اختلاط مع العوام اور مشتبہ رزق کا کھانا ہے ۲۱۸

۳۔فرمایا کہ:اسم ذات شریف اللہ اور ھوَ دونوں میں سے ایک کے ساتھ توجہ دی جاسکتی ہے ۲۲۰

۴۔فرمایا کہ: جب وظائف میں اثر ظاہر نہ ہوتو استغفار کرنا چاہیے۔ ۲۲۱

۵۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔کامل لوگ چلتے پھرتے اور لیٹتے بیٹھتے بھی مراقبہ کر سکتے ہیں۔

۶۔فرمایا کہ:۔سلسلہ نقشبندیہ کے وظائف بہت آسان ہیں یہ قضا بھی نہیں ہو سکتے حالت بیماری میں بھی ادا کرنے آسان ہیں

۷۔ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:۔ابتداء میں لطائف باہر آتے ہیں۔اور پختگی کے بعد اندر جاتے ہیں۔ ۲۲۱

۸۔توجہ کا طریقہ تمام سلاسل میں یکساں ہے۔ ۲۲۰

۹۔جو کوئی کہے کہ مجھے فلاں بزرگ نے بعد الوفات خلیفہ بنایا ہے۔یہ دعوہ صحیح نہیں ہے۔ ۲۲۷

۱۰۔ جب خلیفہ مجاز بیعت کا کام چلاتا ہے تو خود اس کی بھی ترقی ہوتی ہے۔اور دوسروں کی تربیت

کے ضمن میں ناقص کامل ہو جاتا ہے ۲۲۸

۱۱۔ حضرت مفتی صاحب نے سلسلہ چشتیہ مبارکہ میں مراقبہ کا طریقہ اس طرح ارشاد فرمایا۔ کہ تصور کرو کہ حضرت معین الدین چشتیؒ سے فیض آرہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ پر اور ان سے میرے لطیفہ قلب پر ۲۳۸

۱۰۔ عورتوں کو بیعت بذریعہ خط یا پردہ میں بٹھا کر چادر ہاتھ میں دے کر کرنا چاہیے۔

۱۱۔ فرمایا۔ کہ عورت کو اسم ذات لسانی دینا چاہیے۔ اُن کے قلوب کمزور ہوتے ہیں۔

(صفحہ نمبر ۲۱۷)

۱۲۔ فرمایا کہ توجہ کے ساتھ تصرف کی نیت کرنی چاہیے۔

۱۳۔ فرمایا:۔ کہ ولایت کیلئے اعلیٰ مراقبہ احدیت ہے۔

۱۴۔ فرمایا:۔ کہ توجہ بوقت عشاء آدھا گھنٹہ دینا چاہیے۔

۱۵۔ فرمایا: کہ اگر مرشد میں کچھ کمی ہو تو سلسلے کے اوپر والے حضرات کی برکت سے مسترشدین کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۱۶۔ فرمایا: کہ مریدین میں نقص (کمی) وغیرہ ان کی اپنی نااہلی کی وجہ سے ہوتا ہے مرشد کا اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔

۱۷۔ فرمایا:۔ کہ صاحب استعداد مرید کو جلد وظیفہ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۔ فرمایا۔ مبتدی حضرات کو مراقبہ احدیت میں توجہ دی جاسکتی ہے۔ اور مراقبہ معیت میں مبتدی اور منتہی دونوں حضرات کو توجہ دی جاسکتی ہے۔

۱۹۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ: مراقبہ کیساتھ بھی توجہ دی جاسکتی ہے۔ توجہ بذریعہ نظر بھی دی جاسکتی ہے۔ (صفحہ نمبر ۲۱۹)

۲۰۔ فرمایا کہ مزارات اولیاء اللہ سے حصول فیض جائز ہے۔ (صفحہ نمبر ۲۱۹)

۲۱۔فرمایا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق اگر پابندی سے کئے جائیں تو سولہ ماہ میں پورے ہو جاتے ہیں۔(صفحہ نمبر ۲۲)

۲۲۔فرمایا کہ بیک وقت تمام مراقبات پر مراقبہ ہوسکتا ہے۔

۲۳۔ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مراقبہ احدیت اور مراقبہ معیت میں تمام مراقبات کے فیوضات شامل ہیں۔

۲۴۔فرمایا کہ مراقبہ کے دوران نیند کی سی حالت ہونا استغراق ہوتا ہے۔میں خود دو دو گھنٹے مراقبہ کر لیا کرتا تھا۔(صفحہ نمبر ۲۲۱)

۲۵۔ فرمایا مرشد کامل کی اجازت اور بیعت کے بغیر کوئی شخص شیخ طریقت نہیں بن سکتا۔(صفحہ نمبر ۲۲۶)

۲۶۔فرمایا کہ آدمی جب بیعت کرتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت شامل حال ہوجاتی ہے۔(صفحہ نمبر ۲۳۸)

۲۷۔فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ میں ابتداء میں کافی گرمائش ہوتی ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ شان صحابہ کرامؓ اجمعین کی طرح ہے۔سالکین

اور مریدین کو تکلیف اور زور نہیں دیتی صحابہ کرامؓ اجمعین بلاتکلف اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔(صفحہ نمبر ۲۴۰)

۲۸۔فرمایا: کہ سلاسل اربعہ کے شجرات پڑھنے سے نسبت قوی اور مضبوط بن جاتی ہے۔اور اس کیلئے فقط شجرہ نقشبندیہ پڑھنا بھی کافی ہے۔

۲۹۔مراقبات میں لطائف پر آنے والے انوارات کے بارے میں فرمایا کہ بعض اولیاء حضرات ان کو لطائف کے انوارات مانتے ہیں۔جبکہ بعض حضرات ان کو لطائف کے اذکار کے انوارات تسلیم کرتے ہیں۔(صفحہ نمبر ۲۴۰)

☆

۳۰۔فرمایا کہ اصطلاحات ومشکلات تصوف،تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے خود بخود منکشف ہوجاتے ہیں۔

۳۱۔فرمایا:معرفت الٰہی اور باطنی علوم کی تحصیل کیلئے مشارب طریقت ذرائع ہے۔

۳۲۔فرمایا کہ اپنے نام کیساتھ نقشبندی لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۔فرمایا کہ:کسی ولی اللہ کے مزار پر مراقبہ کا طریقہ یہ ہے۔کہ پہلے سورہ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھیں اس کے بعد سورہ اخلاص اور پھر اس کے بعد ۲۱ مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیں۔ سبوح قدوس ربنا ورب الملآئیکة والروح:اور یہ تصور کریں کہ یا اللہ جونسبت اور تعلق آپ نے اس بزرگ کو عطا کیا ہے۔وہ نسبت اور تعلق اس بزرگ کے قلب کے واسطے سے میرے قلب میں منتقل فرما۔مراقبہ کا اعلیٰ مرتبہ ۲۰ منٹ اوسط ۱۵ منٹ اور ادنیٰ ۱۰ منٹ ہے۔اور کم سے کم پانچ منٹ کرے۔

۳۴۔فرمایا:لطائف کو مسلسل جاری رکھنے کیلئے ہر لطیفہ پر روزانہ دومنٹ مراقبہ کریں۔

۳۵۔فرمایا:کہ ایک مرشد کے سلسلہ کے اسباق ختم ہونے کے بعد کا دوسرے بزرگ سے بیعت کرنا جائز ہے۔(صفحہ نمبر ۲۲۴)

۳۶۔ فرمایا:کہ سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر پر مداومت میں صحبت شیخ کا اثر ہے۔اگر ایک آدمی ذکر نہیں کرتا تو پھر صحبت کا اثر نہیں ہوتا اگرچہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔ (صفحہ نمبر ۲۲۹)

۳۷۔ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ پیر کو چاہیے کہ بیعت کے وقت مرید پر بوجھ نہ ڈالے مثلاً کہ ابتداء ہی سے پگڑی کا پابند بنالیا عصا اپنے پاس رکھنے اور سنت کے مطابق کپڑے وغیرہ کا پابند بنالیا وغیرہ اس سے بہت جلد تنگ ہو جائے گا۔اور سب کچھ چھوڑ دے گا جب ایمان مضبوط ہو جائے گا تو پھر انشاءاللہ سارے اعمال خود بخود صحیح ہو جائیں گے۔ (صفحہ نمبر ۲۵۲)

۳۸۔تصور شیخ جائز ہے وہ بھی علاج کی نیت سے مگر اسے ثواب کی نیت سے نہ کیا جائے۔

☆

۳۹۔حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ اصلاح کے تین راستے ہیں۔ پہلا راستہ دینی مدارس، دوسرا راستہ تبلیغ اور تیسرا راستہ تصوف کا میں تو تبلیغ والوں کو کہتا ہوں کہ جب جماعتیں بنا لیتے ہوتو پھر خیال کیا کرو بعض نجدی لوگ بھی داخل ہوتے ہیں۔اور آپ بے خبری میں حنفی کونجدی بنالیں گے۔اس چیز نے تبلیغ کو بدنام کیا۔ جب بھی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لیا کرو۔ میں اکثر تبلیغ والوں کا نام لیا کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔یقیناً اس کا دوسرا درجہ ہے۔ان کے ذریعے بہت اصلاح ہوتی ہے۔اسلام کا عظیم راستہ ہے۔(صفحہ نمبر ۲۵۷)

۴۰۔ایک دفعہ درس کے دوران فرمایا: کہ آپ لوگوں کو میری یہ نصیحت ہے۔کہ تبلیغ والوں کی مخالفت نہ کرو آج کل کے معاشرے کیساتھ یہ لوگ موافق ہیں۔ان کے ذریعے بہت اصلاح ہورہی ہے۔ مخالفت اور مشورہ میں فرق ہے۔ جو اصلاحی باتیں ان کے بارے میں بتاتا ہوں یہ مشورہ ہیں۔ مخالفت نہیں اب اجتماع آنے والا ہے۔اجتماع جانے کیلئے یہ نیت کرو کہ کچھ سن لوں مجھ پر کچھ اثر ہو جائے میلہ دیکھنے،خرید وفروخت اور ملاقات کے ارادے سے ہرگز نہ جاؤ۔

(بحوالہ۔تجلیات فرید)

﴿ذکر بالجہر اور خانقاہ کے ثبوت پر دلائل﴾

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ لیبعثن الله اقواماً یوم القیامة فی و جوههم النور علیٰ منا بر اللو لوءِ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهد آء فقال اعرابی حلهم لنا نعر فهم قال :هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یحتمعون علیٰ ذکر الله یذکرونه

ترجمہ:حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضے قوموں کا حشر ایسی طرح

فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا۔ وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے، وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کا حال بیان کردیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے۔ جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دونام ہیں۔ یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت روشن چمک دار ہوتا ہے۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح کے الزام ہے، ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے برا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی۔ کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کچھ کما کرلے گئے۔ جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہوں گے، اور یہ ہنسنے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

☆فسوف ترى اذا انكشف الغبار☆

☆أفرس تحت رجلك ام حمار☆

(عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں۔ یہ ان

احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین کے لیے ستارے چمکتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے۔فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں،رحمت الٰہی ان کو ڈھانک لیتی ہے۔اور اللہ جل شانہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ابورزینؓ ایک صحابی ہیں،وہ کہتے ہیں:حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے،وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں،ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے،ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں۔کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں۔وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔

بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور،ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں،چنانچہ حضرت فضیل بن عیاضؒ جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔شیخ عبدالعزیز دبّاغؒ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو بالکل امی تھے،مگر قرآن مجید کی آیت،حدیث قدسی،حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے۔اور کہتے تھے۔کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے۔کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضورؐ کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ، میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے۔ کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طواف قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰ حضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے۔ اور صاحب کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے۔ کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گزرے مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالس ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دارالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تا کہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال :اذا مر رتم بریاض الجنۃ فارتعوا قال :و ما ریاض الجنۃ ؟قال حلق الذکر۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس، ان حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں۔ اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا، بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے، لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہ موڑنا

چاہئے ، اور جنت کے باغ اس لیے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیر سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلات والعوائدؒ نے لکھا ہے۔ کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشین ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس سے شرح صدر ہو جاتا ہے۔ دل منور ہو جاتا ہے، اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں۔ جن کو بعض علماء نے سو تک شمار کیا ہے۔

عن ابن عباسؓ قال : قال رسول الله ﷺ من عجز منكم عن الليل ان يكابده، و بخل بالمال ان ينفقهٗ و جبن عن العد و ّان يجاهدهٗ فليكثر ذكر الله

ترجمہ: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

فوائد: یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر کی کثرت اس کی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کی

وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے، بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رکر دیتا ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔تو یہ (شیطان) عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع ۔تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔یہی راز ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کے فیض صحبت سے یہ قوت قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی۔تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔حضور اقدس ﷺ کے زمانہ سے جتنا بعد (دوری) ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لیے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا ،لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے۔تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے۔جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے۔اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے۔غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقے سے دل میں بھرتا ہے۔ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔کہ شیطان اپنے ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال :اکثروا ذکر اللہ حتی یقولو مجنون ۔(رواہ)

☆

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بے وقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیں۔ بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہئے۔ کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے۔ آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو۔ اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو۔ بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے "اذکر و اللہ ذکرًا کثیرا" (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں، جنگل میں، دریا میں، سفر میں، حضر میں، فقر میں، تونگری میں، بیماری میں، صحت میں، آہستہ اور پکار کر، اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے "منبہات" میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد "و کان تحتہٗ کنز لھما" میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو، پھر بھی ہنسے (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کے دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے، پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو اور پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔

☆

بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے اور پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔ حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر اللہ کے ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگ کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے۔ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اول وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگوں دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لیے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لیے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے، لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہئے۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ چچا کے پاس رہتے تھے وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا گھر والوں سے چپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، اور دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ یہ اوّاہین میں ہے۔ غزوہ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور ﷺ قبر میں اترے ہوئے ہیں، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا دفن کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

☆

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیاء میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں ہے اور اس وجہ کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے ،یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے۔کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں ۔ایک حدیث میں آیا ہے ۔تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہو۔اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو۔اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو۔اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں ۔یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔مولانا عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ ''سباحۃ الفکر''اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائیں ہیں جن سے جہر(پکارکر) ثابت ہوتا ہے۔البتہ یہ ضروری عمل ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

سوال (۱) خواب،ریا،نیند کے علاوہ ذکر بالجہر جائز ہے یا نہیں۔

۲۔بعض لوگ ذکر بالجہر کو بدعت اور منع کرتے ہیں۔قول فیصل کیا ہے؟

۳۔ ذکر جہری بطور اجتماع تا کہ دلوں کو آپس میں ایک دوسرے سے انوارت منتقل ہو جائیں آپس میں شوق ورغبت پیدا ہو جائے اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔نماز باجماعت میں سلام کے بعد زور سے چند دفعہ کلمہ طیبہ،استغفار،یا اور ذکر و اذکار منقولہ کرنا کیسا ہے۔بدعت تو نہیں ہے؟

۵۔درو شریف صل علی نبینا صل علی محمد صل عل رسولنا صل علی محمد اور شوق دل سے کہتا ہے تاکہ دل کو مزہ آجائے شوق پیدا ہو جائے جائز ہے یا ناجائز؟

٦۔فتاویٰ رشید کا حوالہ ہے کہ ہمارا مشرب قول صاحبین کا ہے انہیں ذکر بالجہر کہتے ہے

المستفتی ،مولوی رفیع محمد ہنگو کوہاٹ

الجواب۔ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ ریاء اور ایذا سے خالی ہوا گر چہ یہ ذکر ہیت اجتماعیہ سے ہو۔ کما فی ردالمحتار فی باب احکام المساجدعن الامام الشعرانی(۱) واماالهيئة الا جتماعيه فيدل عليها مارواه الترمذی عن انس ؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالو و ما رياض الجنة قال حلق الذكر(۲) و ما رواه مسلم قال خرج معاويه علی حلقة فی المسجد وفی آخره ان الله يباهی بكم الملائكة (۳) یہ تحریک علاجاً مشروع ہے اور بذات خود مسنون نہیں ہے۔

(۴) جہال لوگوں کے نزدیک سنت فعل رسول ﷺ کے ساتھ مختص ہے حالانکہ سنت فعل وقول وتقریر تینوں کا نام ہے ان کے نزدیک پائجامہ پہننا اور پشتو یا اردو میں ترجمہ قرآن کرنا بھی بدعت ہوں گے۔

(۵) اگر یہ صلوۃ وسلام ریاء اور ایذاء سے خالی ہو اور اہل بدع کا شعار نہ ہو تو اس پر انکار کرنا منکر ہے۔

(٦) تمام فروع میں فقہ حنفی کا اتباع ضروری ہے۔ وهو الموفق

☆

محبین بیعت کے قصص

میرے محترم مسلمان بھائیو! یہاں تک آپ لوگ طریقت کی موافقت میں قسم قسم کے دلائل اور قسم قسم کی باتوں اور قسم قسم کے فائدوں سے باخبر ہوئے ابھی یہ فائدے آپ کو واقعات کی شکل میں لکھے جاتے ہیں اور واقعوں میں بہت بڑی عبرت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرآن وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِه لَمِنَ الْغَافِلِيْن ''(سورت یوسف)

ترجمہ:۔ہم نے قرآن پاک آپ کو بھیجا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ کو ایک بہت بڑا واقعہ بیان کرتے ہیں۔اور اس سے پہلے آپ اس واقعہ سے بے خبر تھے۔

(معارف القرآن)

''قصص الأولين مواعظ للآخرين''

ترجمہ:۔پہلے لوگوں کے واقعات بعد والے لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔

(مفید الطالبین)

ان قصوں کو کچی نگاہ سے مت دیکھو۔ بلکہ خوب غور سے اور پکی نگاہ سے دیکھو اور پھر اس سے عبرت حاصل کرو۔اور اپنی زندگی کو دین کے احکام کے مطابق گزارو۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

از ،احسان الکریم

ملنگ نقشبندی

(۱) حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے کچھ حالات اور واقعات

آپ کا نام محمد بن محمد التجاری ہے۔آپ کو نقشبند کہنے کی وجہ رسالہ بہائیہ میں جو مقامات خواجہ میں ہے، یہ لکھی ہے کہ آپ نے فرمایا ''کہ میں اور والد دونوں کمخواب کے کپڑے بننے اور ان پر نقوش بنانے میں مشغول رہتے تھے'' اور یہی روایت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے مکتوبات میں ملی ہے۔آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ کے سرتاج ہیں اور آپ کو خواجہ محمد بابا سماسیؒ نے فرزندی میں قبول فرمایا تھا آپ سید امیر کلالؒ کے مرید ہیں۔آپ اویسی بھی ہیں اور روحانی نسبت آپ کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے حاصل ہے۔اور آپ نے قشم شیخ وخلیل اتا مشائخ ترکستانی کی خدمت وصحبت سے فیض وبرکات حاصل کی ہیں اپنے زمانہ کے غوث اور اولیائے وقت کے قبلہ وامام گزرے ہیں ہر خاص وعام آپ سے خوش عقیدگی رکھتا تھا۔آپ شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔مذہباً حنفی تھے۔امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے۔اس سلسلہ کے اکثر مشائخ حنفی المذہب گزرے ہیں۔خواجہ بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے طریقہ میں جہر وخلوت اور سماع کا جواز ہے؟ فرمایا نہیں۔پھر آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ فرمایا ظاہر میں خلق خدا پر اور باطن میں حق تعالیٰ پر۔

از دروں شو آشنا وز بیروں بیگانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

دیگر

دائم ہمہ جا وبا ہمہ کس درکار
میدار نہفتہ چشم ودل جانب یار

روایت ہے کہ حضرت خواجہ کے کوئی لڑکا اور لڑکی یعنی اولاد نہیں تھی۔جب اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بندگی خواجگی کے ساتھ زیب نہیں دیتی۔پھر آپ سے کسی نے

پوچھا کہ آپ کا سلسلہ کسی ایک جگہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔فرمایا کہ کوئی سلسلہ بھی کسی جگہ پر منتہی نہیں ہوتا۔پوچھا گیا کہ سماع کی بابت آپ کی کیا رائے ہے۔فرمایا نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ اس کام کو کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ بزرگ کی کرامات وخوارق اس درجہ ہیں کہ ان کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے آپ نے فرمایا کہ میرالڑکا خواجہ بہاء الدین جب چار سال کا تھا اس نے گائے کی بابت کہا کہ یہ ہماری گائے سفید پیشانی کا بچہ دے گی چند مہینہ کے بعد اس صورت کا بچہ گائے نے دیا۔

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے جس دن حاجی قربانی کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایک لڑکا رکھتے ہیں ہم نے بھی راہ خدا میں اس کو قربان کر دیا۔جو مرید ودرویش سفر میں ہمراہ تھے،سب نے اس دن اور تاریخ کو نوٹ کر لیا،جب بخارا واپس گئے اور تحقیق کیا تو معلوم ہوا حضرت کا لڑکا اسی دن فوت ہوا تھا۔

زندگی میں جو تصرف آپ کو حاصل تھا،وفات کے بعد بھی اسی طرح تصرف حاصل ہے۔آپ کی ولادت ماہ محرم میں ۷۱۸ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی،اور وفات دو شنبہ کی شب کو ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں واقع ہوئی،آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی۔مزار مبارک بخارا کے قریب قصر عارفان میں ہے۔حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے سامنے یہ شعر پڑھا جائے۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاللّٰہ از جمال روئے تو

حضرت کے مرید بہت ہیں۔ماوراء النہر کے اکثر باشندے آپ ہی سے بیعت ہیں زیادہ مشہور اور کامل ترین ہستی خواجہ پارساؒ۔خواجہ علاؤالدین عطار۔ملا یعقوبؒ چرخیؒ

اور خواجہ علاؤالدین غجدوانی ہوئے۔

(سفینۃ الاؤلیاء ص۱۱۰)

حضرت خواجہ نقشبند کا اپنے شیخ سے محبت کا واقعہ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی ولادت بخارا میں ۷۱۸ھ کو اور وفات ۷۹۱ھ کو ہوئی ۔حضرت بابا سماسیؒ نے ان کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی ۔حضرت خواجہ نقشبند کا روحانی اور عرفانی مقام بہت اونچا تھا۔پیر طریقت حضرت شیخ فتح علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ حضرت بہاؤالدینؒ کے سینہ میں اللہ تعالیٰ کی طلب اور معرفت کی جو آگ جلتی ہے شاید بخارا کی زمین میں اور کسی کو نصیب نہ ہو۔طریقہ نقشبندیہ میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مرید کے دِل میں اپنے شیخ کیساتھ جو بے پناہ محبت ہوتی ہے اس کی ابتدا بھی خواجہ بہاؤالدین نقشبند سے ہوئی تھی بیعت کے بعد آپ کو اپنے شیخ سید امیر کلالؒ کیساتھ والھانہ محبت تھی اور یہ محبت اس حد تک پہنچی تھی کہ حکایت ہے کہ ایک دِن اپنے شیخ سے ملاقات کیلئے جاتے ہوئے راستے میں ایک فارسی بان سے ملاقات ہوئی اُس نے (فارسی میں) باتیں کرنا چاہیں مگر حضرت نے کوئی توجہ نہیں کی اور چلے گئے۔جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ راستے میں جس شہسوار کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی وہ حضرت خضرؑ تھے۔وہ بات کرنا چاہتے تھے تم نے توجہ کیوں نہ کی تو حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کی طرف متوجہ تھا تو دوسرے آدمی کی طرف کیسے متوجہ ہو جاتا۔

(روحانی رابطہ اور روحانی تڑون ص۳۶۵)

بانی دارالعلوم دیو بند قاسم نانوتویؒ کے عجیب حالات اور واقعات

(حجۃ الاسلام حضرت العلامہ محمد قاسم نانوتوی)

ایک آدمی نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی

وہی کتابیں پڑھی ہیں جو اور لوگوں نے پڑھی ہیں تو پھر ان کے پاس یہ اتنا علم کہاں سے آیا۔

تو مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اس میں بہت زیادہ چیزیں داخل ہیں۔

۱......ایک تو یہ کہ مولانا صاحب طب کے اصولوں میں درمیانہ مزاج والے تھے۔

۲......یہ کہ ان کو اساتذہ کرام بہت کامل ملے تھے۔

۳......یہ کہ اونچے درجے کے پرہیزگار اور متقی انسان تھے۔

۴......یہ کہ ان میں اساتذہ کرام کا ادب بہت زیادہ تھا۔

۵......یہ کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی جیسے کامل پیر ملے تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے کیوں بیعت کی وہ تو بڑا عالم نہیں ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ تو عالم گر ہے۔(علماء کو بنانیوالہ)۔

حضرت فرماتے تھے کہ مجھے اب خوراک کی ضرورت نہیں ہے مگر صرف اتباع سنت کی وجہ سے کرتا ہوں۔

(۲) قاسم نانوتویؒ کی موت کے بعد اصلاح کرنے کا واقعہ

زندگی کی کرامتوں کا کیا کہنا موت کے بعد حضرت کی کرامت دیکھیں۔

حضرت عمِ محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی اور مولوی فخر الحسن گنگوہیؒ میں باہم معاصرانہ چشمک تھی۔اور اس نے بعض حالات کی بنا پر مخاصمۃ اور منازعہ کی صورت اختیار کر لی۔اور مولوی محمود الحسن گو اصل جھگڑے میں شریک نہ تھے۔نہ انہیں اس قسم کے اُمور سے دلچسپی تھی۔مگر صورت حال ایسی پیش آئی کہ مولانا بھی بہ جائے غیر جانبدار رہنے کے، کسی ایک جانب جھک گئے۔اور یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا۔

اسی دوران میں ایک دن علی الصبح بعد نماز فجر مولانا رفیع الدین صاحبؒ نے مولانا محمود الحسن صاحب کو اپنے حجرہ میں بلایا (جو دارالعلوم دیوبند میں ہے) مولانا حاضر ہوئے۔ اور بند حجرہ کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدینؒ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا۔

فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتویؒ جسدِ عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جس سے میں ایکدم پسینہ پسینہ ہوگیا اور میرا لبادہ تر بتر ہوگیا اور فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ بس میں نے یہ کہنے کے لئے بُلایا ہے۔ مولانا محمود الحسن صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔ کہ اسکے بعد میں اس قصّے میں نہ بولونگا۔ (حکایات اولیاء اشرف علی تھانویؒ)

(۳) قاسم نانوتویؒ کا حضورﷺ کا بیداری کی حالت میں زیارت کروانے کا واقعہ

حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ دیوان محمد یٰسین مرحوم نے فرمایا کہ قاضی پور میں جب حضرت نانوتوی تشریف لے گئے اور عشرہ محرم تھا۔ روافض نے حضرت نانوتویؒ کو اپنی مجلس میں آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے فرمایا کہ منظور ہے مگر اس شرط سے کہ جب آپ لوگ مجلس میں کہہ سُن چکیں گے تو ہم بھی کچھ کہیں گے۔ وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور وہیں کچھ مذہبی گفتگو کرتے ہوئے ان سب روافض نے کہا کہ اگر آپ بیداری میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کرادیں اور حضور اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو ہم اہلسنت والجماعت میں داخل ہو جائینگے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ تم اس پر پختہ رہو۔ تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر یہ روافض کچھ کچے ہوگئے۔ فقط:

(حکایت اولیاء اشرف علی تھانوی)

(۴) قاری محمد طیب صاحبؒ کا واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ ہمارے اکابرین کی نشانیوں میں سے آخری نشانی ہیں۔ چنانچہ چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ علم عطا کیا۔ جن لوگوں نے ان کا بیان سنا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ایک لفظ پر بات شروع کرتے تھے۔ ایسے بات کرتے جاتے تھے لگتا تھا دریا بہتا چلا جا رہا ہے۔ اتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو علم عطا فرمایا تھا۔

ظاہری طور پر حسن و جمال بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اتنی منور شخصیت تھے کہ ان کو دیکھتے ہی انسان حیران ہو جاتا تھا۔

ہمارے مرشد عالمؒ فرماتے تھے کہ حرم شریف میں میری ملاقات ہوئی اور میں نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ چہرہ کیسے بنایا؟

حضرت قاری صاحبؒ نے جواب دیا کہ یہ چہرہ میں نے نہیں بنایا، یہ چہرہ تو میرے شیخ نے بنایا ہے۔

چھوٹی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بن گئے، اب اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال بھی عطا کیا، علم و کمال بھی عطا کیا اور چھوٹی عمر میں دارالعلوم کے مہتمم بھی بن گئے۔

انہوں نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا کہ حضرت میں اپنے اندر کبھی کبھی خود پسندی کی کیفیت پاتا ہوں۔ چونکہ اللہ نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے ایسا نہ ہو کہ عجب کا مرتکب ہو بیٹھوں۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کچھ وقت کے لئے اپنا کام کسی کے سپرد کر دو اور تھانہ بھون آ جاؤ۔ چنانچہ حضرت کے پاس خانقاہ میں آ گئے۔

حضرت نے فرمایا! کہ تمہارا یہاں رہتے ہوئے صرف ایک کام ہے۔ کون سا؟ کہ جو لوگ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتے ہیں۔ تم نے ان کے جوتوں کو سیدھا کرنا ہے۔

☆

اتنے بڑے عالم اور کام کیا ذمہ لگایا؟ فرمایا کہ تم نے ان کے جوتے سیدھے کرنے ہیں۔فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مہینہ نمازیوں کے جوتے سیدھے کیے۔اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے عجب اور تکبر کو نکال دیا۔

(پاجا سراغ زندگی ص ۲۴۱)

(۵) قاری محمد طیبؒ سے ایک عورت کی بیعت کا واقعہ

قاری محمد طیبؒ کے مواعظ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک عورت ان سے بیعت ہوئی۔اس کے بعد اس کا حضرت سے رابطہ بھی نہ رہا۔البتہ وہ ان کے بتائے ہوئے معمولات پر حتی المقدور عمل کرتی رہی۔بیس سال کے بعد اس پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوئی تو وہ اچانک کہنے لگی ،وہ دیکھو ، حضرت آرہے ہیں۔پھر کہنے لگی ،وہ دیکھو،حضرت میرے پاس آگئے۔پھر کہنے لگی،حضرت مجھے کچھ پڑھارہے ہیں۔اس نے خود ہی پوچھا،حضرت! آپ مجھے کیا پڑھارہے ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگی،حضرت! کیا آپ مجھے کلمہ پڑھارہے ہیں؟ پھر کہنے لگی ،اچھا، میں پڑھتی ہوں۔چنانچہ اس نے پڑھا **لاالٰہ الااللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ** اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

اندازہ کیجئے کہ بیس سال پہلے بیعت ہوئی تھی۔اس دوران میں کوئی رابطہ نہ ہوا۔مگر اس کے دل میں محبت تھی۔ظاہر کے رابطے میں تو رکاوٹیں ہوسکتی ہیں مگر دل کے رابطے میں تو دنیا رکاوٹیں پیدا نہیں کرسکتی۔بیس سال کے بعد موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک منظر دکھادیا،شیخ سے نسبت کی برکت ظاہر فرمادی۔اس نے اپنے شیخ کے کسی لطیفہ کو دیکھا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے اپنے رجال غیب میں سے کسی بندے کو اس شکل میں کھڑا کردیا ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے نسبت کی برکت سے اس عورت کے ایمان کی حفاظت فرمادی۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۱۷)

☆

(۶)امام رازیؒ کی بیعت کا واقعہ

امام فخرالدین رازی صاحبؒ ایک مرتبہ اپنے دوستوں کو بیان کررہے تھے کہ میں نے کل خواب میں دیکھا کہ میرے جسم میں ایک کالی بلا ہے تو ایک دوست نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کا نفس تکبر کی وجہ سے گندہ ہے۔

امام صاحب نے فرمایا تو اس کا کیا علاج ہے تو دوست نے کہا کہ وہاں میرے پیر صاحب (نجم الدین کبریٰ) ہیں ان کے پاس جاؤ انشاءاللہ یہ مصیبت دور ہو جائے گی امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں جانے لگا تو نفس نے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کردیئے کہ یہ کیا کرتے ہو اُس جاہل پیر کے سامنے بیٹھ کے وظیفہ مانگو گے اور اب وظیفے کرتے رہو گے یہ تو آپ کی شان میں ٹھیک نہیں ہے۔ بہر حال میں جانے لگا اور یہ وسوسے دل میں آتے رہے یہاں تک کہ خانقاہ تک پہنچ گیا سب سے پہلے تو دروازے پر استنجاء کے لئے ڈھیلے پڑے تھے۔تو وہاں بیٹھ گیا اور بڑے بڑے ڈھیلوں کو چھوٹے چھوٹے کرنا شروع کیا چھ دن میں نے یہ کام کیا پھر نفس نے بتایا کہ یہ کیا کرتے ہو اپنے آپ پر کیا غضب کرتے ہو۔وہاں تو تم بیٹھے تھے طلباء کو درس دیتے تھے بستر تھا سوال اور جواب تھا آخر نفس نے بتایا کہ جاؤ پیر صاحب بہت اچھے آدمی ہیں۔تو نفس کا مطلب یہ تھا کہ یہاں تو آپ مٹی میں بیٹھے ہو وہاں پیر صاحب کے ساتھ چٹائی پر تو بیٹھ جاؤ۔امام صاحب نے اپنے نفس کو بتایا کہ جب تک میں نے تمہاری اصلاح نہیں کی اُس وقت تک پیر صاحب کے پاس نہیں جاتا آخر پیر صاحب کو ایک مسئلہ پیش آگیا تمام مرید موجود تھے لیکن کسی نے بھی حل نہیں کیا تو پیر صاحب نے ایک خط لکھ کر ایک مرید کو دیا کہ ملکِ شام کو جاؤ اور وہاں امام رازی کا پوچھ لینا کیونکہ یہ مسئلہ امام رازی کے بغیر کوئی حل نہیں کرسکتا۔ جب مرید دروازے سے نکلا تو امام رازی نے اپنا نام دیکھ لیا اور مرید کو آواز دیدی کہ یہ کیا ہے مرید نے کہا پیر صاحب کو ایک مسئلہ پیش آیا ہے ملکِ شام کو امام

رازی کے پاس جارہاہوں امام صاحب نے کہا کہ مسئلہ کوحل کرنا ہے یاامام رازی کے پیچھے پھرنا ہے مرید نے کہا پیر صاحب سے پوچھ لیتاہوں مرید پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ کئی دنوں سے ایک آدمی استنجاء کے ڈھیلے بنارہاہے وہ کہتا ہے کہ مسئلہ کاحل چاہئے یاامام رازی۔پیر صاحب نے کہا مسئلہ کا حال چاہئے مرید آگیا اورامام رازی نے وہ مسئلہ حل کیا مرید واپس گیا جب پیر صاحب نے مسئلہ دیکھا تو دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ **فو اللّٰـه هذا امام الرازی**۔امام رازی نے کہا''**كيف عرفتهٗ**'پیرصاحب نے فرمایا''**هٰذه معلفة العراب** ''پھرامام رازی نے بیعت کی توامام رازی سے امام فخرالدین رازی بن گیا۔

(۷)امام رازیؒ پرموت کے وقت شیطان کے حملے کاواقعہ

امام فخرالدین رازیؒ بہت بڑے اللہ والے گزرے ہیں۔آپ شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے بیعت تھے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں سودلائل جمع کیئے۔

جب امام رازیؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان آپ کو پھسلانے کے لئے آپ کے پاس آیا۔نزع کے وقت شیطان انسان کوگمراہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زورلگا تاہے تاکہ مرتے وقت وہ ایمان سے ہاتھ دھوبیٹھے۔شیطان نے آکرامام رازیؒ سے پوچھا کہ تم نے ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزاردی۔کیاتم نے اللہ کو پہچانا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا::''بے شک اللہ ایک ہے''۔شیطان کہنے لگا: کوئی دلیل دو۔آپ نے توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ایک دلیل دی۔شیطان نے چونکہ انسانیت کوگمراہ کرنے کی قسمیں کھائی ہوئی ہیں اس نے آپ کی بتائی ہوئی دلیل توڑدی۔آپ نے دوسری دلیل دی۔اس نے وہ بھی توڑدی۔یہاں تک کہ امام رازیؒ نے سودلائل دیئے مگراس نے سب دلائل ردکردیئے۔اب امام رازیؒ بہت پریشان ہوئے۔

اس وقت آپ کے پیرومرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ دوردراز کسی جگہ پر وضو فرمارہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازیؒ کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرمادیا۔انہوں نے غصہ میں آکر وہ لوٹا جس سے وضوفرمارہے تھے دیوار پر مارا اور امام رازیؒ کو پکار کر کہا کہ تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ کا غصہ سے بھرا چہرہ امام فخر الدین رازیؒ کے بالکل سامنے تھا۔سبحان اللہ،نسبت کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امام رازیؒ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت ص۲۷)

(۸)اخلاص کیساتھ خدمت کا واقعہ

حضرت مرشد عالمؒ سائیں فتح علی کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سراج الدینؒ کی خانقاہ میں ایک آدمی پھتو نامی بالکل ان پڑھ جاہل تھا۔اسے قرآن پاک بھی پڑھنا نہیں آتا تھا مگر حضرت کے ساتھ جب بیعت کی تو گویا بک گیا۔اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کردیا، حضرت کی خدمت میں رہنے لگ گیا۔حضرت کو وہاں پر کئی ایکڑ زمین ملی ہوئی تھی۔پھتو کہنے لگا، حضرت! اگر پہاڑ کو فلاں جگہ سے کاٹ دیا جائے تو یہ پانی رخ بدل لے گا اور آپ کی زمین کار آمد بن جائے گی۔حضرت نے فرمایا: یہ تو بہت مشکل کام ہے۔کہنے لگا: حضرت! بس اجازت دے دیجئے۔حضرت نے جب پھتو کی سچی طلب دیکھی تو اجازت دے دی۔ چنانچہ پھتو نے کدال ہاتھ میں لی اور وہاں جاکر چٹانوں کو توڑنا شروع کردیا۔لوگ آکر پوچھتے: پھتو! کیا کررہے ہو؟ وہ کہتا: پہاڑ کاٹ کر دریا کا رخ موڑنا چاہتا ہوں۔لوگ ہنس کے چل دیتے اور کہتے کہ لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ بیوقوف مرگئے ہیں: دیکھو! وہ سامنے موجود ہے۔پھتو کسی کی بات پر کان نہ دھرتا،بس اپنے کام میں لگارہتا۔میرے دوستو! پہاڑوں کو توڑنا آسان نہیں ہوتا، دریاؤں کا رخ موڑنا آسان نہیں ہوتا،مگر جب عشق کا جذبہ ساتھ شامل ہوتا ہے تو پھر پہاڑ بھی

☆

موم بن جایا کرتے ہیں پھر اللہ ربّ العزت راستے نکال دیا کرتے ہیں۔

ہر ضربِ تیشہ ساغر کیف وصال دوست

''تیشے کی ہر ضرب ایسی ہوتی ہے جیسا کہ وہ دوست کے وصل کا جام پی رہا ہو''

وہ تیشے مار رہا تھا اور محبت کی لذتیں اٹھا رہا تھا۔ایک وقت آیا کہ پہاڑ کا حصہ کٹ گیا۔دریا کا رخ بدلا اور حضرت کی زمین قابلِ کاشت بن گئی۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد حضرت نے مکانات بنوانے تھے کیونکہ خانقاہ پر مہمانوں کی آمدورفت زیادہ تھی اور رہائش کا انتظام کم تھا۔چنانچہ مستری کام پر لگا دیئے گئے۔مستری تو دوپہر کے وقت آرام کرتے مگر پھتو سوچتا کہ مستری اٹھیں گے اور میں اس وقت گارا بناؤں گا تو اس سے تو وقت ضائع ہو جائے گا۔مستری تو انتظار میں بیٹھے رہیں گے اور کام تو میرے حضرت کا ہے۔چنانچہ جب مستری سو جاتے ،تو اس وقت پھتو گارا بنایا کرتا تھا اور کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔جی ہاں، محبت اظہار تو نہیں چاہتی، محبت تو اخفا چاہتی ہے۔

وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں

لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

چنانچہ پھتو اسی طرح گارا بناتا رہا۔حضرت خواجہ صاحبؒ ایک دن دوپہر کے وقت اٹھے، بالکونی سے باہر دیکھا، دھوپ کی وجہ سے سب لوگ سوئے ہوئے تھے۔اکیلا عاشق گارا بنا رہا تھا۔پسینے میں شرابور مگر عشق و محبت کے ساتھ وہ اپنی کسّی چلا رہا تھا۔حضرت نے جب دیکھا تو آپ کو طلب صادق نظر آئی۔چنانچہ ایک آدمی کو بھیجا کہ پھتو کو بلا کر لاؤ۔اس آدمی نے جب جا کر کہا تو پھتو ڈر گیا کہ شاید مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔۔کہنے لگا: اچھا میں ابھی ذرا بدن دھولوں اور کپڑے بدل لوں پھر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔حضرت کو پتہ چلا تو فرمایا: نہیں، اسے کہو کہ اسی حالت میں میرے پاس آئے۔چنانچہ پھتو اسی حالت

میں آپ کے پاس آیا۔آپ نے اسی وقت سینے سے لگایا اور نسبت کو القا فرما دیا۔

اب پھتو رونے بیٹھ گیا۔کہنے لگا،حضرت! میں تو جاہل مطلق ہوں، مجھے بالکل کچھ نہیں آتا،قرآن بھی پڑھا ہوا نہیں ہوں اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تجھے خلافت دے دی مگر میں تو اسکا مستحق نہیں ہوں۔حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا،نعمت دینا اللہ کا کام۔اس نے دل میں ڈالا اس لئے ہم اب اسے روک نہیں سکتے تھے۔ہم نے دیکھا کہ برتن صاف ہے لہٰذا ہم نے نعمت برتن میں ڈال دی۔اب اللہ تعالیٰ خود مہربانی فرمائے گا۔

خیر پھتو کو نسبت ملی تو نسبت نے اپنے پھل پھول نکالنے شروع کر دیئے۔اس نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔کچھ اور وقت گزرا تو پھتو سائیں فتح علی بن گیا،حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء اس سے بیعت ہونے لگ گئے۔حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حج کیا۔اسی دوران میں سائیں فتح علی بھی مکہ مکرمہ میں تھے۔مدرسہ صولتیہ میں علماء کا مجمع تھا۔میں نے دیکھا کہ علماء تو زمین پر چٹائیاں بچھا کر سوئے ہوئے ہیں جبکہ ان کے درمیان میں سائیں فتح علیؒ کیلئے چارپائی بچھائی گئی تھی۔یہ نعمت ایسی چیز ہے کہ یہ پھتو کو سائیں فتح علی بنا دیا کرتی ہے۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۱۸۶)

(۹) خواجہ عبدالمالک چوک قریشی کی بیعت کا واقعہ

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ چوک قریشی والے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔وہ خود فرماتے تھے کہ میں اپنے شیخ خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خدمت میں رہتا تھا۔ باقی پیر بھائی تو شیخ کی صحبت میں رہتے لیکن میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔میں خانقاہ کے مہمانوں کی خدمت ہی کیا کرتا تھا اور پیر و مرشد کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ایک دفعہ خواجہ فضل علی قریشیؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم عبدالمالک کو خلافت دے دو۔فرماتے ہیں

کہ جب خلافت ملی تو میں بہت حیران ہوا کہ میں تو اس قابل نہیں تھا۔ایک دو گھنٹہ تو روتا ہی رہا۔ دوسرے خلفاء نے تسلی دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بوجھ سر پر رکھا ہے تو اٹھانے کی توفیق بھی دیں گے۔ کہنے لگے کہ میں نے اپنے دل میں نیت کرلی کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔اگر چہ حضرتؒ نے یہ امانت دے دی ہے۔مگر میں یہ آگے کسی کو دینے کا اہل نہیں اس لئے میں کسی شخص کو بیعت نہیں کروں گا۔اسی طرح حضرت کی خدمت میں ایک سال گزر گیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آگ سینک رہے تھے کہ حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ نے میری طرف غصے سے دیکھا۔میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی۔ میں نے پوچھا،حضرت! خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے: ابھی ابھی مجھے کشف میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا ہے۔محبوب ﷺ نے فرمایا ہے عبدالمالک سے کہو کہ اس نعمت کو تقسیم کرے ورنہ ہم اس نعمت کو واپس لے لیں گے،اور چونکہ محبوب ﷺ کی طرف سے یہ حکم ہے اس لئے تم اپنا بستر اٹھاؤ اور جیسے ہی اندھیرا ختم ہوا اپنے گھر جاؤ۔وہاں جا کے لوگوں کو اللہ اللہ سکھاؤ۔میں تو روتا رہ گیا اور حضرت نے میرا سامان میرے سر پر رکھا اور خانقاہ سے رخصت کر دیا۔فرمانے لگے کہ میں نے نکلتے نکلتے کہا حضرت! میں اب کوئی معاشی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ اتنے سال ذکراذکار میں گزار دیئے،اس لئے میرے لئے رزق کی دعا فرمادیں۔تو فرمایا کہ(اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن)(البقرہ:۱۵۳)(اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے) میرے قریبی تعلق داروں اور رشتہ داروں میں کوئی ایک رشتہ گھر والوں نے پہلے ہی طے کیا ہوا تھا۔ چنانچہ گھر آتے ہی ماں باپ نے میری شادی کر دی۔شادی کے ابتدائی دنوں میں کھانے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا۔ بیوی مجھے ایسی صابرہ ملی کہ وہ مجھے کہتی کہ آپ درخت کے پتے ہی لے آئیں۔میں درخت کے پتے لاتا وہ بھی کھالیتی میں بھی کھالیتا اور ایک وقت کا گزارہ کر لیتے۔

☆

ایک دن میرا ایک پیر بھائی میرے گھر آیا۔وہ حضرتؒ کے پاس گیا ہوا تھا۔جب وہ آنے لگا تو حضرتؒ نے اسے ایک چھوٹی سی دس کلو گندم کی بوری دی اور ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ عبدالمالک کو دے دینا۔

وہ دوپہر کو میرے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔پسینے میں شرابور بوری سر پر اٹھائی ہوئی تھی۔میں نے پوچھا،سناؤ بھئی! کہاں جارہے ہو؟اس نے کہا،خانقاہ شریف۔وہ یہ سمجھا کہ پوچھ رہے ہیں کہ کہاں سے آرہے ہو؟اب میں کچھ اور پوچھ رہا تھا وہ کچھ اور بتارہا تھا۔میں نے اسے بٹھایا کہ یہ خانقاہ شریف جارہا ہے اور لنگر کے لئے یہ گندم لے کر جارہا ہے۔گھر آکر بیوی سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانا دو۔اس نے کہا کہ گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔مگر بیوی سمجھ دار تھی۔اس نے مجھے کہا کہ اگر وہ حضرت کی خانقاہ کے لئے گندم لے کے جارہا ہے تو اس سے جا کے اجازت مانگ لو کہ ہم اس گندم میں سے تھوڑی سی پیس لیں۔پھر اس آٹے کی روٹی پکا کر اس کو کھلا دیتے ہیں۔کہنے لگے کہ اس میں بھلا کونسی شرم کی بات ہے۔میں نے اسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اسی گندم میں سے تھوڑی سے روٹی بنادی جائے۔وہ فرمانے لگے کہ میں یہ سمجھا کہ گندم تو گھر میں بھی پڑی ہے لیکن چونکہ آپ میرے حضرت سے لائے ہیں تو برکت کے لئے ہم اسی میں سے روٹی پکا دیتے ہیں۔کہنے لگے کہ ہاں اسی میں سے پکا دیں۔میں نے اس میں سے تھوڑی سی گندم لی،بیوی کو دی،اس نے چکی میں ڈالی اور آٹا نکال کر اور چکی کے پاٹوں کو اچھی طرح صاف کر کے پورے آٹے کی روٹی پکا کر سامنے رکھ دی۔

جب مہمان نے روٹی کھالی تو ہم نے اسے لسی پلا کے سلا دیا۔سونے کے بعد جب وہ اٹھا تو اس نے ایک رقعہ دیا۔میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟اس نے کہا کہ یہ بھی حضرت نے دیا ہے۔تب بات سمجھ میں آئی کہ حضرتؒ نے وہ گندم کی چھوٹی سی بوری اس عاجز کی خانقاہ کے لئے دی تھی۔کہنے لگے کہ میں خانقاہ کا لفظ سن کے حیران ہوا۔خود کھانے کو ملتا نہیں اور لنگر کے لئے

گندم آئی ہے۔ میں نے بیوی کو جا کر بتایا۔ کہنے لگی کہ پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے۔ میں نے پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ عبدالمالک! تم اللہ اللہ کرو اور کراؤ اور اس گندم کو کسی بند جگہ میں ڈال دو اور اس رقعے کو بھی اسی میں ڈال دینا اور ایک سوراخ بنالینا اور اس میں سے تم گندم نکال کر استعمال کرنا، یہ تمہارے لنگر کے لئے ہے۔ نیچے لکھا ہوا تھا کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْن﴾ (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

میری بیوی نے ایک کلوٹی میں وہ گندم ڈال دی۔ اس کے نیچے گندم نکالنے کے لئے سوراخ بنا دیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اس میں سے کچھ گندم نکالتی اور استعمال کرتی، جب کہیں سے اور گندم آجاتی تو وہ بھی اوپر سے اس میں ڈال دیتی۔ الحمدللہ آج اس گندم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں چالیس سال گزر گئے ہیں آج تک کلوٹی میں گندم ختم ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ آج بھی میری خانقاہ میں دو تین سو سالکین تک کا روزانہ مجمع رہتا ہے اور سال کے آخر پر ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں شریک ہوتے ہیں۔ چالیس سال سے ہم لوگ اسی گندم کو استعمال کر رہے ہیں۔

الغرض کہ خلفاء حضرات اشاعت دین کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور اس طرح ڈٹ کر کام کریں کہ بس تمام توانائیاں اس میں لگا دیں۔ اللہ کے نام کو پھیلانے کیلئے اپنے چین وآرام کو قربان کردیں اور جہاں کہیں بھی دین کا تقاضا ہو پہنچیں۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۲۱۰)

(۱۰) فضل علیؒ کا ایک بزرگ کی قبر کیساتھ مراقبہ کرنے کا واقعہ

ایک وقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی مسجد میں حلقۂ ذکر اللہ قائم ہوا۔ حضرت قریشی کی توجہات سے جذبات خوب امنڈ کر طلباء پر واقع ہوئے۔ علماء میں کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ سب کے حسنِ عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔

قیام دیوبند کے اثناء میں حضرت قبلہ قریشی نے ایک دن قبرستان میں مولانا محمد قاسم

صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور شیخ الہند مولانا محمودالحسن صاحب کے مزارات کے قریب مع جماعت مراقبہ فرمایا۔ مراقبہ میں خلافِ عادت کافی تاخیر ہوئی اور فراغت کے بعد مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ کیا میں کچھ احوال عرض کروں میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ جماعت علماء کی ہے اور اہل دانش وبینش کا اجتماع ہے، اس لئے یہاں اظہار کشف وبیان میں کوئی خطرہ نہیں ہے آپ نے بجواب حضرت صدیقی فرمایا کہ میں نے آج مراقبہ (غنودگی) میں ایک واقعہ دیکھا۔ ایک نہایت سرسبز میدان ہے جس میں محدثین دیوبند دہلی اور گنگوہ کے موجود ہیں جس کی تفصیل بھی حضرت نے فرمائی۔ غالبًا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی، شاہ عبدالعزیزؒ صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ الہند مولانا محمودالحسن صاحب اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری وغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ یہ سب حضرات حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے لئے جمع تھے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ان سب حضرات نے مصافحہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مصافحہ لیا۔ مجھے (قریشی صاحب کو) بھی مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ بعدِ مصافحہ حضور اکرم ﷺ نے بطور اظہار خوشنودی فرمایا کہ یہ لوگ میری سنت کے زندہ کرنے والے ''محیی السنّت'' ہیں۔ میں (صدیقی صاحب) نے عرض کیا۔ حضرت کچھ لوگ ان پر بدظنیاں کرتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ چمگادڑ صفت لوگوں کا کچھ علاج نہیں۔ یہ حالات علماء کے ذریعے حضرت مدنی تک پہنچے۔ انہوں نے انتہائی خوشی کے عالم میں فرمایا۔ کہ ہمیں شیخ وقت کی زبان مبارک سے دنیا کے عالم میں خبر مل گئی، کہ ہمارے اکابر مقبول بارگاہِ رسالت ہیں۔ **الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ**۔

الغرض دیوبند کے سہ روزہ قیام میں علماء فضلاء وصلحاء کے علاوہ اکابر شیوخ دیوبند حضرت قبلہ قریشی سے بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آتے رہے اور آپ کے ساتھ انتہائی تعظیم واحترام کا سلوک کرتے رہے۔ دیوبند کے اکثر طلباء حضرت کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ قطب الارشاد حضرت قریشی کا دیوبند کا یہ تبلیغی دورہ از ہمہ باب پوری

طرح کامیاب رہا۔ (تجلیات صدیقی ص ۷۸)

(۱۱) عبدالمالک صدیقی کا اپنے بھائی کے ساتھ ملاقات کا واقعہ

حضرت مرشد صدیقی بیان فرماتے ہیں کہ جب میں حج کے ارکان ادا کرنے لگا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرر ہا تھا تو اچانک بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا۔ مجھے بھی اندر جانے کا شوق پیدا ہوا۔ پھر میں نے دعا کی۔ کیونکہ میرے نزدیک پیسے دے کر اندر جانا ناجائز ہے میں ہر شوط پر دعا کرتا تھا۔ آخر ساتویں شوط کے ختم پر ملتزم شریف کی حاضری پر دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر میں مقبول بارگاہِ خداوندی ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے داخلہ بیت اللہ مرحمت فرمائیں گے۔ اور اگر مردود ہوں تو مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس وسوسہ کے بعد چلا۔ جہاں ملتزم شریف کی حد ختم ہو رہی تھی تو اچانک بیت اللہ شریف کا زینہ خالی کیا گیا۔ اور سپاہی کے ذریعے سے راستہ خالی کرایا گیا۔ جملہ حجاج کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو بیت اللہ کے کلید بردار ایک سفید ریش نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ آجائیں۔ میں خائف ہوا کہ بولنے والا مجھے خاص طور پر اشارہ کر کے بلا رہا ہے کیا راز ہے۔ میں رک گیا اور دیکھتا رہا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا کہ آپ آجائیں میں بلا رہا ہوں۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ بھول رہے ہوں اور بعد میں مجھے زینے سے دھکا دے کر گرا دیں۔ خیر میں دل مضبوط کر کے زینہ پر چڑھا۔ دوسرا کلید بردار سفید ریش وہاں موجود تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب میں دروازہ مبارک پر پہنچا۔ دونوں کلید برداروں نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور مجھے کہا کہ اپنے ہمراہ اپنی جماعت کو بھی بلا لیں۔ میں نے آہستہ آواز میں اور ہاتھ کے اشارے سے جماعت کے افراد کو بلایا۔ چنانچہ جماعت کے تمام افراد میرے ہمراہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو گئے۔ میرے دل پر داخلہ کے وقت یہ حالت طاری (القاء) ہوئی کہ حضور اکرم ﷺ نے داخلہ بیت اللہ کے وقت اول ستون تک سات قدم کئے تھے چنانچہ میں نے چھوٹے چھوٹے

سات قدم اتباع سنت میں کیئے۔اور ستون اول کے پاس حاضر ہوکر دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیئے۔اور ایسا ہی اور دوستوں نے بیت اللہ کے چاروں کونوں میں نوافل ادا کیئے۔اس کے بعد ہم کو کوئی نکالنے والا نہیں تھا۔جیسا کہ اور لوگوں کو نکالا جا رہا تھا۔ ہم لوگ ایک طرف توبہ کے دروازے کی جانب بیٹھ کر مراقب ہوگئے۔مراقبہ کے اول دو حضرات نے تجدید بیعت کے لئے کہا۔جن میں ایک حافظ غلام حبیب صاحب تھے۔تیسرے ایک اور صاحب بھی تھے جو میرے ساتھ ہی عراقی کونے کے اندر میرے والد کی شکل کے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عربی زبان بولتے تھے انہوں نے بھی بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور درخواست کی کہ مجھے بھی بیعت کرو۔؛میں نے عذر کیا کہ میں دور کا ہوں۔آپ رہنے دیں۔چنانچہ وہ چپ ہوکر میرے ساتھ بیٹھے رہے۔مراقبہ میں برابر شامل رہے۔الحمد للہ فیضانِ الٰہیہ مثل بارانِ رحمت نصیب ہوا۔مگر جب یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ مبادا کسی کا وضو ساقط ہوگیا تو چونکہ ہم بیت اللہ کے اندر ہیں یہ بے ادبی ہوگی اور اس کا سبب میں بنوں گا۔معاً مراقبہ ختم کیا اور دعا کی۔جب اٹھ کر دروازے پر آئے تو کلید بردار نے پھر مصافحہ کیا رخصت کا۔اور ساتھ ہی فرمایا کہ کل صبح میری چائے کی دعوت قبول فرمایئے چنانچہ میں نے وعدہ کیا کہ بہت بہتر میں حاضر ہوں گا۔صبح کو حاضری نصیب ہوئی۔اور چائے چونکہ میں پیا نہیں کرتا مگر احتراماً میں ان کے ہاتھ سے پیالی لیکر اپنے لبوں تک لے گیا اور ادباً عرض کیا کہ میں چونکہ چائے پیا نہیں کرتا اس لئے آپ اسے اشارتاً میرا چائے پینا قبول کریں۔میری چائے کو خود میزبان صاحب نے نوش فرمایا۔میرے ساتھیوں نے چائے نوش کی۔اور وہ حضرات بہت خوش ہوئے۔اس کے بعد اسی سفر میں مزید چار مرتبہ بیت اللہ شریف کا داخلہ مرحمت فرمایا۔جب پانچ مرتبہ داخلہ کی سعادت مکمل ہوگئی تو میرے دل میں یہ شوق پیدا نہ ہوا کہ میں مزید داخل ہوں۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے پانچ مرتبہ داخلہ فرمانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو امت پر یہ داخلہ گران نہ ہوتا۔

☆

یادداشت میں نقص واقع ہے کہ عربستان میں بواپسی عجم یہ خیال پیدا ہوا کہ بیت اللہ شریف میں عراقی گوشے میں جن عربی صاحب نے بیعت کی خواہش ظاہر کی اور میں نے دوری کے عذر سے بیعت نہیں کیا تھا کہ وہ میرے حقیقی بھائی ہوں گے۔جن کو عالم شیرخوارگی میں ملائکہ نے اٹھالیا تھا اور جن کا نام عبدالقادر تھا اور جن کو عراق اور شام کے ابدالوں میں داخل کیا گیا تھا کہ وہاں ایک ابدال فوت ہو چکا ہے استخارۂ علماء وصلحاء سے میرے والدین کو یہ اطلاع ملی تھی۔اس مرتبہ یہ شبہ قوی ہوا کہ اولاً تو وہ میرے والد کے ہم شکل اور بہت مشابہہ تھے۔دوسرے بیت اللہ کا داخلہ اتنی آسانی اور آرام سے نصیب ہوا۔غالباً اس میرے بھائی ابدال کے طفیل میں اللہ کریم نے عطا فرمایا۔**الحمد للہ ثم الحمد للہ**

(تجلیات صدیقی ص ۱۴۳)

(۱۲) فضل علی قریشیؒ کا اپنے مرید کو توجہ دینے کا واقعہ

حضرت عبدالمالک صدیقیؒ اپنے شیخ حضرت فضل قریشیؒ کی طرف سے نسبت ملنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں چنی گوٹھ ریاست بہاولپور میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت اپنی جماعت کے ہمراہ شہر کے نواح میں تشریف لے گئے۔اچانک ان پر نہ جانے کیا کیفیت طاری ہوئی کہ دفعتاً اٹھے اور استغراق کی حالت میں جنگل کی طرف دوڑنے لگے اور ساتھ ہی مجھے آوازیں بھی دیتے جارہے تھے۔میں چونکہ آبادی میں تھا،لہٰذا حضرت کے خدام مجھے ڈھونڈنے کیلئے نکلے۔میرے ایک پیر بھائی حضرت مولانا عبدالغفار صاحب مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے مجھ تک پہنچے اور کہا کہ جلدی چلو شیخ کی تو یہ حالت ہے۔میں جلدی سے شیخ کی خدمت میں پہنچا۔حضرت پر ابھی وہی کیفیت طاری تھی میں نے عرض کیا: حضرت میں حاضر ہوں۔حضرت شیخ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: آگئے؟ میں نے کہا: جی حضرت۔پھر حضرت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔اور دعا فرمائی اور اپنے نعلین مبارک میری طرف بڑھائے کہ ان کو پہن لے۔میں بے ادبی

کے خوف سے ڈرا کہ اپنا گندا پاؤں حضرت کے نعلین میں کیسے ڈالوں۔ حضرت نے تین بار اصرار فرمایا۔ میں نے دل ہی دل میں دعا کی کہ یا اللہ! حضرت شیخ کے قلب میں القا فرمادے کہ میں ان کے فرمان پر گویا کہ عمل کر چکا لیکن عملاً یہ گستاخی نہیں کرسکتا۔ میری دعا قبول ہوئی۔ حضرت نے تیسری دفعہ کے بعد دوبارہ اصرار نہ فرمایا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تیرا پاؤں اور میرا پاؤں برابر ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے حضرت نے نعلین پہن لیے۔

حضرت عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ احمد پور رکنے کا تھا لیکن مجھے محسوس ہوا کہ حضرت مجھے فقیر پور ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ راستہ میں بہت سا بوجھ اٹھانا ہے کون ہے جو میرے ساتھ چلے گا؟ میں حیران تھا کہ کونسا ایسا بوجھ ہے جو اٹھانا ہے۔ بہر حال پوری جماعت میں سے حاجی کریم بخش، مولانا عبدالغفار صاحب اور میں نے ساتھ چلنے کے لئے اپنے نام پیش کیے۔ راستے میں ایک مقام پر جب کہ حضرت گھوڑے پر سوار تھے اور میں حضرت کے دائیں جانب ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ کونسا سبق کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا ''مراقبہ معیت''۔ حضرت نے مراقبہ معیت کی کچھ تفصیلات بیان فرمائیں اور مزید فرمایا کہ ولی کی انتہا مراقبہ معیت تک ہے اس سے آگے انبیاء علیہم السلام کے مقامات شروع ہوتے ہیں اور پھر دفعتاً مجھے نسبت القا فرمائی۔ میرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی جیسے میرے سر پر اور وجود پر بوجھل سامان رکھ دیا گیا ہو۔ میں گرنے لگا کہ اچانک میرا ہاتھ گھوڑی کی خرجین پر پڑا اور میں لڑھکتا اور گھسٹتا ہوا کافی دور تک چلا گیا، پھر میں سنبھل گیا اور چلنے کے قابل ہوا۔ میرے بعد حضرت نے بائیں جانب مولانا عبدالغفار صاحب اور حاجی کریم بخش صاحب سے ان کے اسباق کے بارے میں پوچھا، ان کے اسباق مجھ سے پیچھے تھے۔ حضرت نے ان کو بھی نسبت القا فرمائی لیکن ان کی وہ حالت نہ ہوئی جیسے میری ہوئی تھی۔

علی پور سے گزر کر ہم حضرت کے مقام فقیر پور شریف پہنچ گئے۔ حضرت اپنے دولت

خانہ سے دو عمامے لائے اور حاجی کریم بخش صاحب سے فرمایا کہ یہ عمامہ جو میرے ہاتھ میں ہے یہ میرا استعمال شدہ ہے اور دوسرا نیا ہے، تمہیں کونسا پسند ہے۔ حاجی کریم بخش صاحب نے مستعمل عمامے کو پسند کیا۔ حضرت نے وہ ان کو دے دیا اور نیا عمامہ مولانا عبدالغفار صاحب کو عطا کر دیا۔ میرے متعلق فرمایا کہ اس کو میں نعلین پہلے ہی دے چکا ہوں۔ اس وقت مجھ پر یہ راز کھلا کہ نعلین مبارک دینے اور جنگل میں دوڑنے کا کیا راز تھا۔ ایسی کیفیت اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔ مولوی نور بخش صاحب پر گریہ طاری ہوگیا۔ میں نے پوچھا، آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہم جملہ خلفا تو یونہی رہے، حضرت نے تمہیں نعلین مبارک عطا فرما دیئے اور قدم بقدم چلنے کی سعادت سے مشرف فرمایا۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۱۸۸)

(۱۳) تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت کا واقعہ

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں علماء کا پندرہ روزہ تربیتی کیمپ لگا ہوا تھا، ایک عالم نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اقامت ہو جاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے، تھوڑا سا ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

حضرتؒ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علماء ہیں آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی رہتی ہے۔ مگر میں تو فقیر آدمی ہوں۔ نماز پڑھانے کیلئے مصلیٰ پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا، میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا۔ جن کو نسبت ومعیت الٰہی کا نور نصیب ہوجاتا ہے تو پھر وہ ایسی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ (اہلِ دِل کے تڑپا دینے والے واقعات ص ۱۵۰)

(۱۴) تیسرے دن خلافت دینے کا واقعہ

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ گئے۔ بیعت ہوئے اور انہوں نے تیسرے دن انہیں خلافت دے دی۔ جب ان کو تیسرے دن خلافت ملی تو وہاں کے جو مقامی لوگ تھے وہ کہنے لگے۔ حضرت یہ دور سے آیا ہے اور تین دن میں اسکو یہ نعمت مل گئی۔ مگر ہم لوگ بھی مدتوں سے آپ کی خدمت میں پڑے ہیں۔ ہم پر بھی نظر کرم فرمادیں، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا: اچھا آپ کو سمجھائیں گے۔

دوسرے دن انہوں نے بہت ساری مرغیاں منگوائیں اور ان تمام لوگوں کو دیں جنہوں نے اعتراض کیا تھا اور ایک بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو بھی دی، اور سب سے فرمایا کہ اس مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، چنانچہ کوئی درخت کی اوٹ میں ذبح کر کے لایا، اور کوئی دیوار کے پیچھے ذبح کر کے لایا سب نے ذبح کر کے لا دیں اور حضرت کو دکھائیں مگر بہاء الدین زکریا ملتانی تھوڑی دیر کے بعد آئے اور رونا شروع کر دیا، حضرت نے پوچھا بھئی تم کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، مگر میں جہاں بھی گیا، وہاں میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا تھا، جس کی وجہ سے میں ذبح نہ کر سکا اور یوں آپ کے حکم پر عمل نہیں ہو سکا۔ (اہل دِل کے تڑپا دینے والے واقعات ص ۱۵۱)

(۱۵) خانقاہ کی مٹی کے ادب کا واقعہ

سلطان محمود غزنویؒ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا وہ جنت کی سیر کر رہا تھا۔ اس نے کہا بھئی! آپ تو دنیا کے بادشاہ تھے، اور آخرت میں بادشاہوں کا بڑا برا حال ہوتا ہے۔ ان کا تو لمبا چوڑا حساب وکتاب ہوتا ہے اور آپ کو میں جنت میں دیکھ رہا ہوں اس

نے جواب دیا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا سا عمل تھا،لیکن پروردگار عالم کو وہی ایک عمل پسند آگیا،جس کی وجہ سے میری مغفرت کردی گئی،اس نے پوچھا وہ کونسا عمل ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ ابوالحسن خرقانیؒ کی خانقاہ پر گیا تھا وہاں لوگ جھاڑو دے رہے تھے،جس کی وجہ سے مٹی اڑ رہی تھی میں نے اس مٹی میں سے گزرتے ہوئے اس مٹی کو اس نیت سے چہرے پر مل لیا تھا کہ اللہ والوں کے کپڑے اور بستروں کی مٹی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو نے میرے راستے میں نکلنے والے درویشوں کی مٹی کی قدر کی اسی لئے اس کی برکت سے تیرے چہرے کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں۔سبحان اللہ

(اہل دِل کے تڑپا دینے والے واقعات ص ۱۶۲)

(۱۶) تمام قبرستان کی مغفرت کا واقعہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو جہاں ان کو دفن کیا گیا، وہاں سے خوشبو آتی رہی جیسے امام بخاری کو دفن کیا گیا تو خوشبو آتی تھی اب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ قبر سے خوشبو کیسے آئی او خدا کے بندے! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اگر پھول زمین پر پڑا ہو تو مٹی کے اندر خوشبو آجاتی ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی پھول کی مانند تھے۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدت با گل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

وہ گل تھے،اس پھول کی خوشبو مٹی میں سما گئی تھی اور پھر مٹی سے انسانوں کو محسوس ہونے

لگ گئی تھی کافی عرصہ کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے خلفاء میں سے کسی کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا اللہ رب العزت کے حضور میری پیشی ہوئی (حضرت کثیر البکاء تھے، ان کی طبیعت غمزدہ رہتی تھی) حضرت نے خواب میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ یہ سن کر میں اور زیادہ ڈر گیا کہ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے۔ جب میں اور زیادہ ڈر گیا تو مجھے فرمایا: احمد علی! تم اور ڈر گئے آج تمہارے ڈرنے کا دن نہیں، بلکہ انعام پانے کا دن ہے ہمیں تمہارا اکرام کرنا ہے لہٰذا ہم نے تمہاری مغفرت کی اور جس قبرستان میں تمہیں دفن کیا گیا ہم نے وہاں کے بھی تمام مردوں کی مغفرت کر دی، سبحان اللہ نسبت بڑی عجیب چیز ہے۔

(اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات ص ۱۷۴)

(۱۷) احمد علی لاہوریؒ کا شاہ اسماعیلؒ کی قبر کو جانے کا واقعہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین میں لکھا ہے کہ کوئی یہ بات مانے یا نہ مانے لیکن یہ واقعہ حقیقت ہے کہ احمد علی لاہوریؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے روضے کو گئے اور شاہ اسماعیلؒ سے بات چیت کی اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ بھی اُسے بتایا کہ میں خود اسماعیل ہو۔

تاریخ شہداء بالاکوٹ میں لکھا ہے کہ ایک سکھ نے میدان جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بدکلامی کی تو شاہ اسماعیلؒ نے قسم کھائی کہ جب تک تم کو جہنم میں نہ پہنچاؤں اس وقت تک نہیں مروں گا یہ قسم اور یہ بات اس نے کی تو اسی دوران میں ایک دشمن نے پیچھے کی طرف سے گردن پر نیزے سے وار کیا اور شاہ اسماعیلؒ کا سر مبارک زمین پر گر گیا لیکن پھر بھی صرف تن مبارک اُس گستاخ کے پیچھے تھا یہاں تک کہ اُس گستاخ رسول ﷺ کو جہنم تک پہنچا دیا اور خود اُس کے اوپر گر گیا یہ اولیاء اللہ تھے اور یہ اولیاء اللہ کا مقام عزت اور کرامت ہے۔ (منبر کی آواز ص ۱۸۵)

☆

(۱۸)شاہ ابوسعیدؒ کا بیعت کرنے کا عجیب واقعہ

شاہ ابوسعید صاحبؒ گنگوہی کا قصہ تو بہت مشہور ہے۔کہ بیعت کے لیے شاہ نظام الدینؒ بلخی کی خدمت میں گئے۔اور شاہ صاحب کو جب اطلاع ہوئی تو صاحبزادہ کے استقبال کے لیے ایک منزل تک آئے اور وہاں پہنچ کر بہت زیادہ اعزاز واکرام کے ساتھ لیکر بلخ پہنچے۔وہاں پہنچ کر ان کو مسند پر بٹھایا اور خود خادموں کی جگہ بیٹھے۔آخر جب شاہ ابوسعیدؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو شاہ صاحب نے بہت سی اشرفیاں نذر کیں۔اس وقت شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیاوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔نہ اس کے لیے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہیئے جو آپ ہمارے یہاں سے لیکر آئے ہیں۔بس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدینؒ آنکھ بدل گئے اور جھڑک کر کہا جاکر طویلہ میں بیٹھو،اور شکاری کتوں کے دانہ راتب کی خبر رکھو۔غرض یہ طویلہ میں شکاری کتے ان کی تحویل میں دیئے گئے۔کہ روز نہلائیں دھلائیں اور صاف ستھرا رکھیں۔کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کی جو کی دو روٹیاں دونوں وقت گھر سے لا دیا کرو اب شاہ ابوسعیدؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے، چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے۔کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا۔تین چار ماہ بعد حضرت شیخ نے ایک روز بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کر کے لیجائے تو اس دیوانے کے پاس سے گزریو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعیدؒ پر پڑی۔شاہ ابوسعیدؒ کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا اور فرمایا نہ ہوا گنگوہ۔بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے سنایا حضرت نے فرمایا ہاں ابھی بو ہے صاحبزادگی کی پھر دو ماہ تک خبر نہ لی اسکے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعیدؒ پر ڈال دے اور پھر دیکھو کہ کیا جواب ملتا ہے۔چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی اس مرتبہ شاہ ابوسعیدؒ نے کچھ کلمہ زبان سے نہ نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے۔بھنگن نے آکر حضرت شیخ کو عرض کیا آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے۔حضرت نے فرمایا ابھی کچھ بو باقی ہے پھر دو چار ماہ

کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ہوا ٹوکرا اس پر پھینک ہی ریجیو کہ پاؤں تک بھر جائیں ۔چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا۔مگر شاہ ابوسعیدؒ بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا اس لیے گھبرا گئے اور گڑ گڑا کر کہنے لگے مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی ۔یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کی کہ لا میں بھر دوں ۔بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آ کر کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ الٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر مرے ٹوکرے میں ڈالدی۔شیخ نے فرمایا بس اب کام ہوگیا اسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے ۔کتوں کو تیار کر کے ہمراہ چلنا۔شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے۔شاہ ابوسعیدؒ کتوں کی زنجیر تھامے پا بر کاب ہوئے ۔کتے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابوسعیدؒ بیچارے سوکھے بدن کمزور۔اس لیے کتے ان سے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے۔آخر انہوں نے زنجیر کمر سے باندھ لی۔شکار جو نظر پڑا تو کتے اس پر لپکے اب شاہ ابوسعیدؒ بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے اور کتے ان کو کھینچتے کھینچتے چلے جارہے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چبھی بدن سارہ لہولہان ہوگیا مگر انہوں نے اف نہ کی جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپنے لگے کہ حضرت خفا ہوں گے اور فرمائیں گے کہ حکم کی تعمیل نہ کی ۔کتوں کو روکا کیوں نہیں ۔شیخ کو تو امتحان مقصود تھا سو ہولیا۔اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوسؒ کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں نظام الدین میں نے تم سے اتنی کڑی محنت نہ لی تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی۔صبح ہوتے ہی شاہ ابوسعیدؒ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا کہ خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لیے جاتے ہو۔مبارک ہو وطن جاؤ۔غرض مجاز حقیقت بنا کر ہندوستان واپس کیا۔قصہ تو بہت طویل ہے میں نے مختصراً لکھوایا۔اور اس قسم کے بہت سے مجاہدات اس دور کے کتب تاریخ میں معروف ہیں۔

(شریعت اور طریقت کا تلازم)

(۱۹) حاجی محمد امین صاحبؒ کا حاجی صاحبؒ ترنگزئی سے بیعت کا ایک عجیب واقعہ

علاقہ مہمند میں آپ کی تشریف آوری اور حضرت
حاجی فضل واحد صاحبؒ سے بیعت

یہاں سے حضرت حاجی محمد امین صاحبؒ پیادہ چلتے ہوئے حضرت حاجی فضل واحد صاحب المعروف بہ حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ہاں (علاقہ مہمند لکڑو) غازی آباد سرخ کمر تشریف لے گئے۔حاجی صاحب ترنگزئیؒ بھی انگریز حکومت کے سخت دشمن تھے۔اور حضرت مولانا نجم الدین صاحب المعروف بہ ہڈے صاحبؒ کے خلیفہ اور زبردست مجاہد تھے۔ہر وقت انگریزوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔حضرت حاجی فضل واحد صاحبؒ کے لشکر کے تمام افراد نہایت صالح اور پرہیزگار تھے۔وہ دین اسلام کے پتنگ تھے۔اور ہر وقت جان و مال کی قربانی کیلئے تیار ہوتے۔جیسے پیاسے پانی کو دیکھ کر اس کی طرف لپکتے تھے۔اسی طرح حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے مرید انگریزی فوج کو دیکھ کر ان کی طرف لپکتے تھے۔جب مجاہد سرحد حضرت حاجی محمد امین صاحبؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور ان سے ملاقات ہوئی تو حاجی صاحب ترنگزئیؒ نے اسی وقت اپنی مریدی میں لے لیا اور ساتھ ہی آپ کو خلعت خلافت عطا فرمائی یہاں اس واقعہ کا ذکر ضروری ہے۔جو کہ خود حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک دوست نورداد خان جلوشیخ سے بیان فرمایا۔

نورداد خان صاحب فرماتے ہیں۔کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت کربوغہ صاحبؒ رحلت فرما گئے تو مجھے فکر ہوئی کہ اب کن سے تجدید بیعت کروں؟ان دنوں حضرت حاجی صاحب ترنگزئی/ کے نام کا سکہ چلتا تھا۔میں نے دل میں خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ صرف نام ہی ہو اور وہ سند یافتہ عالم اور عارف باللہ نہ

ہوں کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ خود پابند شریعت شخصیت تھے لہٰذا آپ پابند شریعت مرشد کی تلاش میں رہتے تھے فرماتے تھے کہ اسی وسوسے میں رہتے ہوئے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں نے اپنی کتابیں اپنی چادر میں اکٹھی کررکھی ہیں۔اوران کو اٹھا کرنا معلوم مقام کی طرف جارہا ہوں۔راستے میں ایک نورانی چہرے والے بزرگ ملے جو کہ سونے کی چوکی پر بیٹھے تھے۔انہوں نے مجھ سے فرمایا۔کہ کہاں جارہے ہو؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ سبق پڑھنے کیلئے جارہاہوں۔انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ نے سبق پڑھا ہے؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ جی ہاں پڑھا ہے! پھرانہوں نے ایک کتب خانہ کھولا اور ایک کتاب اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کو پڑھو میں نے بہت کوشش کی مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اس طرح بہت سی کتابیں دیکھنے کے بعد میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو انہوں نے فرمایا۔کہ تمہارے علم کی مثال لالٹین اور چراغ کی طرح ہے۔اور ہمارے علم کی مثال سورج کی مانند ہے۔اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں نے تہجد کی نماز پڑھی اور دل میں خیال کیا کہ واقعی حاجی صاحب ترنگزئیؒ ایک عارف باللہ شخصیت ہیں۔ میں نے اسی وقت دل میں ارادہ کیا اور پھر حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے بیعت کر لی۔

(حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی کرامات ص ۱۱)

(۲۰) میرے نانا صاحب کو حاجی محمد امین صاحبؒ کا خواب میں خلافت دینے کا واقعہ

ایک عقیدت مند روحانی بابرکت خواب: مولانا عبدالرؤف فرماتے ہیں کہ یہ حاجی صاحب کی دعاؤں کا اثر ہے کہ ہمارے جیسے لوگ بھی عزت کا وقت گزارتے ہیں فرماتے ہیں کہ

میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضورﷺ اور حضورﷺ کے چاروں دوست (حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) ان کے ساتھ موجود ہیں اور ان کے پیچھے حضرت حاجی صاحب ہیں اور میں ان کے پیچھے جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حاجی صاحب نے حضورﷺ کو درخواست کی کہ آپ میرے اس طالب علم کے لیے دعا فرمائیں تو حضورﷺ نے حضرت حاجی صاحب کی بات پر میرے لیئے دعا فرمائی۔

اسی طرح مجھے ایک دن خود فرمایا کہ میں حاجی محمد امین صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا میں نے بیعت کی اور بیعت کے ساتھ ساتھ ان سے سبق بھی شروع کیا کچھ مدت کے بعد میں نے اکوڑہ خٹک میں مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ اسباق کو برابر کیا اور دورہ حدیث بھی ان کے ساتھ مسجد میں کیا۔

اسی سال ۱۳۶۸ھ میں دارالعلوم حقانیہ کے بنانے کا مشورہ ہو گیا دارالعلوم کیلئے چندہ کرتے تھے۔ ولی بابا فرماتے تھے اس پر بہت خوش ہوں اور اس پر بھی کہ ابھی آپ دارالعلوم میں ہو بہرحال جب عاشق رسول حاجی محمد امین صاحبؒ وفات پا گئے پھر میں نے مولوی صاحب سے بیعت کی اسباق بھی ان سے پورے ہو گئے اور خلافت کی سند بھی دی۔

پھر ایک دن حاجی محمد امین صاحبؒ کی قبر کے ساتھ بیٹھ گیا بہت رویا اور کہا کہ حاجی صاحب میرے ہمسایہ بھی تھے۔ اور پیر اور استاد بھی تھے لیکن ان سے خلافت کی سند نہیں ملی بہت افسوس کر رہا تھا اور اداس تھا اسی رات جب سو گیا تو حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا اور مجھے کہہ رہا ہے کہ ناراض مت ہونا تم میرے بھی خلیفہ ہو اور اس کے بھی خلیفہ ہو اور خواب میں کچھ اشعار بھی کہے جن سے ایک شعر یہ بھی ہے اور باقی مجھ سے بھول گئے ہیں۔

﴿مونږ مخالفینو لره غشے دا جل یو﴾

از احسان الکریم ملنگ نقشبندی فاضل وخادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۲۱)حاجی صاحبؒ کا میاں محمد شفیق صاحبؒ کو تھپڑ رسید کرنے کا واقعہ

مولف کتاب کہتے ہیں کہ میرے استاد محترم حضرت مولانا میاں محمد شفیق باچا جی (فاضل دارالعلوم دیوبند)اور مترجم فضائل اعمال وفضائل صدقات اور چارسدہ کے مرکز کے امیر تھے نوراللہ مرقدہ۔

انہوں نے ہمیں دوران درس یہ قصہ بیان فرمایا کہ میں یتیم تھا اورسکول کا سبق نہیں پڑھتا تھا۔میرے چچا کہتے تھے۔کہ کل لوگ ہمیں عار دلائینگے کہ یہی ان کا بھتیجا یتیم رہ گیا تھا۔اوراس پرانہوں نے تعلیم نہیں کروائی توانہوں نے مجھے ترنگزئی باباجی کی خدمت میں پیش کیااور باباجی کو میرے حالات بیان کئے کہ یہ لڑکا پڑھتا نہیں اس کے لیے آپ دعا کریں۔باباجی شریف نے میری طرف دیکھا اورایک زوردار تھپڑ میری کمر پر رسید کیا میں دل میں بہت غصہ ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہے کہ لوگوں کو مارتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اپنے گھر واپس آئے تو میرے دل میں دینی تعلیم کا جذبہ پیدا ہوااور اس دن کے بعد میں نے دینی تعلیم شروع کرلی اور پھر دیوبند چلا گیا اور وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ (حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی کرامات ص۱۱)

(۲۲)ڈاکوؤں کو حاجی صاحب کی غیبی آواز پہنچ جانے کا واقعہ

صوبہ سرحد کے کہنہ مشق صحافی اورتحریک آزادی کے مشہور لیڈر حاجی غلام غوث صحرائی ایڈیٹر روزنامہ پاکستان پشاور نے مصنف کوانٹرویو دیتے ہوئے کہا۔میں اگرچہ ایک غریب اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوا۔مگر شروع شروع میں جب جوانی مستانی کے دن تھے مجھے پیروں فقیروں پراعتقاد نہیں تھا۔لیکن یہ خیال دل میں ضرور انگڑائیاں لے رہا تھا۔کہ زندگی کی رہنمائی کیلئے کسی مرشد کی تلاش ضروری ہے۔میں نے اس سلسلے میں ہندوستان کے مختلف مقامات کے

چکر کاٹے۔ بڑے بڑے پیروں کے ٹھکانوں پر پہنچا مگر میں کسی بھی آستانے پر مطمئن نہ ہوسکا۔ میں یونہی بہت دیر تک مرشد کی تلاش میں سرگردان رہا۔آخر کار ایک دن مجھے خواب میں ایک بزرگ نے کہا۔

''تم مرشد کی تلاش میں کیوں بھٹکتے پھر رہے ہو۔تم سیدھے حاجی صاحب ترنگزئی کے پاس جاؤاوران سے راہ حق کی طرف رہنمائی حاصل کرو''۔

یہ خواب دیکھ کر میں صبح اٹھا اور اپنے دوساتھیوں کوخواب کا قصہ سنایا انہوں نے کہا چلو ہم بھی غازی آباد چلتے ہیں۔اورحاجی صاحب کا دیدار کرتے ہیں۔ یہ۱۹۳۵ءکا واقعہ ہے۔ان دنوں حاجی صاحب گندھاب کی سڑک کی تعمیر کے سلسلے میں انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ہم شبقدر تک تو بس میں گئے۔اس کے بعد پیدل غازی آباد کی طرف روانہ ہوئے راستے میں شام کے قریب پہاڑی علاقے میں ایک سنسان جگہ پر تین آدمی ہمارے قریب آئے اور بندوقیں تان کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمارے حوالے کردو ورنہ ابھی گولیوں سے اڑادئے جاؤ گے۔ یہ سن کر ڈر کے مارے ہم کانپنے لگے۔اورجو کچھ تھا وہ ان کے حوالے کردیا۔میرے پاس ایک قیمتی گھڑی تھی وہ بھی انہوں نے میری کلائی سے اتار لی۔ہم سے سب کچھ چھین لینے کے بعد وہ ڈاکو چلے گئے۔اورہم بھی خوف وخطر کے عالم میں غازی آباد کی طرف چل پڑے۔ابھی ہم تھوڑی دور ہی گئے تھے۔کہ یہ ڈاکو بھاگتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے یہ لو اپنا سامان واپس لے لو۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ سامان واپس کیوں کررہے ہو۔اس نے کہا کہ ہم یہ سامان لیکر پہاڑوں سے گزر رہے تھے۔کہ پہاڑوں سے ایک غیبی آواز آئی کہ یہ ہمارے مہمان ہیں ان کا سامان واپس کردو۔ یہ آواز حاجی صاحب ترنگزئی کی ہے۔اور ہم نے یہ فیصلہ کررکھا ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے کسی مہمان کو دکھ نہ پہنچائیں گے۔کیونکہ وہ اسلام کیلئے جہاد کررہے ہیں۔

صحرائی صاحب نے بتایا کہ جب ہم غازی آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ حاجی صاحب تین

دن سے بیمار ہیں۔اور وہ اپنے حجرے میں بستر علالت پر پڑے ہیں۔اس واقعہ نے میرے دل کو مطمئن کردیا۔اور تیسرے دن جب حاجی صاحب بستر علالت سے اٹھ کر مجمع عام میں تشریف لائے تو مجھے پاس بلا کر کہا:

''بیٹا اپنے دل کو قابو میں رکھا کرو۔دل کو اتنا آزاد نہ چھوڑو کہ تم اس کے مرید بن جاؤ بلکہ اس پر قادر رہ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق چلاؤ۔اگر تم دل کے کہنے پر چلتے رہے تو پھر بھٹک جاؤ گے''۔اس کے بعد میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(حاجی صاحب ترنگزئی کے کرامات ص ۱۵)

(۲۳)ایک نوجوان کی بیعت کا واقعہ

حضرت سیلانی بادشاہؒ کا روضہ سمرسٹہ میں ہے۔ریگستان کا سفر کرتے ہوئے رات کو میں وہاں پہنچا کہ اچانک عشاء کی نماز کے بعد غالباً دو آدمیوں نے بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔میں نے صاحب مزار کا ادب کرتے ہوئے مزار مبارک کے شمالی جانب اندھیرے میں بیعت کیا تسبیح کھٹکائی۔بغرض توجہ کہ یکا یک ایک نوجوان مسجد کے اندر سے نکل کر صحن میں آیا۔اور میری جانب دیکھا۔تسبیح کی آواز سن کر اس نے بار بار میری جانب آمدورفت جاری رکھی۔جب میں توجہ سے فارغ ہوا تو وہ شخص مسجد کا چراغ اٹھا کر میری جانب لایا۔اور میرا چہرہ دیکھا اور پھر جا کر چراغ رکھ کر میرے پاس آیا اور بیعت کی درخواست کی میں نے استفسار کیا۔کہ چراغ لا کر میرا چہرہ دیکھا اور پھر بیعت کی درخواست کرنا اس میں کیا راز ہے اگر تم نے یہ عمل نہ کیا ہوتا۔تو میں نے پوچھتا اور بیعت کر لیتا۔اس نوجوان نے کہا کہ میں نے تونسہ شریف میں حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کے مزار مبارک پر چلہ کھینچا کہ معلوم ہو جائے کہ میری قسمت کس کے سینے میں ہے۔آخری شب میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ اور خواجہ اللہ بخش صاحب اوران دونوں کے درمیان ایک

اور صاحب ہیں جنھوں نے تسبیح کھٹکاتے ہوئے ضرب اللہ کی دی اور میرا قلب جاری ہو گیا۔اس وقت خواجہ صاحب سلیمان تونسویؒ نے فرمایا کہ دیکھ لے تیری قسمت اس کے سینے میں ہے۔پس اس وقت سے میں دو عمل کرتا تھا ایک یہ کہ آپ کی تلاش کرتا رہا اور دوسرے قلبی ذکر کرتا رہا۔اور قلبی ذکر کا فائدہ پہنچا۔کہ میرے تمام بدن سے اللہ اللہ ہوتا ہے اور دوسرے کشف کے طور پر حاصل ہوا کہ پانچ سومیل کے فاصلے پر کسی بھی صاحب وصال بزرگ کا مزار ہو تو میں ان سے ہم کلامی کرسکتا ہوں۔آج آپ کی شکل مبارک دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔"وہ آپ ہی ہیں"۔مجھے بیعت کرلیں۔میں نے اسے بیعت کیا اور قلب پر انگلی رکھ کر اسم ذات بتلایا تو قلب پہلے ہی سے جاری تھا۔پھر یکے بعد دیگرے تمام لطائف پر انگلی رکھنے سے معلوم ہوا کہ تمام جاری ہیں۔واقعی وہ اس دعوے میں کہ اس کے تمام بدن میں اللہ اللہ ہوتا ہے۔وہ سچّا تھا کہ اس کے تمام لطائف جاری تھے۔میں اور میرے ہمراہی اور وہ شخص تمام رات ذکر میں مشغول رہے۔ایک عجیب چاشنی اور لذّت حاصل رہی۔صبح میں اور میرے ساتھی اپنے اپنے وطن روانہ ہوئے اور وہ نوجوان بھی علیٰحدہ روانہ ہو گیا۔اس کے بعد میں نے آج تک پھر دوبارہ اسے نہیں دیکھا۔خدا معلوم وہ کون تھا اور کس جگہ کا تھا،کتنا منور اور روشن چہرہ تھا۔اللہ تعالیٰ اسے میری آخرت کا اثاثہ مرضیہ بنائے (آمین)۔ شاید یہ کوئی ابدال تھا۔واللّٰہُ اَعلمُ بالصّواب۔ (تجلیات صدیقی ص ۱۳۴)

(۲۴) تین بندوں کا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملاقات کا واقعہ

تین آدمی ایک ہی راستے پر جارہے تھے۔ان کا آپس میں تعارف ہوا۔پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کہاں جارہے ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس جارہا ہوں۔سنا ہے کہ وہ بڑا ولی ہے اس لئے میں اسے آزمانے جارہا ہوں کہ وہ ولی بھی ہے یا نہیں۔دوسرے سے پوچھا کہ بھئی! آپ کس لئے جارہے

ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ میں بہت زیادہ مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں، اس لئے شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروانے جارہاہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے میری مصیبتیں دور فرمادیں۔ تیسرے نے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے کامل ولی ہیں، اس لئے میں ان کو ولی سمجھ کران کے جوتوں میں کچھ دن گزارنے جارہاہوں۔

وہ تینوں آدمی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ ان میں سے جو آدمی کہتا تھا کہ میں تو آزمانے جارہاہوں، حضرت نے اس سے حال احوال پوچھے اور اسے واپس بھیج دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بندہ اپنی زندگی میں مرتد ہوا اور بالآخر کفر پراس کی موت آئی۔ کیونکہ اس کے دل میں اولیاء اللہ کا استخفاف تھا اوران کے بارے میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا پھرتا تھا۔ ان میں سے جس نے کہا تھا کہ میں مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اور دعا کروانے جارہاہوں حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی اوراس کو واپس بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبتیں دور کردیں اور تیسرا بندہ جس نے کہا تھا کہ میں ان کے قدموں میں کچھ وقت گزارنے جارہاہوں، وہ ان کے پاس رہاحتیٰ کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں شامل ہوا۔ (خطبات فقیر ص ۱۳۲)

(۲۵) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ

چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے حضرت غوث اعظمؒ کی ایک حکایت لکھی ہے ان کے خادم کی روایت ہے کہ ایک بار آخر شب میں حضرت اٹھے۔ خادم کہتے ہیں کہ میں سمجھا نماز تہجد کی تیاری کریں گے چنانچہ میں بھی اٹھا تا کہ حضرت کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور حضرت کو اپنے اٹھنے کی اطلاع نہ ہونے دی۔ واقعی بزرگوں کی خدمت ہے بڑی مشکل۔ انہوں نے جو کیا ٹھیک کیا۔ اطلاع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کوئی احسان جتلانا تھوڑا ہی تھا۔ اب تو اگر کوئی خدمت کرتے ہیں تو جتلا کر کرتے ہیں۔ حالانکہ ادب کی بات یہ ہے کہ خیال اورنگرانی تو رکھے۔ مگر خواہ مخواہ

جا کر مزاحمت نہ کرے اور تنہائی میں مخل نہ ہو۔خصوصاً اخیر رات میں تو بزرگ یہ چاہتے ہیں کہ نہ کوئی ہمیں وضو کے لئے پانی لا کر دے نہ استنجے کا ڈھیلہ لا کر دے بلکہ اس وقت تو یہ جی چاہتا ہے کہ کوئی سامنے بھی نہ آئے اپنے ہاتھ سے سب کام کریں کیونکہ وہ وقت ہی ایسا ہوتا ہے۔

چہ خوش وقتے وخرم روزگارے

کہ یارے برخورداز وصل یارے

بس اس وقت یہ جی چاہتا ہے کہ بالکل تنہائی کا عالم ہو۔بلکہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اپنے وجود کو بھی جی چاہتا ہے کہ یہ بھی نہ رہے۔خود اپنا وجود بھی حجاب معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت قلندرؒ جواس موقع کے صاحب مزار ہیں۔اسی مضمون کو اپنے ایک شعر میں بیان فرماتے ہیں

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

لیجئے اپنی آنکھ پر بھی غصہ ہے یہ کیوں دیکھتی ہے میں ہی تجھے دیکھتا اور

گوش را بجز حدیث تو شنیدن ندہم

میں ہی تیرا کلام سنتا یہ کان کیوں سنیں۔واقعی صاحب یہ بھی حالت ہوتی ہے۔حضرت عارف شیرازی بھی اس مضمون کو فرماتے ہیں اور وہ تو قسم کھا رہے ہیں۔

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود

کہ نظر دریغ باشد بہ چنیں لطیف روئے

آنکھ پر بھی رشک آتا ہے سو وہ تو وقت ہی ایسا ہوتا ہے۔کہ اپنے آپ کو بھی مٹانے کو جی چاہتا ہے اور اگر کوئی اپنا خادم خاص بھی اس وقت پاس کھڑا ہو تو وہ بھی پسند نہیں آتا۔اسی واسطے مودب خدام یہ کرتے ہیں کہ پاس کو تو لگے رہے لیکن اس طرح کہ اپنی موجودگی کی تو خبر نہ ہونے دی لیکن جب دیکھا کہ کوئی کام مخدوم کے قابو کا نہیں ہے فوراً حاضر ہو کر شریک ہو گئے اور بعد

فراغت پھر غائب۔ چنانچہ اس خادم نے ایسا ہی کیا کہ خفیہ طور پر حضرت غوث پاک کے پیچھے پیچھے لگا رہا۔ ادھر حضرت نے کچھ توجہ بھی نہیں کی کہ میرے ساتھ کوئی اور شخص تو نہیں ہے۔ غرض حضرت اٹھ کر خانقاہ سے نکل کر سیدھے شہر پناہ کے پھاٹک پر پہنچے حضرت شیخ کی برکت اور کرامت سے شہر پناہ کا قفل خود بخود کھل کر گر گیا۔ حضرت کواڑ کھول کر شہر سے باہر ہوگئے۔ چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک بڑا بھاری شہر نظر پڑا حالانکہ بغداد کے قریب کوئی اتنا بڑا شہر کہاں۔ اب خادم کو بڑی حیرت کہ یا اللہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ لیکن بولے نہیں۔ چپ چاپ ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ اس شہر کے اندر داخل ہوکر ایک مقام پر پہنچے وہاں ایک مکان تھا اس کے اندر داخل ہوئے اس میں چند آدمیوں کا ایک مختصر سا مجمع تھا اور ایک مسند پر تکیہ لگا ہوا تھا جیسے کسی کی آمد کا انتظار ہو رہا ہو حضرت شیخ کو دیکھتے ہی وہ لوگ تعظیم کے لئے اٹھے اور حضرت کو مسند پر بٹھایا۔ پھر اشاروں سے کچھ عرض معروض کی جس کو حضرت ہی سمجھے۔ خادم کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس کے بعد ایک طرف سے آواز کراہنے کی آئی آہ آہ۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ آواز بند ہوگئی۔ پھر کچھ دیر بعد ایسی آواز آنے لگی جیسے پانی ڈالنے کی ہوتی ہے۔ پھر وہ بھی بند ہوگئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک حجرہ کھلا اور اس کے اندر سے ایک جنازہ نکلا۔ جس کے ہمراہ چند آدمی تھے ان میں ایک بوڑھے نورانی شکل کے بزرگ بھی ہے۔ حضرت شیخ کے سامنے جنازہ رکھا گیا۔ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی پھر وہ لوگ جنازہ لے گئے۔ ادھر یہ لوگ جنھوں نے حضرت شیخ کا استقبال کیا تھا۔ پھر آکر سب حضرت کے گرد بیٹھ گئے۔ اور اسی طرح اشاروں میں دوبارہ پھر کچھ عرض کیا اس پر حضرت شیخ اسی وقت گردن جھکا کر مراقب ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک زنار دار شخص عیسائی لباس پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اسکا زنار توڑ دیا اور کلمہ شریف پڑھا کر اس کو مسلمان کیا پھر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ یہ ہے پھر حضرت اس جگہ سے اپنے مکان پر لوٹ آئے خادم کو اسی ادھیڑ پن میں اور حیرت میں صبح ہوگئی کہ اے اللہ یہ کیا قصہ ہے۔ یہ حضرت کی خدمت میں کچھ سبق

بھی پڑھتے تھے۔ کیونکہ پہلے درویش اکثر عالم بھی ہوتے تھے تو چونکہ یہ خادم محض مرید نہ تھے بلکہ شاگرد بھی تھے۔اس لئے دل کھلا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ تعلق شاگردی استادی کا بے تکلفی کا ہوتا ہے۔ بہ خلاف پیری مریدی کے تعلق کے کہ اس میں اتنی بے تکلفی نہیں ہوتی۔ چنانچہ انہوں نے رات کے واقعہ کے متعلق دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ تھا مجھے اس قدر حیرت ہے کہ میرے حواس درست نہیں فرمایا کہ وہ شہر موصل تھا جو بغداد سے بہت دور ہے لیکن حق تعالیٰ نے میرے لئے اسے بالکل قریب کردیا۔ اور طے ارض ہوگیا۔ اور وہ مجمع جنہوں نے میرا استقبال کیا ابدال تھے اور ان ہی میں سے ایک ابدال قریب المرگ تھے جن کے کراہنے کی آواز آرہی تھی اور وہ بوڑھے نورانی شکل والے بزرگ جو جنازہ لے کر نکلے تھے۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔اس جماعت نے باطنی طور پر مجھ کو اطلاع دے کر دریافت کیا کہ اس کی جگہ کون ابدال مقرر کیا جائے۔ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ ارشاد ہوا کہ قسطنطنیہ کے گرجا میں اس وقت ایک نصرانی صلیب کو پوج رہا ہے اس کو کردیا جائے۔ چونکہ کافر تو کسی عہدہ باطنی پر ہو نہیں سکتا جیسا آج کل لوگ سمجھتے ہیں کہ چمار چوڑھے بھی صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ کیا اللہ میاں کو خدمت کے لئے مسلمان نہیں ملتے جو چوڑھوں چماروں سے کام لیں۔ سبحان اللہ اچھی قدر کی ولایت کی خوب سمجھ لو کہ کافر ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی کافر کو ولی کرنا بھی ہوتا ہے تو اول اس کو اسلام کی توفیق دی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نصرانی کے معاملہ میں بھی یہ ہی ہوا۔ کہ قسطنطنیہ سے ایک دم میں زمین کی طنابین کھینچ کر اس کو حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچایا گیا۔ اور حضرت شیخ کی توجہ کی برکت سے کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی وہ رتبہ ابدالیت پر پہنچ گیا۔ حالانکہ نہ کوئی مجاہدہ کیا نہ ریاضت۔ اسی کو تو کہتے ہیں حضرت مسعود بک:

مرشد چو کامل است چلہ شد۔ شد شد۔ لیکن یہ محض شاذ و نادر ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے ورنہ چکی ہی پیسنا پڑتی ہے۔ جو کچھ ملتا ہے چکی ہی پیسنے سے ملتا ہے۔ خدا کے واسطے کہیں اس شاذ و نادر ہی پر نہ بیٹھ رہنا۔ شاذ و نادر پر بیٹھے رہنا تو ایسے ہے جیسا کوئی عورت اس بنا پر بے نکاح بیٹھی رہے کہ

حضرت مریم علیہا السلام کے بھی تو بے مرد کے اولاد ہوگئی تھی۔ یا کوئی مرد صاحب اس بھروسہ پر کسی عورت کو نکاح کے لئے تلاش نہ کریں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام بدون عورت پیدا ہوگئی تھیں۔ میری پسلی سے بھی ایک ہوا (چھوٹی ہ سے) نکل آئے گی۔ یہ دونوں بالکل احمق ہیں۔ میاں خدا نے ایک دفعہ یوں بھی کر دیا کہ بلا نکاح کے عورت کو اولاد دے دی اور ایک مرتبہ یہ بھی قدرت دکھلا دی کہ مرد کی پسلی سے عورت پیدا کر دی اب یہ تو نہیں کہ روز روز ایسا ہی ہوا کرے۔ اور لوگ اس شاذ و نادر ہی کے منتظر بیٹھے رہیں۔ نہ عورت مرد سے نکاح کرے نہ مرد عورت کی فکر کرے آج کل یہ عجب واہیات ہے کہ طالبین شاذ و نادر پر بیٹھے رہتے ہیں کہ پیر ایک نظر کرے گا تو بس بیڑا پار ہو جائے گا اور خود کچھ کرتے کراتے نہیں۔ کیوں جی وہ تمہارے باوا کا نوکر تو ہے نہیں۔ اگر نظر نہ کرے تو کیا کرلو گے۔ یہ کیا بیوقوفی کی بات ہے۔ نیز اس کے قبضہ کی بھی تو بات نہیں اگر کسی کے اختیار میں ہوتا تو حضور اقدس ﷺ ابو طالب کے قلب میں ضرور اسلام ڈال دیتے بھائی بلا کام کئے بھی کہیں کامیابی ہوتی ہے۔ اصل طریق تو یہ ہی ہے کہ

کار کن کار بگذار از گفتار
کاندریں راہ کار باید کار
قدم باید اندر طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دمِ بے قدم

نری آرزوؤں اور بوسوں سے کام نہیں چلتا۔ اسی کو کہتے ہیں۔

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال
صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

تو کیا ہوتا ہے نری آرزوؤں اور تمناؤں سے کام تو کام کرنے سے ہی ہوتا ہے۔ اور کام

بھی ایسا جس میں کام ہی کو ثمرہ سمجھا جاوے۔گو اور کوئی ثمرہ نہ ملے۔ جب کام اور ثمرہ ایک ہی چیز ہے تو بدون کام کئے ثمرہ کا حصول چہ معنی جب کام نہیں تو ثمرہ بھی نہیں کیونکہ ثمرہ تو وہی کام تھا۔حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

سرمد گلہ اختصاری باید کرو
یک کار ازیں دو کاری باید کرو
یا تن بہ رضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیاری باید کرو

ثمرات میں ناکامی کی شکایت کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ میاں ان حکایات شکایات کے دفتر کو تو طے کرو۔ زیادہ قیل وقال کی حاجت نہیں۔ ہم تو ایک مختصر سی بات کہتے ہیں کہ بس ان دو کاموں میں سے ایک کام کو اختیار کر لو۔ یا تو یہ کرو کہ جس بات میں محبوب حقیقی راضی ہو خواہ وہ ناکامی ہی کیوں نہ ہو اس پر راضی رہو یعنی کام ہی کو ثمرہ سمجھو کیونکہ یہ تسلیم ورضا جب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ عطائے حق کو کہ توفیق عمل ہے ثمرہ سمجھے اور اگر یہ پسند نہیں اور اس سے تم خفا ہوتے ہو تو بھائی سیدھی بات یہ ہے کہ پھر اپنے لئے کوئی دوسرا خدا ڈھونڈ لو۔اس خدا کو چھوڑ دو۔ یہ حضرت سرمد نے خوب دوٹوک بات کہی۔ واقعی یہ مجذوبوں والی ہی بات ٹھیک ہے کہ

یا تن بہ رضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیارمی باید کرد

غرض کام ہی کو مقصود سمجھ کر اس میں لگا رہے کام کر کے بھی ثمرات کا انتظار نہ کرے نہ کہ بے کام کئے ثمرات کی توقع رکھے۔ ایں خیال ست ومحال ست وجنوں۔ بہر حال کام کرنا چاہئے کہ ثمرات بھی حسب سنۃ اللہ کام ہی سے ملتے ہیں۔لیکن کبھی خدا تعالیٰ اپنی یہ قدرت بھی دکھلا دیتے ہیں کہ بلا اسباب بھی مقصود کو پیدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں بھی اپنی ایسی

ہی قدرت کا بیان فرماتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے **فسوف یاتی اللہ** یعنی تمہارے مرتد ہو جانے سے خدائی کام میں کچھ فتور واقع نہ ہوگا۔جیسے کوئی یہ غلط قیاس کر لے کہ ساری رعایا کے باغی ہو جانے سے سلطنت کا کام تو نہیں چل سکتا۔تو خدا کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔وہ کسی سے مجبور نہیں۔ان کی ذات قادر مطلق ہے۔دم میں جو چاہیں کر دیں **فسوف یاتی اللہ بقوم** عنقریب ایک ایسی قوم پیدا کر دیں گے جس کی شان ایسی ایسی ہوگی آگے اس کی حالت کا بیان ہے **یحبھم و یحبونہ الخ** تو اس موقع پر جس قوم کا ذکر فرمایا ہے وہ قوم ظاہر ہے کہ بہت اس واسطے کہ مقابلہ کے موقع پر سنا رہے ہیں کہ بجائے تمہارے ان کو تیار فرما دیں گے تو لازمی طور پر وہ قوم ایسی ہونی چاہیے جو ہر طرح کامل اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔تا کہ مرتد ہونے والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے پھرنے ہٹنے سے کیا ہوا۔ہماری جگہ دوسری قوم ہم سے بھی بڑھ چڑھ کر اسلام میں داخل ہوگئی تو گویا اس قوم کا اعلیٰ درجہ کی صفات سے متصف ہونا خود سیاق کلام سے ثابت ہوتا ہے۔غرض جو صفات اس مقام پر مذکور ہوں گی وہ نہایت عظیم الشان اور قابل اعتبار ہوں گی۔اب ان صفات کو سنئے کہ وہ کیا ہیں سب سے اول جو صفت بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ **یحبھم و یحبونہ** یعنی خدا کو ان سے محبت ہوگی اور ان کو خدا سے دیکھئے حضرت سب سے پہلے حق تعالیٰ نے یہی صفت بیان فرمائی کہ وہ لوگ اہل محبت ہوں گے۔اس تقدیم ذکر سے صفت محبت کا سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا ثابت ہوتا ہے۔اسی سے میں نے استدلال کر کے یہ عرض کیا تھا کہ بس دین میں محبت ہی اساس ہے۔راس ہے۔جڑ ہے۔اصل ہے اور بنیاد ہے۔جب بات ہے تو اے صاحبو! آپ نے کیا کوشش کی اپنے اندر محبت پیدا کرنے کی۔نمازی بھی ہوگئے روزہ دار بھی ہوگئے حاجی بھی ہوگئے مگر محبت جو اصل چیز ہے آخر اس کی بھی کچھ کوشش کی۔کچھ بھی نہیں۔کوشش تو کیا اور الٹا یہ کیا ہے کہ جو محبت کرنے والے ہیں ان پر ہنستے ہیں ان کو پاگل اور مجنون اور نہ جانے کیا کیا خطاب دے رکھے ہیں۔اور ان کی بھی بڑی

کوتاہی ہوگی اگر وہ پاگل اور مجنون کا لقب سن کر برا مانیں۔ کچھ خبر بھی ہے یہ لقب تو بہت بڑا ہے ارے یہ تو ایسا لقب ہے کہ اس کو سن کر تمہیں خدا کا شکر کرنا چاہیے نہ کہ برا مانو۔ کیونکہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مخالف بھی تمہارے اعلیٰ درجہ کے محبّ خدا ورسول ہونے کی شہادت دینے لگے بات یہ ہے کہ مخالف یہ لقب اسی کو دیتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کا محبّ ہو۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ جو شخص اعلیٰ درجہ کا محبّ ہوتا ہے اس کے افعال عقل معاش اور دنیوی مصلحتوں کے خلاف ہونے لگتے ہیں اور یہی تو وجہ ہے کہ جو لوگ محض عقل معاش رکھتے ہیں وہی ایسے شخص کو مجنوں اور بیوقوف کہتے ہیں اور یہ لقب بہت پرانا ہے۔

(خطباتِ حکیم الامّت ج ۱۱ ص ۲۵۹)

(۲۶) سلطان الاولیاءؒ کا بعد از وفات کفن سے ہاتھ نکالنے کا واقعہ

جب حضرت سلطان الاولیاء نظام الدینؒ کی وفات ہوئی تو ان کے ایک خلیفہ پر بے حد غم طاری ہوا جب جنازہ اٹھا کر لے چلے تو ان کے منہ سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

سرو سیمینا بصرا مے روی
سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا میروی

ہمارا محبوب جو فخر گلشن تھا وہ بیابان کی طرف روانہ ہو رہا ہے یہ کیسی بے محبتی کی بات ہے کہ ہم نشیں چھوڑ کر جا رہا ہے اے محبوب تیرا چہرہ پورے عالم کا قبلہ دیدار تھا تو کس کا دیدار کرنے جا رہا ہے۔

لکھا ہے کہ حضرت سلطان جی کا ہاتھ کفن سے باہر نکلا یعنی اس حالت میں بھی وجد

طاری ہوااور وجد کمال اطمینان کے وقت ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرات اہل اللہ کو دنیا میں برزخ میں آخرت میں کہیں غم نہیں وہ ہر وقت خوش ہیں۔

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست

عاشقاں را جز تماشائے جمال یار نیست

(عاشقوں کو محشر کے دن بھی بھلا قیامت سے کیا کام ان کو تو جمال یار ہی مطلوب ومقصود ہے اور وہ محشر کو بھی جمال یار ہی کے طالب ہوں گے) (خطبات حکیم الامّت ج۲۹ص۲۷۶)

(۲۷) شیخ زکریاؒ سے ایک عورت کی بیعت کا واقعہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مع جواب حضرت شیخ والدہ کو بیعت کرنے کی درخواست

سنبھل۔محلّہ دیپا سرائے۔۲۱ رمضان ۲۹ھ

حضرت مخدومنا دامت برکاتکم۔سلام مسنون۔ والا نامہ موصول ہوا تھا۔ والدہ ماجدہ کو سلام اور عیادت کا پیام پہنچایا تو فرط مسرت سے رونے لگیں کہ میرے ایسے نصیب ہیں کہ اللہ کے ایسے بندے بھی مجھے یاد فرماتے ہیں۔ یہ بات پرسوں دوپہر کی ہے پہلے عریضہ میں جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اب طبیعت برابر نزاکت کی طرف جارہی ہے اور وقت موعود قریب ہی معلوم ہوتا ہے۔کل جب میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ بیعت کا ذکر آ گیا اور فرمانے لگیں کہ میں نے ابھی تک کسی سے بیعت نہیں کی تھی ،تمہارے ابا مرحوم سے کئی دفعہ کہا کہ کسی سے کرادو،لیکن نوبت نہیں آئی ،اب کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا بوا جی بیعت کوئی ضروری چیز تھوڑا ہی ہے، ہاں برکت ہوتی ہے۔فرمایا برکت بھی تو ضروری ہے، کچھ کرو، میں نے سوچا، سمجھا اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ حضرت سے بیعت ہو جائیں، لیکن وقت میں خط اور جواب کی بھی گنجائش نہیں نظر آئی اس لئے حضرت والا کی بے حد

شفقت اور عنایت کو پیش نظر رکھ کر یہ جرات کر ڈالی کہ جناب والا کی طرف سے والدہ ماجدہ سے بیعت لے لی، اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ نے قوت بھی نصیب فرمائی اور وقت بھی، ہاں ایک ایک لفظ بولنا بھی دشوار ہے لیکن بڑے اطمینان کے ساتھ اور رقت کیساتھ تجدید ایمان اور توبہ واستغفار اور جو کچھ بزرگوں سے بیعت کے وقت میں سنا ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے وہی تلقین پر ادا فرماتی رہیں۔ کل ڈاک کا وقت نکل چکا تھا، اب آج یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اور امیدوار ہوں کہ حضرت ان کی بیعت کو قبول فرما کر ان کو داخل سلسلہ شمار فرمائیں گے اور ان کے حق میں دعا فرمائیں گے یہ جرات میں نے اضطرارًا کی، اس وقت کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا، اگر وقت میں گنجائش سمجھتا تو ان کی طرف سے حضرت کو درخواست میں لکھتا، الحمد للہ آثار اچھے اور بہت اچھے ہیں۔ پرسوں اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ ایک کار ہے اس پر سفید پردہ بندھا پڑا ہے اور اس میں والدہ ماجدہ اور میری مرحومہ بیوی ہیں اور میں پردہ سے باہر بیٹھا ہوں اور یہ کار جنت میں چل رہی ہے جس کی سڑک چینی جیسی سفید و بڑی شفاف ہے لیکن والدہ اور مرحومہ بیوی کو کچھ گھبراہٹ ہے کہ تم ہمیں کہاں لئے جارہے ہو؟ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو انشاء اللہ دہلی ضرور حاضر ہوں گا، اور مزید موقعہ ملا تو سہارنپور بھی۔

والسلام

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

جواب از حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

المخدوم المکرّم زاد مجدکم! بعد سلام مسنون اسی وقت گرامی نامہ موجب خجالت وندامت ہوا تعمیل حکم میں بیعت قبول کرتا ہوں، لیکن آپ نے اپنی شفیق والدہ پر ایسے نازک وقت میں یہ کوئی احسان نہیں کیا کہ ایک ناپاک کے ساتھ ان کو وابستہ کر دیا، اگر یہی عمل بعینہ

حضرت رائے پوری دام مجدہم کی طرف سے کیا جاتا تو حضرت بھی اس کو قبول فرما لیتے، مجھے بھی اگر یہ یقین ہوتا کہ میرے عریضہ کے پہنچنے کے بعد جملہ مراحل طے ہونے کی گنجائش یقینی ہے تو اب بھی اس غلطی کی اصلاح کی کوشش کرتا، اب تو تعمیل حکم کے سوا چارہ نہیں، کاش حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے حسن ظن اور آپ کی صالحہ والدہ کے تعلق ہی کی بدولت اس روسیاہ کو اخذ بیعت کے قابل کردے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف وکرم سے ان کی اس مخلصانہ توبہ کو جو تجدید ایمان اور رقت کے ساتھ ہوئی قبول فرما کر محض اپنے لطف وکرم سے عمر بھر کی لغزشوں اور سیئات سے بالکلیہ درگذر فرمائے، کہ اس کی پاک اور عالی بارگاہ میں یہ کوئی بھی چیز نہیں۔ یا ابن اٰدم.......... بقراب الارض خطایا بقراب الارض مغفرة او کما قال۔ مشکوٰۃ کی حدیث ہے جو اس وقت سامنے نہیں ہے لیکن قرآن پاک کا ارشاد اولئک یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنت تو دل اور زبان پر ہے اور اس کے لطف وکرم اور شفقت کے مقابلہ میں جس کا صرف ایک حصہ ساری دنیا میں منقسم اور ننا وے صرف اس کے حصہ میں ہے، یہ بھی کچھ نہیں ہے۔ بہرحال انشاء اللہ توبہ کی قبولیت اور مغفرت کی قوی امید ہے اور آپ نے تو انشاء اللہ مبشرہ جنت میں کار میں تفریح کا پہلے ہی دیکھ لیا۔ مبارک خواب ہے اور انشاء اللہ بشارت صحیحہ ہے، گھبراہٹ ان للموت فزعًا۔ او کما قال علیه السلام کا اثر ہے جو قابل لحاظ نہیں ہے، والدہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون یہی مضمون بشرط حیات سنادیں، اول تو جواب کے لئے کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی اور بھیجنا ہی تھا تو کارڈ کافی تھا۔ رمضان میں لفافہ کا مضمون لکھنا تو اور بھی کاردارد ہے۔ فقط

زکریا

۲۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

(تربیت السالکین، ص ۱۳۵)

(۲۸) مولانا روم کی بیعت کا واقعہ

مولانا روم جس درس کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ان کا غیب سے سامان شروع ہو گیا۔حضرت شمس تبریزؒ کے سینہ میں عشق ومعرفت کا جوسمندر موجزن تھا وہ اپنے جواہرات باہر بکھیرنے کیلئے زبانِ عشق کا متلاشی تھا۔آپ نے دُعا کی:

’’اے خدایا! اپنی محبت کا جوخزانہ تو نے میرے سینے میں رکھا ہے۔کوئی ایسا بندۂ خاص عطا فرما جس کے سینے میں میں اس امانت کو منتقل کردوں اور وہ بندہ زبانِ عشق سے میرے اسرارِ مخفیہ کو قرآن وحدیث کے انوار میں بیان کرے اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں دُعا قبول ہوگئی۔‘‘

حکم ہوا ملک روم روانہ ہو جاؤ۔اس کام کیلئے جس کو ہم نے منتخب کرلیا ہے وہ تمہیں وہاں مل جائے گا۔مولاناؒ اور شمس تبریزیؒ کی ملاقات کے متعلق مختلف کتابوں میں مختلف واقعات پر قلم کشائی کی گئی ہے۔

جواہر مضئیہ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے اور آپ کے چاروں طرف کتابیں پڑی ہوئیں تھیں۔اچانک شمس تبریزؒ قلندرانہ انداز سے وہاں آپہنچے۔آپ کے قریب بیٹھتے ہی مولانا سے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟

مولانا نے آپ کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر فرمایا:

یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی مولانا نے شمس تبریزؒ سے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہوگئے۔اس واقعہ سے مولانا کی حالت یکسر تبدیل ہوگئی۔گھربار اور شان وشوکت کو خیر باد کہا اور شمس تبریزؒ کو تلاش کرتے کرتے صحراؤں کی خاک چھان ماری۔ملک کا گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ دیکھ مارا مگر ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔دوسری جگہ

واقعہ یوں لکھا ہوا ہے کہ:

شمس تبریزؒ کو انکے پیر بابا کمال الدین جندیؒ نے یہ کہہ کر ملکِ روم بھیجا تھا کہ وہاں ایک سوختہ دل ہے۔اس کو گرما آؤ شمس تبریزؒ قونیہ پہنچے شکر فروشوں کے سرائے میں ٹھہرے۔ایک دن مولانا روم نہایت تزک واحتشام سے ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔شمس تبریزؒ نے مولانا سے سرِ راہ دریافت کیا کہ ''مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے؟'' مولانا نے فرمایا ''اتباعِ شریعت، شمس تبریزؒ نے کہا یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم ومجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچادے'' ؎

علم کز تو ترا نہ بستاند

جھل ذاں علم بہ بود بسیار

(جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے اس علم سے جہل بہت بہتر ہے)

ان جملوں سے مولانا اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریزؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مولانا روم کسی حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے۔ وہاں شمس تبریزؒ آگئے اور مولانا سے دریافت کیا یہ کیا کتابیں ہیں؟۔مولانا نے فرمایا کہ ''تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض''۔اس پر شمس تبریزؒ نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیئے۔مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا ''میاں درویشؒ تم نے ایسی چیزیں ضائع کردیں جن میں بڑے نادر نکتے تھے، اور اب ان کا ملنا محال ہے'' اس پر شمس تبریزؒ نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریزؒ نے کہا ''یہ حال کی باتیں ہیں۔تم صاحبِ قال انہیں کیا سمجھو''۔اس کے بعد مولانا روم، شمس تبریزؒ کے عقیدت مندوں میں داخل ہوئے۔

واللہ اعلم بالصواب

سپہ سالار مولانا کے خاص مریدوں میں سے تھے۔انہوں نے واقعہ یوں قلم بند کیا۔

☆

"شمس تبریزؒ نے دُعا کی خدایا کوئی ایسا شخص عطا فرما جو میری محبت کا متحمل ہوسکے۔غیبی اشارہ ہوا ملکِ روم چلے جاؤ! وہاں ایک شخص مل جائے گا۔شمس تبریزؒ قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوگئے۔وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد اور امراء کا مجمع ہوا کرتا تھا۔شمس تبریزؒ بھی اس مجمع میں جا بیٹھتے تھے۔مولاناؒ کو شمس تبریزؒ کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کیلئے پہنچے۔شمس تبریزؒ سے آنکھیں چار ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھ گئے اس طرح اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔حضرت شمس تبریزؒ کی صحبت سے مولانا رومیؒ کی حالت میں تغیر پیدا ہوگیا۔ جب عشقِ حقیقی نے اپنا پورا اثر کردیا تو مولانا پر مستی اور وارفتگی غالب رہنے لگی"

درس وتدریس، وعظ ونصیحت سب اشغال چھوٹ گئے۔حضرت شمس تبریزؒ کی صحبت سے ایک لمحہ بھی جدا ہونا گوارہ نہیں کرتے تھے۔سپہ سالار کے بیان کے مطابق مولانا رومؒ اور شمس تبریزؒ دونوں نے صلاح الدین زرکوبؒ کے حجرے میں چالیس روز تک چلہ کشی کی اس عرصے میں کھانا پینا سب کچھ ترک کردیا۔اس کے بعد مولانا کے احوال بالکل بدل گئے پہلے سماع سے پرہیز کرتے تھے اب اس کے بغیر ان کو چین نہ آتا تھا۔مسندِ تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کردی ۔

نعرہ مستانہ خوش می آیدم
تا ابد جاناں چنیں می بایدم

(اے محبوبِ حقیقی! آپ کی محبت میں مجھ کو نعرہٗ مستانہ بہت اچھا لگتا ہے۔قیامت تک اے محبوب میں اسی دیوانگی اور وارفتگی کو محبوب رکھنا چاہتا ہوں)۔

ہرچہ غیر شورش و دیوانگی ست
در رہِ اُو دُوری و بیگانگی ست

(اللہ تعالیٰ کی محبت وشورش کے علاوہ دنیا کے تمام افسانے دوری اور بے گانگی کے مصداق ہیں)۔

جب مولانا رومیؒ پر عشق الٰہیہ کا یہ اثر ظاہر ہوا تو شہر میں یہ فتنہ اٹھا کہ شمس تبریزؒ نے مولاناؒ پر کچھ کر دیا ہے۔ شمس تبریزؒ کے خلاف جب یہ شورش بپا ہوئی تو تبریزؒ چپکے سے قونیہ چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔

مولانا، شمس تبریزؒ کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے اس جدائی میں نہایت رقت انگیز اشعار کہنے شروع کر دیئے۔ اس پر مولانا کے مریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریزؒ کو واپس بلایا جائے۔ اس کے بعد شمس تبریزؒ تقریباً دو سال تک قونیہ میں رہے لیکن پھر غائب ہو گئے۔

پیر کی اس مفارقت سے مولانا رُوم انتہائی بے چین ہو گئے اور زندگی تلخ ہو گئی۔ ان کی جدائی نے مولانا پر ایک سکر کی کیفیت طاری کر دی اسی حالت میں مولانا بازار سے گزر رہے تھے کہ زرکوب چاندی کے ورق کوٹ رہا تھا۔ مولانا پر ان کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کر دیا آپ پر وجد طاری ہو گیا اور بے خود ہو کر رقص کرنے لگے۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر زرکوب نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ پھر شیخ زرکوب دکان سے باہر نکل آئے مولانا روم ان سے بغل گیر ہو گئے عالمِ بے خودی میں یہ شعر پڑھنے لگے۔

یکے گنجے پدید آمد درآں دکان زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

اس شعر کا اثر صلاح الدین زرکوبؒ پر اس قدر ہوا کہ آپ نے ساری دکان لٹا دی اور

مولانا کی ہمرکابی اختیار کرلی۔اپنے آپ کو ہمہ تن مولانا کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔دونوں کو ایک دوسرے کی محبت میں بڑا سکون اور کیف میسر آیا۔نو سال تک آپ دونوں کی صحبتیں گرم رہیں۔۶۶۴ ہجری میں حضرت زرکوبؒ دنیائے فانی سے عالمِ بقا کو چلے گئے۔مولانا روم پھر غم واضطراب میں مبتلا ہوگئے۔مولانا روم کو پھر ایک ایسے محرم راز اور رفیقِ خاص کی ضرورت محسوس ہوئی۔ایسا محرم راز ان کو شیخ حسام الدین چلپیؒ کی صورت میں مل گیا۔انہوں نے دس برس تک اس تندہی اور حسن عقیدت کے ساتھ مولانا کی خدمت کی کہ دونوں یک جان ودو قالب ہوگئے۔

یہ شیخ حسام الدین چلپیؒ ہی کی تحریک اور ترغیب تھی کہ جس نے مولانا کو اپنی شہرہ آفاق مثنوی کے لکھنے پر آمادہ کیا۔مثنوی شریف میں مولانا نے جابجا حسام الدینؒ کا ذکر بڑے حسین انداز میں کیا۔

(مثنوی شریف سینے میں عشقِ خداوندی کی آگ لگادیتی ہے)

اس لئے مولانا روم خود فرماتے ہیں۔

ے عنایت حق وخاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہشت تش ورق حق تعالیٰ اور خاصان حق کی عنایت کے بغیر تم فرشتے بھی بن جاؤ گے تو تمہارا نامۂ اعمال سیاہ رہے گا،اسی لئے فرماتے تھے کہ:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(حکایت رومی ص ۴۸)

(۲۹) نابینائی کو نسبت ملنے کا واقعہ

حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلی میں رہتے تھے۔ان کی خانقاہ میں ایک نابینائی حضرت کی خدمت کیا کرتا تھا۔خصوصاً جب بھی کوئی وقت بے وقت مہمان آجاتا تو وہ مہمانوں کی خاطر مدارت کے لئے کچھ نہ کچھ لے کر حاضر ہوجاتا۔حضرت اس سے بہت خوش تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کے ہاں کچھ اہم مہمان آگئے۔اس نابینائی نے دیکھا کہ

موسم خراب ہے مگر کچھ نیک قسم کے مہمان بے وقت آئے ہیں تو اس نے کھانا پکا کر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں مہمان آئے ہیں میں ان کے لئے کھانا لایا ہوں قبول فرمالیں۔ حضرت بہت ہی خوش ہوئے اور بے اختیار فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ مجھے اپنے جیسا بنادیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل کر کے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو۔ طباخ نے کہا کہ نہیں حضرت بس یہی کچھ چاہئے۔ متواتر تین مرتبہ جب یہی اصرار کیا تو چونکہ حضرت زبان مبارک سے یہ فرما چکے تھے کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس لئے اس کو حجرہ مبارکہ میں لے گئے۔ اندر سے زنجیر لگا لی۔ پھر وہاں ایسی توجہ دی کہ آدھ گھنٹہ کے بعد جب حجرہ کھول کر باہر تشریف لائے تو دونوں کی صورت تک ایک ہوگئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب تو جیسے حجرہ میں گئے تھے ویسے ہی باہر تشریف لے آئے لیکن وہ طباخ مدہوشی کی حالت میں تھا اور کچھ دیر بعد اسی حالت میں انتقال ہوگیا۔ موت تو آنی ہی تھی اس کا وقت مقرر تھا اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن اسکی خوش قسمتی کہ ساری عمر تو طباخی کی اور موت کے وقت اس نے خواجہ باقی باللہؒ جیسا بن کر آخرت کے بھی مزے لوٹے۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۱۰۲)

(۳۰) حضرت گنگوہیؒ کے بیعت کرنے کا واقعہ

ہمارے اکابر علما دیوبند میں حضرت گنگوہیؒ کو فقہ میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ وہ فقیہ امت تھے۔ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو دل میں خیال آیا کہ تھانہ بھون جائیں اور حضرت حاجی امداد اللہؒ کے پاس ایک دن رہ کر آئیں، جیسے طلبہ جاتے ہیں دعائیں کروانے کیلئے، ملنے کیلئے، زیارت کیلئے۔ جب یہ گئے اور حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی تو ملاقات کے بعد واپسی کی اجازت مانگی، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میاں رشید احمد! آپ کچھ دن

ہمارے پاس بھی رہ جایئے، انہوں نے تھوڑے سے تامل کے بعد عرض کیا جی بہت اچھا۔

حاجی صاحب نے خادم سے فرمایا کہ بھائی میاں رشید احمد کی چار پائی ہماری چار پائی کے قریب ڈال دینا بس اسی میں کام ہو جانا تھا۔ سو گئے، فرماتے ہیں کہ جب تہجد کا وقت ہوا تو میری آنکھ کھلی میں نے دیکھا کہ کوئی نفلیں پڑھ رہا ہے، کوئی ذکر واذکار کر رہا ہے، کوئی دعائیں مانگتے ہوئے رو رہا ہے، کوئی سجدے میں رو رہا ہے، عجیب کیفیت تھی خانقاہ کی۔ فرماتے ہیں کہ میرا نفس تو چاہتا تھا کہ سویا رہوں مگر دل نے کہا رشید احمد ورثۃ الانبیاء میں شمولیت کی تمنا تو تمہیں بھی ہے اور انبیاء کرام کا خلق تو یہ تھا کہ کَانُوْا قَلِیْلاً مِنَ الَّیلِ مَّا یَھْجَعُوْنَ ٥ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (الذّٰریٰت: ۱۸،۱۷) ''وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخری شب میں استغفار کیا کرتے تھے'' کہنے لگے مجھے آیتیں یاد آنی شروع ہوگئیں، احادیث یاد آنی شروع ہوگئیں حتیٰ کہ بستر نے مجھے اچھال دیا۔ میں اٹھ بیٹھا میں نے بھی وضو کیا اور کچھ نفلیں پڑھیں اور اس کے بعد جیسے اور لوگ ذکر کر رہے تھے میں نے بھی ذکر شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز پڑھ کر حاجی صاحب کے پاس آیا تا کہ رخصت ہونے کی اجازت مانگ لوں، حضرت حاجی صاحب نے پوچھا، میاں رشید احمد اگر ذکر کرنا ہی ہے تو پھر سیکھ کر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا حضرت! سکھا دیجئے۔ چنانچہ اسی وقت بیعت ہو گئے۔

بیعت ہونے کے بعد میری حالت بدل گئی، میں نے فیصلہ کیا کہ اب چالیس دن یہیں گزاروں گا، حضرت نے بھی رکھ لیا۔ اب ذکر شروع ہوگیا، اذکار بتانے لگ گئے، ایک مہینہ محنت رہی، اپنی چراغ بتی تو پہلے ہی ٹھیک کر آئے تھے، حاجی صاحب نے تو فقط اس کو سلگانا تھا، آگ لگانی تھی، بھڑکانا تھا، ایک مہینہ کے اندر الحمد للہ ان کا کام بن گیا۔ حاجی صاحب نے جب دیکھا کہ اب ان پر ذکر کے اثرات کافی گہرے نظر آتے ہیں تو حاجی صاحب نے امتحان لیا۔ یہ اللہ والے بھی امتحان لیتے ہیں یہ بھی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور آزماتے ہیں کہ بندے پر

ذکر کا اثر ہوا بھی کہ نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ تشریف لائے اور حاجی صاحب کے ساتھ انہوں نے کسی دعوت میں شریک ہونا تھا۔ حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو بھی ساتھ لے لیا۔ اب اس گھر میں پہنچے تو دسترخوان پر تکلف کھانوں سے سجا ہوا تھا۔ حاجی صاحب نے بیٹھتے ہی تھوڑی سی دال اور دو روٹی حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں دے دی اور کہا: میاں رشید احمد! وہاں بیٹھ کر کھالو۔ حاجی صاحب خود تو کھا رہے ہیں مرغے چرغے اور ان کو دی دال روٹی۔ آج کا مرید ہوتا تو بیعت ہی توڑ دیتا، کہتا پیر صاحب میں عدالت نہیں ہے۔ لیکن وہ تو سمجھتے تھے کہ اللہ والے بڑے دانا اور حکیم ہوتے ہیں ان کے ہر فعل میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ دسترخوان کے کونے پر بیٹھ کر کھانے لگ گئے۔ حاجی صاحب کچھ دیر تو بیٹھے کھاتے رہے پھر کچھ دیر کے بعد ایسے فرمانے لگے جیسے کوئی غصے میں بات کرتا ہے۔ فرمایا: میاں رشید احمد! عرض کیا: جی حضرت! فرمایا: دل تو چاہتا تھا تجھے اور بھی دور بٹھاؤں یہ تم پر احسان کیا کہ دسترخوان کے کونے پر بٹھالیا۔ ایک تو دی دال اور اوپر سے احسان کہ دسترخوان کے کونے پر بٹھالیا۔ یہ الفاظ جب کئی لوگوں کے سامنے کہے جائیں اور وہ بھی کسی بڑے عالم سے تو نفس زیادہ بھڑکتا ہے۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے آپ کے چہرے کو دیکھا کہ نفس بھڑکتا ہے یا نہیں مگر وہاں تو نفس مٹ چکا تھا، پامال ہو چکا تھا۔ انہوں نے جب یہ سنا تو چہرے پر بشاشت آ گئی اور کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے سچ فرمایا میں تو آپ کے جوتوں میں بیٹھنے کے بھی قابل نہیں تھا، یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ نے دسترخوان کے کونے پر بٹھالیا حاجی صاحب نے جب دیکھا کہ نفس بھڑکنے کی بجائے چہرے پر بشاشت ہے تو فرمایا الحمد للہ اب ذکر کے اثرات نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ دعوت کے بعد واپس آ کر حاجی صاحب نے اجازت وخلافت عطا فرمادی۔ اب جو اجازت دی تو حضرت گنگوہیؒ بڑے حیران۔ کہنے لگے کہ حضرت! مجھے تو اپنے اندر کچھ نظر

نہیں آتا۔حاجی صاحب نے فرمایا، رشید احمد! تمہیں یہ اجازت (نسبت) اسی لئے دی گئی کہ تمہیں اپنے اندر کچھ نظر نہیں آتا۔اگر نظر آتا تو یہ کبھی نہ دی جاتی۔خیر اس کے بعد فارغ ہوئے اور اپنے گھر آ گئے۔

ایک دوسال پھر گنگوہ میں رہ کر کام کیا تو ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لے آئے۔جب ملاقات ہوئی تو حضرت حاجی صاحب نے ایک عجیب بات پوچھی جو یاد رکھنے کے قابل ہے اور سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے۔حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میاں رشید احمد! یہ بتاؤ کہ بیعت ہونے سے پہلے اور بیعت ہونے کے بعد تمہیں اپنے اندر کیا تبدیلی محسوس ہوئی؟ اصولی سوال تھا۔جب یہ سوال پوچھا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر فرمانے لگے کہ حضرت! مجھے اپنے اندر تین تبدیلیاں نظر آئیں۔

(۱)......بیعت ہونے سے پہلے مجھے کئی دفعہ مطالعہ کے دوران اشکال پیش آتے تھے ان کے لئے حاشیہ دیکھنا پڑتا تھا، شروحات دیکھنی پڑتی تھیں، اور کافی ساری محنت کرنی پڑتی تب وہ اشکال دور ہوتے تھے۔اب جب سے بیعت ہوا ہوں اشکال پیش ہی نہیں آتے، خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ذہن میں اللہ تعالیٰ ان کے جوابات ڈال دیتے ہیں۔

(۲)......اب جو بھی شریعت کے احکام ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے مجھے نفس کو تیار نہیں کرنا پڑتا، بے ساختگی کے ساتھ میں احکام شریعت پر عمل کرتا رہتا ہوں۔

(۳)......تیسری تبدیلی یہ پیش آئی کہ دین کے معاملہ میں حق بات کہہ دیتا ہوں۔اب میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتا۔جب حضرت حاجی صاحب نے سنا تو فرمایا، الحمدللہ، میاں رشید احمد! دین کے تین درجے ہیں۔

دین کا پہلا درجہ علم ہے۔اور اس علم کا کمال یہ ہے کہ آدمی کو نصوص شرعیہ میں کہیں تعارض نظر نہ آئے۔اگر یہ کیفیت ہے تو پھر علم کامل ہے۔

دوسرا درجہ عمل ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ مکروہات شرعیہ مکروہات طبیعہ بن جائیں۔جن چیزوں سے شریعت نے کراہت کی۔طبیعت بھی ان سے کراہت کرے یہ عمل کا کمال ہے۔

تیسرا درجہ اخلاص ہے کہ انسان خالصتاً لوجہ اللہ عمل کرے حتیٰ کہ ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ رہے،لوگوں کی مدح وذم انسان کی نظر میں برابر ہوجائے یہ اخلاص کا کمال ہے۔ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم میں بھی کمال عطا فرمادیا،عمل میں بھی عطا کردیا اور اخلاص میں بھی عطا فرمادیا۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۹۰)

(۳۱) شیخ جنید بغدادیؒ سے ایک عورت کی بیعت کرنے کا واقعہ

حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں ایک بڑا متکبر آدمی تھا۔اس کے پاس بہت زیادہ مال ودولت بھی تھا اور خوبصورت باندیاں بھی تھیں۔اسے اپنے شباب اور شراب کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملا کرتی تھی۔کسی نے اس کے سامنے حضرت جنید بغدادیؒ کی نیکی کا تذکرہ کردیا۔وہ کہنے لگا: اچھا،میں ان کی آزمائش کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے اپنی باندیوں میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت اور رشک قمر باندی تھی،اسے بلایا اور کہا کہ بن سنور کر ان کے پاس جانا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھتے ہوئے یکدم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دینا۔میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر بھی گناہ سے بچتا ہے یا نہیں بچتا۔

باندی بن سنور کر جنید بغدادیؒ کے پاس پہنچی۔وہ ان کے سامنے بیٹھ کر مسئلہ پوچھنے لگی، مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس نے یکدم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور خوبصورت چہرے اور سراپا کے ساتھ ان کے سامنے مسکرادی۔جنید بغدادیؒ کی نظر اچانک اس پر پڑ گئی اور آپ کی زبان سے

فوراً ''اللہ'' کا لفظ نکلا۔ یہ اللہ کا لفظ ایسی تاثیر رکھتا تھا کہ اس باندی کے دل کے اندر پیوست ہوگیا۔ اب اس نے شرم کی وجہ سے چہرے پر دوبارہ نقاب لے لیا۔

جب واپس گئی تو اس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ مالک سے جاکر کہنے لگی: اب آپ کے ساتھ میرا گزارا نہیں ہوسکتا، میں نے اللہ کا لفظ سنا ہے۔اس لفظ کی وجہ سے میرے دل میں اللہ کی محبت ایسے آئی ہے کہ اب میں اسی کی عبادت میں زندگی گزاردوں گی۔ چنانچہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی اور وہ متکبر آدمی اپنے دوستوں میں بیٹھ کر کہتا تھا کہ میں نے جنید بغدادیؒ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری خوبصورت باندی کو کچھ کردیا ہے، اب وہ میرے کام کی نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ صاحب نسبت حضرات کی فتنوں اور آزمائشوں کے وقت گناہوں سے حفاظت فرمادیتے ہیں۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۸۷)

(۳۲) خواجہ عبدالخالق کی عجیب کرامت کا واقعہ

ایک شخص درویشوں والا جبہ اور دلق پہنے ہوئے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی مجلس میں آکر ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب حضرت لوگوں کو وعظ ونصیحت کرکے فارغ ہوئے تو اس شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت! ''اتقوا فراسة المؤمن'' کا کیا مطلب ہے اور وہ فراست کیا چیز ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ فراست یہ ہے کہ تم اپنا زنار توڑ ڈالو۔ یہ سن کر اس نے شور مچادیا اور کہا کہ معاذ اللہ مجھے زنار سے کیا مطلب؟ اسی اثناء میں ایک مرید نے شیخ کا اشارہ پاکر اس کے دلق کو اس کے بدن سے الگ کردیا تو نیچے سے زنار نکلا۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا۔اس کے بعد شیخ نے سب فقراء سے کہا کہ دوستو! جس طرح اس نے اپنے ظاہری زنار کو توڑ ڈالا اور مسلمان ہوگیا، آؤ ہم سب بھی اپنے باطنی

زنار کو توڑ ڈالیں اور اللہ کے حضور اپنے گناہوں سے سچی پکی توبہ کریں۔اس پر لوگوں پر گریہ طاری ہوا اور سب نے اسی وقت بیعت کی تجدید کی۔

(تصوف اور نسبت صوفیہ)

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۶۳)

(۳۳)مریدوں کی وجہ سے مرشد کی کامیابی کا واقعہ

ایک ڈاکو تھا۔اس نے اپنی ضعف و پیری میں شیخ کا روپ دھار لیا اور لوگوں کو بیعت بھی کرنا شروع کر دیا۔اللہ کے یہاں تو اخلاص کی قدر ہے چنانچہ طالبین کو ان کے اخلاص کی وجہ سے خوب فائدہ ہوا اور روحانی طور پر کشف بھی ہونے لگ گئے۔ایک مرتبہ ان طالبین کی جماعت نے شیخ سے عرض کیا کہ ہم نے مراقبے میں مشائخ کے مقامات کو دیکھا ہے اور سب اکابر کے مقامات معلوم ہو گئے۔مگر حضرت کا مقام شاید اتنا بلند ہے کہ ہم سب مل کر بھی اس کو نہیں پہچان سکے۔اللہ کے نام میں برکت ہوتی ہے چاہے کتنی ہی غفلت سے لیا جائے چنانچہ اس مصنوعی پیر پر بھی اللہ کے نام کا اثر ہو کر رہا۔وہ مریدوں کی یہ بات سن کر بہت رویا اور پھر اس نے اپنی حقیقت ان کے سامنے بیان کی اور رو کر مریدوں سے درخواست کی کہ اب تم میری توبہ کے لئے دعا کرو۔ان سب نے مل کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پیر کو بھی نواز دیا۔

اصل چیز اخلاص ہے جس کی وجہ سے پیر کا نااہل ہونا بھی مرید کے اخلاص کی بدولت اس کو مضر نہیں ہوتا۔لہٰذا خلفاء حضرات کو اپنے آپ کو نااہل ہی سمجھنا چاہیئے۔حضرت سہارنپوریؒ اپنے ایک مکتوب میں اپنی عاجزی کا اظہار ان الفاظ سے کرتے ہیں:

''میری مثال تو ایک نل کی سی ہے۔پانی کھینچنے والا جس قوت سے پانی کھینچتا ہے

مبداءِ فیض کی طرف سے اسی کے موافق عطا ہوتا ہے لیکن عطا ہوتا انل ہی کے واسطے سے ہے''

تو فیض تو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور آتا بھی طالب کی طلب کے بقدر ہے مجازین تو درمیان میں محض ایک واسطہ ہیں جو بڑوں کی طرف سے مامور کیے گئے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

کہ اصل چیز طلب ہے، اسی طلب پر اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں جیسے بچے کو ماں کے دودھ کی طلب ہوتی ہے تو دودھ اس کے اثر سے اترتا ہے۔ تو ماں کو ناز نہ کرنا چاہئے کہ دودھ میں دیتی ہوں، دودھ خود بچے کی طلب کا اثر ہے، تجھے اسی واسطے عطا فرمایا ہے کہ تو بچے کو دے البتہ بچے کو ضروری ہے کہ اس کو اپنا محسن سمجھے۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۲۰۵)

(۳۴) جاہل پیر کی وجہ سے مریدوں کی کامیابی کا واقعہ

ایک شخص نے جوانی غفلت کے کاموں میں ضائع کی۔ جب بڑھاپا آیا اور اعضا نے جواب دینا شروع کر دیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا پیشہ اختیار کیا جائے۔ ساتھیوں نے بتلایا کہ پیری مریدی ایک ایسا پیشہ ہے جس میں بغیر محنت مشقت خوب مزے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب وہ پیر بن بیٹھا۔ اس مصنوعی پیر کے پاس ایک سچا طالب آ پہنچا۔ اس نے بہت ادب سے ہاتھ جوڑ کر کہا میں آپ سے اللہ کا راستہ سیکھنے کے لئے آیا ہوں، وہ سالک چونکہ غلطی سے بے وقت پہنچ گیا تھا اس لئے وہ مصنوعی پیر اس کے بے وقت آنے پر بہت ناراض ہوا اور کہا کہ اللہ کا راستہ یوں نہیں آتا۔ یہ کہہ کر اس کو ایک کھرپا دیا اور کہا کہ فلاں باغ میں اس کی زمین میں گوڈی کرو، کیاریاں بناؤ اور پانی دو۔ وہ اسی وقت کھرپا لے کر اُس باغ میں پہنچا اور اُس کی مرمت شروع کر دی۔ باغ والے مزاحم ہوئے کہ تو ہمارے باغ میں کیوں دخل دیتا ہے۔ اس نے بہت منت خوشامد کر کے کہا کہ مجھے تمہارے باغ سے کچھ نہیں لینا مجھے

میرے پیر نے اس باغ کے صاف کرنے اور مرمت کرنے کو کہا ہے۔اول اول تو وہ لوگ بہت ڈرتے رہے اس کو مارا پیٹا بھی۔مگر یہ دیکھ کر کہ یہ نہ کھانے کو مانگتا ہے نہ اور کچھ، جو کچھ روکھی سوکھی ہوتی ہے وہ کھالیتا ہے۔تین مہینے اسی حالت میں گزر گئے،اسی دوران ابدال میں سے کسی کا انتقال ہوا تو اولیائے وقت کی مجلس میں اس کے بدل کا مشورہ ہوا۔ابدال حضرات نے اپنی اپنی رائے سے لوگوں کے نام بتلائے ۔قطب وقت نے سب کے نام سن کر کہا کہ ایک نام ہمارے ذہن میں بھی ہے اگر تم پسند کرو۔سب نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔حضرت نے فرمایا کہ فلاں باغ کا فلاں مالی بڑا مخلص ہے سچی طلب رکھتا ہے اور بہت اخلاص سے مجاہدہ میں مشغول ہے۔سب نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔پھر سب نے اس پر توجہ ڈالی جس کی وجہ سے اسی وقت اس پر انکشافات ہوئے اور کھرپا باغ والوں کو یہ کہہ کر حوالہ کر دیا کہ یہ فلاں پیر صاحب کا ہے جو فلاں گاؤں میں رہتے ہیں ان کو دے دینا اور میں جا رہا ہوں۔لوگوں نے بہت منت سماجت کی کہ کچھ بتا تو دو کدھر کا ارادہ ہے مگر اس نے کچھ نہیں بتایا اور کہا سنا معاف کرا کر وہیں سے غائب ہوگیا۔

تو یوں بھی ہوتا ہے کہ طالبوں کے اپنے خلوص اور طلب کے صدقے اس کا کام بھی بن جاتا ہے۔لہٰذا مریدوں کی کثرت پر یا ان کی بلند کیفیات کو دیکھ کر کسی عجب میں مبتلا نہ ہو جانا چاہیئے۔

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۲۰۷)

(۳۵)مرشد کا اپنے مریدوں کی استعداد سے باخبر ہونے کا واقعہ

کسی جگہ پر ایک کامل بزرگ تھے جن کی خانقاہ پر بہت سے طالبین اللہ اللہ سیکھنے کے

لئے جمع رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کہیں باہر سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے خدام میں شامل فرمالیں اور یہاں قیام کی اجازت مرحمت فرمادیں۔انہوں نے اسے بیعت کر کے وہاں رہنے کی اجازت دے دی اور کچھ ذکراذکار اور معمولات اس کو بتادیئے۔ وہ شخص وہاں رہ کر اصلاح نفس کے کام میں مشغول ہوگیا اور جو کوئی حالت اس کو پیش آتی اس کی اطلاع اپنے شیخ کو کرتا اور جو کچھ وہ تعلیم کرتے اس پر عمل کرتا۔تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان بزرگ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ یہاں قیام سے جو تمہارا مقصود تھا وہ بفضلہٖ تعالیٰ تم کو حاصل ہوگیا ہے اب تمہیں مزید قیام کی ضرورت باقی نہیں رہی۔اس کے بعد اس کو خلعت خلافت سے نوازا اور وطن واپس رخصت کردیا۔اب جو دوسرے طالبین کافی عرصہ سے وہاں حاضر تھے ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ ہم جو اتنے سالوں سے یہاں محنت کر رہے ہیں ہمیں تو اتنا فائدہ نہ ہوا اور اس شخص کو چند ہی روز میں اتنا کچھ مل گیا۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی ہماری طرف اتنی توجہ نہیں ہے۔

شیخ کو کشف سے ان کے وسوسے کی اطلاع ہوگئی اور اس کا جواب انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں دیا۔ ایک دن انہوں نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ جنگل سے کافی تعداد میں گیلی لکڑی اکٹھی کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ خدام نے حکم کی بجا آوری کی اور گیلی لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آئے۔اب شیخ نے حکم دیا کہ ان کو آگ لگاؤ۔مریدوں نے آگ لگانے کی کوشش کی ،وہ چونکہ گیلی تھیں لہٰذا آگ پکڑتی ہی نہ تھیں۔کافی دنوں کی محنت کے بعد ان میں کچھ آگ لگی۔اس کے بعد شیخ نے کہا کہ اب خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آؤ۔خدام نے تعمیل کی۔فرمایا اب ان کو آگ لگاؤ۔چنانچہ ان کو بھی جلایا گیا، جیسے ہی دیا سلائی جلا کر رکھی فوراً سب لکڑیوں نے آگ پکڑ لی اور ذرا سی دیر میں سب لکڑیاں جل کر راکھ ہوگئیں۔حضرت شیخ نے ان سے دریافت کیا کہ بھئی! کیا بات ہے کہ پہلے جو لکڑیاں لائی گئیں ان کو جلانے کے لئے تو

اتنی محنت کرنی پڑی اور یہ لکڑیاں ذراسی دیر میں ہی جل گئیں۔مریدوں نے کہا حضرت پہلی لکڑیاں چونکہ گیلی تھیں اس لئے آگ نہ لگی اور دوسری چونکہ خشک تھیں اس لئے فوراً جل گئیں۔شیخ نے فرمایا، درست ہے۔اس تجربہ سے ہمارا مقصد تم کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنا تھا۔فلاں شخص جو کچھ دن ہمارے پاس رہ گیا ہے اللہ نے اس پر فضل فرمایا اور وہ جلد ہی کامیاب ہوکر لوٹ گیا اس پر تمہیں تعجب ہوا کہ وہ کیوں اتنی جلدی نوازا گیا اور ہم محروم ہیں، تمہیں یہ شبہ ہے کہ ہماری تمہارے اوپر پوری توجہ نہیں ہے، تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے ہم کو جیسی توجہ اس کی طرف تھی ویسی ہی تمہاری طرف ہے۔وہ جو جلد کامیاب ہوگیا تو اس وجہ سے کہ اس کا حال خشک لکڑی جیسا تھا اور تمہیں دیر لگ رہی ہے تو اس وجہ سے کہ تمہارا حال گیلی لکڑیوں جیسا ہے، وہ جب یہاں آیا تو آنے سے پہلے ہی اتنی محنت مجاہدے کر چکا تھا کہ اس کے نفس کی رطوبات خشک ہوچکی تھیں اور ہماری تعلیمات پکڑنے کی استعداد اُس میں پیدا ہوچکی تھی لہٰذا اُس پر جلدی اثر ہوگیا اور تمہیں چونکہ یہاں آنے سے قبل مجاہدات کی حرارت لگی ہی نہیں تھی لہٰذا تمہارے اندر رذائل نفس کی رطوبات موجود ہیں اس لیے ان رطوبات کو خشک کرنے کیلئے کچھ وقت اور محنت درکار ہے، جیسے ہی تمہارے اندر استعداد پیدا ہوگی وصول ہونے میں دیر نہ لگے گی، لہٰذا اطمینان سے محنت میں لگے رہیں ایک دن آئے گا کہ تمہارے اوپر بھی اللہ کا ایسا ہی فضل ہوجائے گا جیسا کہ اس پر ہوا۔

غرض یہ کہ لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ شیخ اپنے مریدین کی استعداد کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ کسی کو کچھ نوازتے ہیں تو اس کی حکمت کو وہی سمجھتے ہیں دوسروں کو تو اپنے کام میں لگا رہنا چاہئے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

(رہے سلامت تمہاری نسبت ص ۲۳۵)

(۳۶)ایک پیر کی توجہ کا واقعہ

حضرت سید انور شاہ کشمیریؒ نے ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کشمیر سے چلا، راستہ میں کافی مسافت گھوڑے پر سوار ہو کر طے کرنا پڑتی تھی۔ راستہ میں ایک صاحب کا ساتھ ہو گیا۔ یہ پنجاب کے ایک مشہور پیر صاحب کے مرید تھے۔ یہ مجھ سے اپنے پیر کے کمالات وکرامات کا تذکرہ کرتے رہے۔ ان کی خواہش اور ترغیب یہ تھی کہ میں بھی ان پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں اور اتفاق سے وہ مقام میرے راستے میں ہی پڑتا تھا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا۔ جب ہم دونوں پیر صاحب کی خانقاہ پر پہنچے تو ان صاحب نے کہا کہ نئے آدمیوں کو اندر حاضر ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اندر تشریف لے گئے اور ان بزرگ نے اطلاع پا کر خود اپنے صاحبزادے کو مجھے لینے کے لئے بھیجا اور اکرام سے پیش آئے۔ خود ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باقی سب مریدین وطالبین نیچے فرش پر تھے۔ مگر مجھے اصرار سے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، کچھ باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد اپنے مریدین کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے طریقہ پر ان پر توجہ ڈالنی شروع کی۔ اور اس کے اثر سے وہ بے ہوش ہو کر لوٹنے اور تڑپنے لگے، میں یہ سب دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا، میرا جی چاہتا ہے کہ اگر مجھ پر بھی یہ حالت طاری ہو سکے تو مجھ پر بھی توجہ فرمائیں۔ انہوں نے توجہ دینا شروع کی۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم پاک کا مراقبہ کر کے بیٹھ گیا۔ بے چاروں نے بہت زور لگایا اور بہت محنت کی لیکن مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے خود ہی فرمایا کہ آپ پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

(خطبات فقیر ص۱۹۹)

(۴۷) بیعت سے بدلنے والے پولیس کا واقعہ

اپنے ملک کے ایک شہر میں ایک مرتبہ اس عاجز نے بیان کیا، جب بیعت کیلئے لوگ اکٹھے ہوئے تو اِس عاجز نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ تم بھی بیعت ہو جاؤ، تم بھی بیعت ہو جاؤ، وہ کہتا ہے ہو جاؤں گا، ہو جاؤنگا، اس عاجز نے جب دیکھا تو ان سے کہا کہ کیوں اصرار کر رہے ہو، یہ تو خوشی کی بات ہے دل کے سودے ہیں، تو وہ آدمی پھر اس عاجز کے ساتھ گفتگو کرنے لگا حضرت میں اس علاقہ کے پولیس اسٹیشن کا انچارج ہوں، یہ میرے بڑے بھائی ہیں خود بھی بیعت ہونا چاہتے ہیں اور مجھے بھی کہتے ہیں بیعت ہونے کیلئے، مگر میں کیا بیعت کروں گا، آپ کو پتہ ہی ہے کہ پولیس والوں کی زندگی کیا ہوتی ہے، اس عاجز نے کہا کہ آپ کیلئے بھی نیکی کا راستہ کھلا ہے، وہ انسپکٹر آگے سے کہتا ہے حضرت! میری زندگی اتنی گندی ہے، جو گناہ آپ سوچ سکتے ہیں وہ گناہ میں نے کیا ہوا ہے، اب بتایئے! کہ جو بندہ اپنی زبانی کہہ رہا ہے کہ جو گناہ آپ سوچ سکتے ہیں، وہ گناہ میں نے کیا ہوا ہے، اس عاجز نے کہا کہ اس کے باوجود آپ کیلئے بھی نیکی کا راستہ کھلا ہے، کہنےلگا اچھا حضرت پھر مجھے بھی بیعت کرلیں، وہ انسپکٹر پولیس بیعت ہوگیا، یہ عاجز پھر اگلی جگہ چلا گیا، کوئی چار مہینے کے بعد دوبارہ پھر اسی جگہ ایک کالونی میں جانے کا موقع ملا، عصر کی نماز پڑھی تو جیسے ہی جانے کیلئے اٹھے کوئی آدمی آیا اور اس نے پیچھے سے آکر بندے کو پکڑ لیا اب یہ عاجز بڑا حیران کہ یہاں میرا بچپن کا کوئی ہم سبق وغیرہ تو ہے نہیں کہ جو اس قسم کی بے تکلفی کی حرکت کرے، یہ کون آدمی ہے جس نے آکر مجھے پیچھے سے جکڑ لیا تھوڑی دیر تو صبر کیا جب چھوڑا تو اس کا چہرہ دیکھا تو پھر چھوٹی چھوٹی اس کے چہرے پر داڑھی، تو فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ تو وہی پولیس انسپکٹر ہے اس عاجز نے کہا: تھانیدار صاحب کیا حال ہے تو جب یہ کہا تو اسنے فوراً آگے سے جواب دیا حضرت تھانیدار تو اُس دن مر گیا تھا اب آپ کا غلام زندہ ہے، پھر مسجد کے نمازیوں کے سامنے اس نے کہا آن ڈیوٹی ایس،

ایچ، او کہنے لگا حضرت اب میں نے چہرے پر سنت سجالی ہے نیک بن گیا ہوں میں تہجد کی نماز روزانہ گھر میں پڑھتا ہوں اور فجر کی آذان روزانہ اس مسجد میں آکر میں خود دیا کرتا ہوں، ایسی برکت کہ علاقہ کا آن ڈیوٹی ایس، ایچ، او (S.H.O) گھر میں تہجد پڑھتا ہے اور محلّہ کی مسجد میں آکر فجر کی اذان دیتا ہے، یوں اللہ تعالیٰ زندگیوں کو بدل دیتے ہیں، اس بیعت اور نسبت کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی برکت ہے، اللہ تعالیٰ بندے کو ظاہری مصیبتوں سے بھی بچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اخلاقی مصیبتوں سے بھی بچاتے ہیں۔

(خانہ دل آباد رہے ص ۱۴۴)

(۳۸) ایک ایم، این، اے کی نسبت کا واقعہ

ہمارے ایک دوست ہیں، حاجی صاحب ہم ان کو کہتے ہیں، جامعہ رحمانیہ کے نام سے ایک مدرسہ ان کے زیر سرپرستی چل رہا ہے، اپنے علاقہ کے نواب ہیں، یہ عاجز بخاری شریف کے افتتاح کیلئے یا آخری درس کیلئے وہاں حاضری دیتا رہتا ہے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ حضرت میرا ایک کزن ہے، بڑا اینڈلارڈ Landlord (زمیندار) ہے اور اس پورے علاقہ کا M.N.A ہے، (ممبر نیشنل اسمبلی) اور وہ پینتیس (۳۵) سال سے ممبر نیشنل اسمبلی مستقل بن رہا ہے، علاقہ کے اندر اتنا اس کا ہولڈ Hold ہے کہ وہ اگر کسی کھمبے کو بھی اپنی طرف سے کھڑا کر دے، تو لوگ اس کو بھی ووٹ دے کے M.N.A بنا دیں گے، پارٹی یہ ہو یا پارٹی وہ ہو، وہ اکیلا کھڑا ہوتا ہے آزاد اور ہر دفعہ M. N. A بن جاتا ہے، اس کے مقابلہ میں کوئی کھڑا ابھی نہیں ہوتا، عوام اتنا اس کے ساتھ Attached ہیں، بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اربوں پتی انسان ہے، یہ پورا شہر جو آباد ہوا یہ زمین ان کی ملکیت تھی، انہوں نے بیچی، لوگوں نے خریدی، اب پورے شہر کی زمین جس نے بیچی ہو، اس کے چاہنے والے کتنے ہونگے؟! کہنے لگا کہ مگر ذاتی طور پر وہ بڑا بگڑا ہوا ہے، جوانی میں اس کے والد نے اسکو U. K تعلیم کیلئے بھیج دیا اور وہاں جاکر وہ بالکل ویسٹرنائز

Westernized ہو گیا اور جب وہ یہاں واپس آیا تو وہاں کے ماحول کو وہ یہاں خود لے کے آیا، دین سے اسکو کوئی مس نہیں، گھر میں اس نے پینے پلانے کا سسٹم ابھی بھی رکھا ہوا ہے، اس کے پاس دن رات کے مہمان اب بھی آتے رہتے ہیں، اسکی ذاتی زندگی اتنی گندی ہے، کہ سوچ بھی نہیں سکتے، لیکن چونکہ مالدار ہے، لوگوں کے کام کرواتا ہے، لوگ کہتے ہیں جی اسکی ذاتی زندگی کا وہ جانے ہمارے بیٹے کی نوکری لگوادی، یہ ہماری مصیبت دور کر دی یہ ہمارا کیس ختم کروادیا، چونکہ وہ پبلک کے کام کرواتا ہے تو پبلک ووٹ اسی کو دیتی ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ وہ لکھا پڑھا ہے اس وقت اسکی عمر پینسٹھ سال کے قریب ہو چکی ہے، اگر آپ اسکے ساتھ ملاقات کر لیں، تو ہو سکتا ہے کہ اسکی زندگی بدل جائے، اس عاجز نے کہا ابھی تو فرصت نہیں واپس جانا ہے، اتنا ہے کہ جب جاؤ اُس کو اس عاجز کا سلام پہنچا دینا، اگلے سال پھر بخاری شریف کی تقریب کیلئے گئے تو حاجی صاحب بڑے خوش، حضرت میں نے پچھلے سال آپ کے سلام دیئے تھے، اور M.N.A صاحب تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر کہنے لگے یار آپ کے پیر صاحب آئیں، تو میری بھی ملاقات کروانا، تو حضرت آج تو آپ کی میں نے ضرور ملاقات کروانی ہے، اس عاجز نے کہا کہ ان کے پاس جائیں اور جا کر کہیں اگر میں آپ کو ملنے کے لئے آؤں، تو **بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ**، برا فقیر وہ ہوتا ہے جو کسی امیر کے دروازے پہ چل کر جائے اور اگر آپ ملنے کیلئے آئیں گے، تو **نِعْمَ الْاَمِيْرُ عَلٰى بَابِ الْفَقِيْرِ**، آپ **نِعْمَ الْاَمِيْر** بنیں گے فقیر کے پاس چل کر آئیں گے اب آپ بتائیں کہ کیا کرنا بہتر ہے، جب حاجی صاحب نے جا کر اسکو کہا تو اس نے کہا اچھا میری پجیرو گاڑی نکالیں، وہ تو وہیں مدرسہ میں ہی آ گیا مدرسہ کے طلبہ نے دیکھا کہ M.N.A صاحب آ گئے، وہ بڑے حیران! کہ اسکا تو دین سے کوئی تعلق ہی نہیں نظر آتا تھا، نہ جمعہ میں، نہ مسجد میں، نہ عید میں، یہ تو بندہ ہی اور طرح کا تھا، خیر مدرسہ میں آیا، اس عاجز کے پاس کمرہ میں بیٹھا، اس عاجز نے اس کے سامنے تھوڑی دیر توبہ استغفار کے عنوان پر بات کی سنتا رہا، سنتا رہا، پھر کہتا ہے،

حضرت! توبہ تو وہ کرے جس کی کچھ نیکیاں ہوں اور کچھ گناہ ہوں اور جس کے پاس ہوں ہی گناہ، نیکی ہو ہی نہیں وہ کیا کرے، اس عاجز نے سمجھایا کہ نہیں آپ کے پاس بھی نیکیاں ہیں، گناہ بھی ہیں، کہنے لگا میں تو نیکی کا کام نہیں کرتا، میں نے کہا دیکھو! نیکی صرف مصلّے کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی نیکی کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے آپ کے پاس بیوائیں آتی ہیں، آپ ان کو سپورٹ Support کرتے ہیں! کہنے لگا جی ہاں کرتا ہوں، یتیم بچیوں کی شادیاں کرواتے ہیں؟ جی میں کرتا ہوں، دکھ اور مصیبت زدوں کی مصیبت دور کرنے میں ان کی Help کرتے ہیں؟ جی میں کرتا ہوں، یہ کام تو میں بہت کرتا ہوں، میں نے کہا یہ سب نیکی کے کام ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیکی کے کام کی بھی توفیق دی ہے، بس مصلّے کے ساتھ آپ کو لگاؤ نہیں، آپ کی زندگی کی ترتیب ذرا اس وقت تک کافروں والی ہے جو کافر ملکوں میں ہے، مگر چونکہ آپ ابھی کلمہ پر قائم ہیں، اس لئے ایمان سلامت ہے، آپ خدا کو مانتے ہیں، پیغمبر علیہ السلام کو مانتے ہیں، قرآن کو مانتے ہیں ملائکہ کو مانتے ہیں، کہنے لگا جی ہاں میرا ایمان تو پکا ہے، میں نے کہا باقی پھر سب غلطیاں معاف ہونے کے قابل ہیں، کہنے لگا جی اچھا پھر مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ اس عاجز نے اس کو یہی بیعت کے کلمات پڑھائے اور اسکے قلب پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کی ضرب لگائی اور اسکو کہا کہ بس آپ یہ ذکر، مراقبہ کرنا شروع کر دیں!، یہ عاجز واپس آ گیا۔

اب ہوا کیا یہ واپس گئے تو ایک رات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی حالت کو بدل دیا، اگلے دن یہ اٹھے اور اپنی بیوی کو کہنے لگے گھر میں جتنی شراب کی بوتلیں پڑیں ہیں سب توڑ دو اور شراب گٹر کے اندر بہا دو، بیوی حیران، کہ کیسا نصیب والا دن چڑھا کہ میرا میاں آج شراب سے توبہ کر رہا ہے، پھر اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ یہ جتنی ماڈل Model girl قسم کی لڑکیاں آتی ہیں ان کو کہہ دو کہ آج کے بعد میرے گھر کے دروازے ان کیلئے بند ہیں، وہ بیوی سوچنے لگی، کہ میں تو اور دنیا میں آ گئی، میرے سامنے سب کچھ ہوتا تھا میں بول نہیں سکتی تھی، آج میرا میاں ہر ایک سے توبہ

کررہا ہے، چنانچہ اس نے وہ جو آٹھ دس ماڈل قسم کی لڑکیاں تھیں، ان میں سے ہرایک کودس دس لاکھ روپئے دے کر، ان کو کہا جاؤ اپنا گھر خریدو! اپنا گھر بساؤ آج کے بعد اس گھر میں تم نے نہیں آنا، ان سے بھی اس نے جان چھڑوالی۔

اب تیسرے دن بیوی کے ساتھ بیٹھا خبریں دیکھ رہا تھا، تو ٹی وی پر خبر لگی، کہ حج پروازیں شروع ہوچکی ہیں اور حاجی لوگ جارہے ہیں، اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میری زندگی کے پینسٹھ (٦٥) سال گذر گئے، میں درجنوں مرتبہ یورپ، امریکہ کا چکر لگا کے آیا، مگر آج تک مجھے مکہ، مدینہ دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی، میرا دل کرتا ہے میں بھی حج کروں، بیوی نے کہا کہ آپ تو ابھی جاسکتے ہیں، اس میں کیا رکاوٹ ہے، وہیں بیٹھے اس نے وزارت مذہبی اُمور *Minister of Religious* کوفون کیا، کہ میں جانا چاہتا ہوں، اس نے کہا جناب! آپ پینتیس ۳۵ سال سے M.N.A ہیں، آپ ابھی آئیں ابھی بھیج دیں گے، چنانچہ اس نے اپنا سامان بنایا اور *Next day* اپنے شہر سے اسلام آباد پہنچا، انہوں نے حاجیوں کے ایک گروپ کا اسے امیر بھی بنادیا اور اس کو روانہ کردیا، اللہ کی شان دیکھئے! حج کے سفر میں اللہ نے اس کی زندگی بدل دی، لوگ کہتے تھے کہ اس نے وہاں حاجیوں کی اتنی خدمت کی کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا یہ کوئی نواب ہے، یا کسی کا زرخرید غلام ہے، اس نے مٹ کر خدمت کی ، کھانے لارہا ہے، حالانکہ ہارٹ پیشنٹ (دل کا مریض) بھی تھا، بہرحال جب یہ مدینہ طیبہ جانے لگا تو اس کے دل میں یہ بات آئی، کہ میں اللہ کے محبوب کے در پر حاضر ہورہا ہوں، میں اپنی شکل تو بنالوں پہنچنے والی، چنانچہ اس نے چہرے کے اوپر داڑھی والی سنت سجانے کی نیت کرلی، اب یہ حج کے بعد واپس آیا، لوگ حیران سر پر ٹوپی، چہرے پر ریش سجی ہے، پانچ وقت کا نمازی بن گیا، اب شہر کے علماء کو پتہ چل گیا، تو سب علماء نے مل کر مشورہ کیا کہ پہلے تو ہماری اس سے بنتی نہیں تھی، اب یہ نیک بن گیا، اب ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم چل کر جائیں اور ان کو جاکر مبارک باد دیں، چنانچہ شہر کے تیس ۳۰/ ۳۵ علماء

ان کی ملاقات کیلئے گئے، یہ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، اِتنے میں باہر Bell ہوئی، نوکر سے کہا کہ دیکھو، کون ہے اس نے کہا جی علماء ملنے کیلئے آئے ہیں چنانچہ یہ Drawing Room میں آیا، سب علماء سے گلے ملا اور مل کر کہتا ہے جی آپ بیٹھیں! میں زمزم اور کھجوریں لاتا ہوں، پھر میں آپ کو حج کی کارگذاری سناؤں گا، علماء بیٹھ گئے، گھر آیا بیوی کو کہا کہ اتنے علماء ہیں ان کو زمزم کھجوریں بھیج دو، اس نے کہا بہت اچھا چنانچہ وہ چھوٹے چھوٹے کپوں میں زمزم ڈالنے لگی، ان کے ہاتھ میں تسبیح، سر پر ٹوپی، یہ اپنے Bed کے اوپر بیٹھ
کر تسبیح پڑھنے لگے اللہ کی شان اسی دوران دل کا دورہ پڑا بیوی زمزم نکال کر فارغ ہوئی تو یہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پہلی زندگی دیکھیں کیا تھی اور یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کی برکت سے موت کیسی عطا کی، حج کرکے آئے ہیں......معافیاں مانگ کر آئے ہیں...... چہرے پر سنت سجائی......سر پر ٹوپی ہے...... باوضو ہیں......عصر کی نماز پڑھی، ہاتھ میں تسبیح ہے اور اس حالت میں ان کو موت آجاتی ہے۔

(خانۂ دل آباد رہے ص ۱۴۹)

(۳۹) بیعت کی وجہ سے نوجوان کی تبدیلی کا عجیب واقعہ

ہمارے ایک دوست ہیں ان کا جوان بیٹا امریکہ میں اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر کو جب پہنچا تو وہاں کے کلبوں میں پھنس گیا، والدین اتنے پریشان، کہ کوئی حد نہیں، اب انہوں نے اس عاجز کے سامنے رونا رویا، عاجز نے کہا بھائی جیسا کیسا ہے، بس اس کو بیعت کروادو، اور پھر نسبت کی برکت دیکھو کہ کیا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس بچے نے والدین کی بات مان کر بیعت کر لی اور یہ نہ سمجھا، کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، اب مشائخ کی دعاؤں میں اس کا حصہ پڑ گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کی دنیا کو بدلنا شروع کیا، ایک سال کے اندر وہ بچہ جو اپنی زبان سے کہتا ہے کہ

نیویارک میں میرے پیچھے ایک وقت میں دس دس لڑکیاں ہوتی تھیں، جو مجھے گناہ کی طرف مائل کرتی تھیں، میں ایک کا فون بند کرتا تھا اور دوسری کا Attend کرتا تھا، دوسری کا بند کرکے تیسری کا Attend کرتا تھا اور دس کی دس کو پتہ تھا کہ اس کا دس سے تعلق ہے مگر ہر ایک کوشش کررہی تھی کہ اس کو وہ اپنالے، اس گناہ بھری زندگی سے اللہ تعالیٰ نے اُس بچے کو توبہ کی توفیق دی اس وقت وہ ایک دارالعلوم میں درجہ ابعہ پڑھ کر عالم بن رہا ہے، ایسی زندگیاں اللہ بدلتے ہیں، حالانکہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایسی گندی عادتوں میں اور لڑکیوں کے ماحول میں اور وہ بھی انگریز لڑکیاں، انسان کا نکل آنا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص رحمت ہوتی ہے۔

یہ ہمارے مشائخ کی دعائیں ہیں ان لوگوں کے لئے، سلسلہ میں جو اوپر لوگ گذرے، وہ اللہ کے بڑے مقبول بندے تھے اور انہوں نے قیامت تک آنے والے سلسلے میں داخل ہونے والے سب لوگوں کے لئے دعائیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے ایمان کی حفاظت فرمالیتے ہیں۔

(خانۂ دل آباد رہے ص ۱۵۴)

(۴۰) جیسا گمان ویسا معاملہ کا واقعہ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تین پیر بھائی تھے۔ ہم تینوں کا اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گمان تھا۔ فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش طبع تھے۔ لہٰذا کم بات کرنے کی وجہ سے ہمارے ایک پیر بھائی سمجھتے تھے کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں۔ دعوت وارشاد میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو قطب ارشاد بنادیتے ہیں اور ان کے بیانات اور کلمات سے اللہ تعالیٰ ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کررکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے دوسرے کا گمان یہ تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں مگر وہ دوسروں کو کامل نہیں بنا پاتے۔ کیونکہ کم بولتے تھے۔ کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا،

حضرت! آپ بات کیا کریں تا کہ لوگوں کو فائدہ ہو۔حضرت نے عجیب بات کہی، فرمایا، جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کی ایسی حالت بنا دیا کرتے ہیں کہ وہ **من عرف ربه طال لسانه** کا مصداق بن جاتے ہیں اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ **من عرف ربه قل لسانه** کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی مخلوق کیساتھ کلام کرنے کی کیفیت کم ہوتی ہے اور پروردگار عالم کی طرف ان کے رجحان کی نسبت زیادہ رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ہی مست رہتے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ تیسرا میں تھا اور میرا اپنے شیخ کے بارے میں گمان یہ تھا کہ میرے شیخ اتنے کامل ہیں کہ اس سے پہلے اگر اس امت میں کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ السلام ملے ہیں اور صدیق اکبرؓ کے بعد اگر کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو پھر مجھے میرے شیخ ملے ہیں۔فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی تو پتہ نہیں کہ کدھر گئے مگر میرے اس گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مجدد الف ثانی بنا دیا۔یعنی مجھے دوسرے ہزار سال کا مجدد بنا دیا۔

(خطبات فقیر ص ۱۳۱)

(۴۱) حضرت احمد حضرویہ کا ایک چور کو مدد دینے کا واقعہ

تعارف:۔آپ خراسان کے عظیم اہل اللہ میں سے تھے۔اس کے علاوہ آپ کی تصانیف ونصائح اور آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔نہ صرف یہ بلکہ آپ کے تمام حلقہ بگوش صاحب کمال بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔

حالات: آپ کو حضرت حاتم اصم سے شرف بیعت حاصل تھا لیکن عرصہ دراز تک حضرت ابوتراب سے بھی فیوض حاصل کرتے رہے اور جب لوگوں نے حضرت ابوحفص سے پوچھا کہ عہد حاضر کے تمام صوفیاء میں آپ کے نزدیک کس کا مقام بلند ہے،تو آپ نے فرمایا کہ میں حضرت احمد حضرویہ سے زیادہ باحوصلہ اور صادق الاحوال کسی کو نہیں پاتا بلکہ ابوحفص تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو مروت وفتوحات کا ظہور نہ ہوتا۔

آپ ہمیشہ فوجی لباس میں رہتے اور آپ کی زوجہ فاطمہ بہت ہی عبادت گزار اور سردار بلخ کی دختر تھیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے خودخواہش نکاح کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنے والدین سے پیغام نکاح دینے کے لئے کہا لیکن آپ نے انکار کردیا،مگر جب دوبارہ انہوں نے کہا آپ رہنما ہوکر راہ مار رہے ہیں اس وقت آپ نے ان کے اصرار پر نکاح کا پیغام بھیج دیا اور جب نکاح کے بعد وہ آپ کے یہاں آئیں تو آپ کے ہمراہ صدق دلی سے مشغول عبادت ہوگئیں اور جب آپ اپنی بیوی کے ہمراہ حضرت بایزید سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ کی بیوی نے ان سے نہایت بے باکانہ طور پر گفتگو کی اور ان کا طریقہ گفتگو آپ کو ناگوار لگا اور آپ نے تنبیہ کی کہ غیر مردوں سے اس طرح بے حجابانہ گفتگو زیبا نہیں لیکن بیوی نے جواب دیا کہ خواہش نفس کی تکمیل میں جس طرح آپ میرے رازدار ہیں اسی طرح حضرت بایزید خواہش طریقت میں میرے ہمراز ہیں اور انہیں کی وجہ سے مجھے دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تو میری صحبت کے متمنی رہتے ہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہیں ایک مرتبہ حضرت بایزید نے ان کے ہاتھ میں مہندی لگی دیکھ کر پوچھا کہ یہ مہندی کیوں لگائی ہے انہوں نے عرض کیا کہ آج تک آپ نے میرے ہاتھ اور مہندی پر نظر نہیں ڈالی تھی اس لئے میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاتی تھی لیکن آج سے آپ کی صحبت میرے لئے ناجائز ہے اس کے بعد حضرت احمد بیوی سمیت

نیشاپور میں مقیم ہو گئے اور جس وقت یحییٰ بن معاذ نیشاپور پہنچے تو آپ نے ان کی دعوت کے لئے جب بیوی سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اتنی مقدار میں گائیں اتنی بکریاں، اتنا عطر اور بیس گدھے، کیونکہ ایک کریم کی دعوت کے لئے ضروری ہے کہ کتے بھی محروم نہ رہیں، لہذا بیس گدھوں کا گوشت کتوں کو کھلایا جائے گا، اسی وجہ سے آپ اپنی بیوی کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مرد کو دیکھنا چاہے وہ فاطمہ کو دیکھ لے۔

آپ اپنے نفس پر بے حد جبر سے کام لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ عوام جہاد پر روانہ ہوئے تو آپ کے نفس نے بھی جہاد کا تقاضا کیا، لیکن آپ کو یہ خیال ہو گیا کہ نفس کا کام چونکہ ترغیب عبادت نہیں ہے اس لئے مجھے کسی مکر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور شائد اس کی ترغیب کا یہ مقصد ہو کہ دوران سفر روزے نہیں رکھنے پڑیں گے رات کو عبادت سے چھٹی مل جائے گی اور لوگوں سے ربط وضبط کا موقع مل جائے گا، مگر نفس نے ان سب چیزوں سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہے پھر جب آپنے یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو فریب نفس سے محفوظ رکھ تو اللہ تعالیٰ نے نفس کا فریب ظاہر فرما دیا کہ نفس کا یہ فریب تھا کہ چونکہ آج تک میری کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی لہذا میں جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو جاؤں اور تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے یہ سن کر آپ نے اس دن سے نفس کشی میں اور بھی اضافہ کر دیا

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور میں نے اس تصور سے نہیں نکالا کہ اس سے توکل متاثر ہو جائے گا۔ چنانچہ مواد پڑنے سے میرا پاؤں متورم ہو گیا جس کی وجہ سے میں لنگڑاتے ہوئے داخل مکہ ہوا اور اسی حالت میں حج کر کے واپس ہو گیا لیکن راہ میں لوگوں نے اصرار کر کے وہ کانٹا نکال دیا اور جب میں حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مسکرا کر پوچھا کہ جو اذیت تم کو دی گئی تھی وہ کہاں گئی میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنے اختیار کو اس کے تابع کر دیا تھا اس پر حضرت بایزید نے فرمایا کہ خود کو

صاحب اختیار تصور کرنا کیا شرک میں داخل نہیں؟

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ عظمت فقر کا اظہار کسی طرح بھی مناسب نہیں فرمایا کہ ایک شخص نے ماہ صیام میں ایک دولت مند کو دعوت دی اور جو کی خشک روٹی اس کے سامنے رکھ دی، پھر کھانے کے بعد اس کے گھر پہنچ کر ایک توڑا اشرفی کا درویش کی خدمت میں بھیجا لیکن درویش نے کہا کہ اپنے فقر کو دونوں جہان کے عوض بھی فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

رات میں آپ کے یہاں چور آ گیا لیکن جب خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رات بھر عبادت کرو اور اس کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کردوں گا، چنانچہ وہ رات بھر آپ کے ہمراہ مشغول عبادت رہا اور صبح کو جب کسی دولت مند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے اس چور کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے یہ سن کر چور نے کہا کہ صد حیف میں نے آج تک اس خدا کو فراموش کئے رکھا۔ جس کی ایک رات عبادت کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے پھر توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا اور بہت بلند مراتب حاصل کئے۔

کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ سیم وزر کی زنجیریں پڑی ہوئی ایک رتھ پر سوار ہیں اور ملائکہ اس رتھ کو کھینچ رہے ہیں اور جب اس نے سوال کیا کہ آپ اس قدر جاہ مرتبت کے ساتھ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ اپنے دوست سے ملاقات کرنے پھر اس نے عرض کیا کہ اتنے بلند مراتب کے باوجود آپ کو دوست سے ملاقات کی خواہش ہے فرمایا اگر میں نہیں پہنچا تو وہ خود آ جائے گا اور زیارت کا جو مرتبہ ملتا ہے وہ اس کو حاصل ہو جائے گا۔

کرامات: ایک دفعہ آپ کسی بزرگ کی خانقاہ میں بوسیدہ لباس پہنے ہوئے

پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن آپ خاموش رہے، پھر ایک مرتبہ کنوئیں میں ڈول گر گیا تو آپ نے انہیں بزرگ کے یہاں جا کر کہا کہ دعا فرما دیجئے کہ ڈول کنوئیں سے باہر آجائے یہ سن کر وہ بزرگ حیرت زدہ رہ گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں خود دعا کر دوں، چنانچہ اجازت کے بعد جب آپ نے دعا فرمائی تو ڈول خود بخود کنوئیں سے باہر نکل آیا، یہ دیکھ کہ جب ان تمام لوگوں نے آپ کی تعظیم کی تو فرمایا کہ اپنے مریدین کو ہدایت فرما دیجئے کہ مسافر کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا کریں۔

عجیب واقعہ: کسی نے آپ سے اپنے افلاس کا رونا رویا تو فرمایا کہ جتنے بھی پیشے ہو سکتے ہیں ان کا نام علیحدہ علیحدہ پرچیوں پر لکھ کر ایک لوٹے میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ اور جب وہ تعمیل حکم کر چکا تو آپ نے لوٹے میں ہاتھ ڈال کر جب ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا، آپ نے اس کو حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہئے یہ سن کر پہلے تو وہ پریشان ہوا، لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے چوروں کے گروہ میں شامل ہو گیا لیکن ان چوروں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ جس طرح ہم کہیں گے تمہیں کرنا ہوگا، چنانچہ ایک دن اس گروہ نے کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند کو قیدی بنا لیا اور جب اس نئے چور سے اس دولت مند کو قتل کرنے کے لئے کہا تو اس چور کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو یہ لوگ صدہا انسانوں کو قتل کر چکے ہوں گے لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ ان کے سردار ہی کو ختم کر دیا جائے اور اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار کا خاتمہ کر دیا یہ کیفیت دیکھ کر تمام چور ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور جس دولت مند کو قید کیا گیا تھا نئے چور نے اس کو رہا کر دیا، جس کے صلہ میں اس دولت مند نے اس کو اتنی دولت دیدی کہ یہ خود امیر کبیر بن گیا اور تمام عمر عبادت میں گذار دی۔

ایک مرتبہ کوئی بزرگ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ نے

ازراہ مہمان نوازی اس دن سات شمعیں روشن کیں یہ دیکھ کران بزرگ نے اعتراض کیا کہ یہ تکلّفات تو تصوف کے منافی ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ تمام شمعیں صرف خدا کے واسطے روشن کی ہیں اور اگر آپ غلط سمجھیں تو پھر ان میں سے جو شمع خدا کے لئے روشن نہ ہو اس کو بجھا دیں یہ سن کر وہ بزرگ تمام شمعوں کو بجھانے میں مشغول رہے لیکن ایک بھی نہ بجھ سکی، پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو میں تمہیں قدرت کے عجائبات کا نظارہ کرانا چاہتا ہوں چنانچہ جب ایک گرجا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک کافر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی تعظیم کے ساتھ دستر خوان بچھوایا اور کھانا چن کر عرض کیا کہ آیئے ہم دونوں کھانا کھائیں، آپ نے فرمایا کہ خدا کے دوست خدا کے غنیم کے ساتھ کیسے کھا سکتے ہیں۔ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا اور اس کے ہمراہ مزید ۶۹ افراد مسلمان ہو گئے اور اسی شب آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے احمد تو نے ہمارے لئے سات شمعیں روشن کیں اور اس کے صلہ میں ہم نے تیرے ہی وسیلے سے ستر قلوب کو نورِ ایمانی سے منور کر دیا۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے انسانوں کو جانوروں کی مانند چارہ کھاتے دیکھا ہے، یہ سن کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ انسانوں میں شامل نہیں تھے، فرمایا کہ شامل تو میں بھی تھا لیکن فرق یہ تھا کہ وہ کھاتے ہوئے خوش ہو کر اچھل کود رہے تھے اور میں کھاتے ہوئے رو رہا تھا فرمایا کہ فقر تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول سخاوت دوم تواضع سوم ادب پھر فرمایا کہ شاکی لوگ صابر نہیں ہو سکتے لیکن مضطرب لوگوں کا زادراہ صبر ہے، فرمایا معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو قلب سے محبوب رکھتے ہوئے زبان سے بھی یاد کرتا رہے اور خدا کے علاوہ ہر شے کو ترک کر دے۔ فرمایا کہ اہل اخلاق خدا کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں اور خدا کی محبت یہ ہے کہ تمام اسباب ووسائل کو خیر باد کہہ کر صدق دلی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ فرمایا کہ جب قلب نور سے پر ہو جاتا ہے تو اس کا نور

اعضا سے بھی ظاہر ہونے لگتا ہے اور اگر باطل سے لبریز ہوتا ہے تو اس کی تاریکی بھی اعضاء سے ظاہر ہوتی ہے، فرمایا کہ خواب غفلت سے خراب کوئی خواب نہیں اور شہوت سے زیادہ قوی کوئی دوسری شے نہیں لیکن غفلت کے بغیر شہوت کا غلبہ کبھی نہیں ہوسکتا، فرمایا کہ زندگی میں ایسی میانہ روی ہونی چاہئے جو دین و دنیا دونوں سے مطابقت رکھتی ہو، فرمایا کہ خدا کے سوا ہر شے سے کنارہ کشی سب سے بڑی عبادت ہے۔

کسی نے آپ کے روبرو جب یہ آیت پڑھی کہ **ففروا الی اللّٰہ** تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت تو اس کے سامنے قرات کرو جو اس کا نہ بن چکا ہو، پھر نصیحت فرمائی کہ نفس کو مار ڈالو تاکہ تمہیں حیات مل جائے۔

کرامت: وفات سے پہلے آپ ستر ہزار دینار کے مقروض تھے اور یہ تمام قرضہ صرف خیرات وصدقات کرنے کی وجہ سے ہوا تھا، چنانچہ آخری وقت جب قرض خواہوں نے تقاضا کیا تو آپ نے دعا کی کہ یا اللہ میں تو اسی وقت تیرے پاس حاضر ہوسکتا ہوں جب ان کے قرض سے سبکدوش ہو جاؤں کیونکہ میری حیات تو ان کے پاس گروی ہے ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر سے آواز آئی کہ تمام لوگ اپنا قرض لے لیں اور جب سب لے چکے تو آپ کا انتقال ہوگیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۹۰)

(۴۲) حضرت معروف کرخیؒ کی کرامت کا واقعہ

تعارف: آپ طریقت وحقیقت کے مقتدا و پیشوا تھے، لیکن آپ کے والد نصرانی تھے اور جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو معلم نے یہ درس دینا چاہا کہ **ثالث ثلاثہ** یعنی خدا

تین ہیں آپ نے کہا کہ **ھو اللّٰہ احد** وہ خدا تو ایک ہے

اور زور وکوب کرنے کے باوجود بھی آپ نے خدا کو تین نہیں کہا اور وہاں سے فرار ہوکر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہیں سے بیعت حاصل کی لیکن فرار ہونے کے بعد والدین کو خیال آیا کہ وہ کسی مذہب پر بھی رہتا لیکن کاش ہمارے پاس رہتا، پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متاثر ہوکر والدین بھی مسلمان ہوگئے اور بہت عرصہ حضرت داؤد طائی کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے۔

حضرت محمد بن طوسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان آپ کو نہیں تھا پھر آج کیسے ہوگیا، فرمایا کہ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ معظّمہ پہنچنے کا تصور آگیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور یہ اسی کا نشان ہے۔

حالات: ایک مرتبہ قرآن ومصلّٰی مسجد میں چھوڑ کر آپ دریا پر پاکیزگی کی نیت سے تشریف لے گئے دریں اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن ومصلیٰ مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے اور بڑھیا نے جب نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ میرا قرآن واپس کردو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں ہبہ کردیا چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے حلم سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کردیں۔

آپ کچھ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص وسرور مے نوشی میں مصروف مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اے اللہ جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی

بہتر عیش ان کو عطا کرتا رہ۔اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب ورباب پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہو گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو شیرینی سے مر سکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل؟

حضرت سری سقطیؒ سے روایت ہے کہ عید کے دن بھی میں نے آپ کو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اُداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور میرے پاس کپڑے تک نہیں اسی لئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے لئے کپڑے فراہم کر سکوں لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور عطا کیا گیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

قبلہ کا صحیح رخ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آپ کے ایک مہمان نے غلط سمت کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر لی اور نماز کے بعد جب اس کو صحیح سمت معلوم ہوئی تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ جب میں نے نیت باندھی تھی اس وقت آپ نے آگاہ کیوں نہیں کیا، فرمایا کہ فقراء کو دوسروں کے امور میں اس وقت مداخلت کی حاجت ہوتی ہے جب انہیں اپنے امور سے مہلت مل جائے

آپ کے ماموں کوتوال شہر تھے انہوں نے آپ کو جنگل میں اس حالت میں دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک اس کو کھلاتے ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر ماموں نے کہا کہ تم کو حیا نہیں آتی کتے کو کھانا کھلا رہے ہو؟ آپ نے کہا کہ حیا کی وجہ سے ہی تو میں اس کو کھلا رہا ہوں اور یہ کہہ کر جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہرے کو پروں سے ڈھانپے ہوئے آپ کے دست مبارک پر آ بیٹھا اور

آپ نے ماموں سے فرمایا کہ خدا سے حیا کرنے والے سے ہر شے حیا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہوگیا پھر فرمایا کہ تین چیزیں شجاعت کا مظہر ہیں، اول وعدہ وفا کرنا، دوم ایسی ستائش جس میں جودوسخی کا تصور تک نہ ہوسوم بلا طلب کے عطا کر دینا۔

اشادات: فرمایا کہ نفس کا اتباع خدا کی گرفت ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور وہ جس کو محبوب بنا لے اس پر خیر کے دروازے کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے فرمایا کہ لغو باتیں گمراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا درحقیقت وفا کی نشانی ہے فرمایا کہ اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے اور حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور خالق سے امید وابستہ کرنا خالص تصوف ہے لہٰذا مخلوق سے آس توڑ کر خدا سے طلب کرنا چاہیئے، فرمایا کہ شر کو نظر انداز کر کے کسی کی برائی یا بھلائی نہ کرو، فرمایا کہ حب دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الٰہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اس کے کرم سے نصیب ہوتی ہے، فرمایا کہ عارفین خود سراپا دولت ہیں انہیں کسی دولت کی حاجت نہیں۔

آپ ایک مرتبہ بڑی خوش دلی کے ساتھ کوئی چیز تناول فرمارہے تھے تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسی کیا شے ہے جو آپ اس قدر مسرت کے ساتھ کھا رہے ہیں فرمایا کہ میری مسرت کی یہ وجہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مہمان ہوں، اور جو وہ عطا کرتا ہے کھا لیتا ہوں اور اکثر آپ نفس سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چھوڑ دے تا کہ تجھے بھی چھٹکارا مل جائے فرمایا کہ خدا پر توکل کرنے والا مخلوق کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے فرمایا کہ اس چیز سے ڈرتے رہو کہ خدا کی نظریں تم پر ہیں۔

☆

حضرت سری سقطیؒ سے روایت ہے کہ آپ نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ جب تمہیں کچھ طلب کرنا ہو تو اس طرح طلب کیا کرو کہ اے خدا بحق معروف کرخی مجھ کو فلاں شے عطا کردے تو وہ شے یقیناً تم کو مل جائے گی، پھر سری سقطی نے فرمایا کہ دم مرگ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو بالکل برہنہ دفن کرنا کیونکہ دنیا میں بالکل برہنہ آیا تھا اس کے بعد آپ انتقال کر گئے اور آپ کا مزار مبارک آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور لوگوں کی تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

واقعہ جنازہ: وفات کے بعد ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق آپ کی میت اٹھانے پر آمادہ تھے یہ دیکھ کر آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ آپ کی یہ وصیت تھی کہ جس مذہب کے لوگ زمین سے میرا جنازہ اٹھالیں وہی دفن بھی کریں چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے بھی آپ کا جنازہ نہ اٹھ سکا، اور اسلامی احکام کے مطابق آپ کی تجہیز وتکفین کی گئی۔

ایک مرتبہ آپ بازار سے گزرے تو دیکھا کہ ایک بہشتی یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ جو میرا پانی پی لے اس کی مغفرت فرمادے چنانچہ نفلی روزے کے باوجود آپ نے پانی پی لیا۔ اور جب لوگوں نے کہا کہ آپ کا روزہ تھا تو فرمایا کہ میں نے تو بہشتی کی دعا پر پانی پی لیا، پھر انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ بہشتی کی دعا سے مغفرت فرمادی۔

حضرت محمد حسین نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا، فرمایا کہ میری مغفرت ہوئی، پھر انہوں نے سوال کیا کہ کیا عبادت وزہد کی وجہ سے مغفرت ہوئی تو فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے ابن سماک کی اس نصیحت پر عمل کیا تھا کہ جو دنیا سے انقطاع کر کے رجوع الی اللہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی جانب رجوع فرماتا ہے۔

☆

حضرت سری سقطیؒ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو خواب میں تحت العرش اس طرح دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے اور پوچھا جا رہا ہے کہ یہ کون ہے؟ اس سوال پر فرشتے کہہ رہے ہیں کہ تو ہم سے زیادہ جانتا ہے پھر آواز آئی کہ یہ معروف کرخی ہے جس کو ہماری محبوبیت نے بے خود بنا دیا ہے اور اب ہمارے دیدار کے بغیر اس کو ہوش نہیں آسکتا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۰)

(۴۳) بیعت کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت مرشد عالمؒ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل واڈی دامت برکاتہم انگلینڈ میں ہیں۔ انہوں نے خود ایک واقعہ سنایا۔ چونکہ انہوں نے یہ واقعہ خود سنایا اس لئے یہ عاجز بھی آپ حضرات کو سنانے کی جرأت کر رہا ہے۔ یہ واقعہ سنتے ہوئے نسبت کی برکت کا خیال رکھئے گا۔

فرمانے لگے کہ میرا ایک بیٹا محمد قاسم ہے (اس عاجز کی ان سے بھی ملاقات ہوئی)۔ کہنے لگے کہ وہ انگریزی پڑھ کر یونیورسٹی میں پروفیسر بن گیا۔ پروفیسر بننے کے بعد اس کے خیالات دہریت کی طرف چلے گئے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو پھر نماز روزہ تو دور کی بات ہوتی ہے۔ جس کو وجود باری تعالیٰ میں شک پڑ جائے، دین میں ہی شک پڑ جائے تو پھر اعمال کرنا تو دور کی بات رہ جاتی ہے۔ گھر کے سارے بچے حافظ، قاری اور عالم اور بیٹیاں بھی حافظہ، عالمہ فاضلہ۔ مگر ان کا یہ بیٹا دوسروں سے ذرا انوکھا بنا کیونکہ یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ ڈارون تھیوری کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے ان کو وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شک پڑ گیا اور زندگی میں غفلت آگئی۔

فرمانے لگے کہ میں نے ایک دن حضرت مرشد عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت سارا گھرانہ علماء کا ہے، بچیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں، مگر یہ بچہ گھر میں ایسا بن گیا ہے

کہ اس کا عجیب حال ہے، ہمارے دل میں ہر وقت دکھ اور غم ہے، اس کی والدہ بھی روتی ہے اور میں بھی روتا ہوں۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدل دے۔ حضرت مرشد عالمؒ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بیعت کر لے۔ اب اس کو والد صاحب نے سمجھایا کہ بیٹا! تم بیعت کرلو۔ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے نماز ہی نہیں پڑھنی تو مجھے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ مولانا نے حضرتؒ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ حضرت! میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں نے جب نہ نماز پڑھنی ہے اور نہ قرآن پڑھنا ہے تو پھر بیعت کا کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا، کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور قرآن پڑھے۔ میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ بیعت کر لے۔ یہ ایک عجیب سی بات ہے جو عام بندے کو سمجھ نہیں آتی۔ اگلے دن اس کے والد نے پھر کہا، بیٹا! یہ بزرگ ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں، تمہاری سب بہنیں اور بھائی ان سے بیعت ہیں، میں بھی بیعت ہوں، تم بھی بیعت ہو جاؤ اس طرح ہمارے گھر کے سب افراد بیعت ہو جائیں گے۔ اس نے کہا، ابو! میں نے کرنا تو کچھ ہے نہیں۔ باپ نے کہا، بیٹا! تم کچھ نہ کرنا، صرف بیعت ہو جاؤ اس نے دل میں سوچا کہ چلو ابو راضی ہو جائیں گے اس لئے میں بیعت ہو ہی جاتا ہوں۔ اب اس نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو چند کلمات پڑھ لئے جاتے ہیں وہ بندے کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ اس راز سے واقف نہ تھا۔ چنانچہ کہنے لگا، اچھا جی میں بیعت ہو جاتا ہوں اس نے اگلے دن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بیعت ہونے کے بعد اس کے دل کی سوچ بدلنا شروع ہوگئی۔ اس نے حضرت کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا، حضرت سے محبت ہونا شروع ہوگئی، نمازیں بھی شروع ہوگئیں، تلاوت بھی شروع ہوگئی، زندگی کے لیل ونہار بدلنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس نے علم پڑھنا شروع کر دیا، تہجد گزار بن گیا، اتنا ذاکر شاغل بنا کہ اس کو چند سالوں کے بعد ہمارے حضرت

ؒ نے خلافت عطا فرمادی ۔ وہ نوجوان جو دہریہ تھا اور خدا بیزار ذہنیت کا مالک تھا اس پر صرف بیعت کے چند کلمات پڑھنے کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے دل میں عشق الٰہی کا ایسا شعلہ پیدا ہوا کہ بالآخر ہمارے حضرتؒ نے اس کو اجازت وخلافت دی۔ اس عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ری یونین میں لوگوں نے بتایا کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں نوجوان کفر سے توبہ کر کے اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔

میرے دوستو! جو لوگ کلمہ بھی نہیں پڑھے ہوتے ان کے دلوں پر ان کلمات کا اتنا اثر ہوتا ہے تو جو کلمہ گو ہوں اور دل میں طلب اور تڑپ رکھنے والے ہوں، گھروں سے چل کر آئے ہوئے ہوں، اگر وہ یہ کلمات پڑھیں گے اور وہ نسبت کا تعلق حاصل کریں گے تو اللہ رب العزت ان کے دل کی دنیا کو کیسے بدلیں گے۔

(خطبات فقیر ج٦ ص۷۲)

(۴۴) موت کے بعد قبر میں تبسم

حضرت ابوسعید خزازؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک مرتبہ باب بنی شیبہ سے گذر رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کی نعش رکھی ہوئی دیکھی جو نہایت حسین چہرہ والا تھا میں نے جو اسکے چہرہ کو غور سے دیکھا تو وہ تبسم کرتے ہوئے کہنے لگا ابوسعید تمہیں معلوم نہیں کہ عشاق مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں اگر چہ ظاہر میں مرجائیں ان کی موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال ہونا ہے۔

(فضائل صدقات شیخ زکریا ص۲۱۳)

(۴۵) موت کے بعد کلام کرنے کا واقعہ

شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ مکرمہ میں آیا اور کہنے لگا کہ اے استاد میں کل کو ظہر کیوقت مرجاؤں گا یہ اشرفی لے لیجئے اسمیں سے نصف تو قبر کھودنے والے کی اجرت ہے اور نصف کفن وغیرہ کی قیمت ہے جب دوسرے دن ظہر کا وقت آیا وہ مسجد حرام

میں آیا اور طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مرگیا میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی جب اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھولدیں میں نے کہا کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ جل شانہٗ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔

(فضائل صدقات شیخ زکریا ص۲۱۳)

(۴۶) حضرت شبلیؒ کی بیعت کا واقعہ

تعارف: آپ معرفت وحقیقت کے منبع ومخزن تھے اور آپ کا شمار معتبر صوفیائے کرام میں ہوتا تھا گو جائے ولادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور سن بلوغ تک وہیں مقیم رہے۔آپ کی کرامت وریاضت اور نکات ورموز بے شمار ہیں جن کو یک جا کرنا بہت دشوار ہے آپ نے اپنے دور کے تمام بزرگوں کو دیکھا اور فیض بھی حاصل کیا۔آپ امام مالکؒ کے پیروکار تھے۔اور بہت سی احادیث بھی آپ نے تحریر کررکھی تھیں۔اس کے علاوہ آپ کی عبادت وریاضت میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔اور ستر سال کی عمر پا کر ۳۳۴ھ ماہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا۔

حالات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال تک حدیث وفقہ کا درس لیا جس کے بعد سینے سے ایک خورشید طلوع ہوگیا اور جب مجھ کو خدا کی طلب کا اشتیاق پیدا

ہوا تو میں نے بہت سے اساتذہ کی خدمت میں رجوع ہوکر اپنا مقصد ظاہر کیا لیکن کوئی بھی مجھے راستہ نہ دکھا سکا۔ کیونکہ ان میں سے ایک بھی بذات خود اس راستے سے واقف نہ تھا بس مجھ سے تو اتنا کہہ دیتے تھے کہ ہم غیب کے سوا سب کچھ جانتے ہیں چنانچہ میں نے حیرت زدہ ہوکر ان سے عرض کیا کہ آپ لوگ تاریکی میں ہیں اور میں روز روشن میں ۔اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی ولایت چوروں کے سپرد نہیں کی یہ سن کر سب لوگ برہم ہو گئے اور میرے ساتھ بہت ہی ناروا سلوک کیا۔

ابتداء میں آپ نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اور سرداروں کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کرنے والا تھا کہ اس وقت آپ (حضرت شبلیؒ) کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کرلی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو برطرف کر دیا۔اس وقت آپ کو یہ تنبیہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کر کے ایسی سزا کا مستوجب ہوسکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کو تو نہ جانے کیا سزا ہوگی ۔اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے آکر عرض کیا کہ تو مخلوق ہو کر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جبکہ تیری خلعت کی مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لہٰذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا فرمائی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کثیف کردوں یہ کہہ کر دربار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نساج کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہوگئے ۔اور کچھ عرصہ ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد انہیں کے حکم سے حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچ گئے ۔اور ان سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے۔لہٰذا آپ یا تو اسے میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کردیں یا پھر بغیر قیمت کے دیں۔حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اگر

میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے۔ کیونکہ تمہارے اندر قوت خرید نہیں ہے۔ اور اگر مفت دے دوں تو اس کی قدر و قیمت نہ سمجھ سکو گے کیونکہ بلا محنت حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر تم وہ گوہر حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحر توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر و انتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوہر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا چنانچہ ایک سال تک تعمیل حکم کرتے رہے پھر آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچتے پھرو۔ چنانچہ ایک سال تعمیل حکم کرتے رہے انہوں نے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو۔ چنانچہ آپ نے ایک سال یہ بھی کیا حتیٰ کہ آپ نے بغداد کے ہر دروازے پر بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا۔ اور جب اس کی شکایت آپ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے کی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اب کبھی مخلوق سے دل بستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا۔ پھر حضرت جنید بغدادیؒ نے حکم دیا کہ چونکہ تم نہاوند کے امیر رہ چکے ہو۔ لہٰذا وہاں جا کر ہر فرد سے معافی طلب کرو چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر بچے بچے سے معافی چاہی لیکن ایک شخص وہاں موجود نہیں تھا تو اس کے بجائے لاکھ درم خیرات کیے لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے قلب میں خلش باقی رہ گئی اور جب دوبارہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی تمہارے قلب میں حب جاہ باقی ہے لہٰذا ایک سال تک اور بھیک مانگتے رہو۔ لہٰذا جو کچھ بھیک کے ذریعہ ملتا اس کو حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس لا کر فقراء میں تقسیم کر دیتے لیکن آپ خود بھوکے رہتے پھر سال کے اختتام پر حضرت جنید بغدادیؒ نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا۔ بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو۔ چنانچہ آپ

ایک سال تک فقراء کی خدمت گزاری میں مشغول رہے پھر حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا کہ اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے۔آپ نے جواب دیا کہ میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے ابتدائی دور میں جو کوئی آپ کے سامنے خدا کا نام لیتا تو آپ اس کا منہ شکر سے بھر دیتے اور بچوں میں محض اس نیت سے شیرینی تقسیم فرمایا کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے صرف اللہ اللہ کہتے رہیں۔ پھر بعد میں یہ کیفیت ہوگئی کہ خدا کا نام لینے والوں کو روپے اور اشرفیاں دیا کرتے تھے پھر اس مقام پر پہنچ گئے کہ شمشیر برہنہ لیکر پھرتے فرمایا کرتے کہ جو کوئی میرے سامنے اللہ کا نام لے گا اس کا سر قلم کردوں گا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے پہلے والا رویہ کیوں تبدیل فرمادیا؟ فرمایا کہ پہلے مجھے خیال تھا کہ لوگ حقیقت و معرفت کے اعتبار سے خدا کا نام لیتے ہیں لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ محض عادتاً نام لیتے ہیں جس کو میں جائز تصور نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی ندا سنی کہ اسم ذات کے ساتھ کب تک وابستہ رہے گا اگر طلب صادق ہے تو مسمّٰی کی جستجو کر، یہ ندا سن کر عشق الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ دریائے دجلہ میں چھلانگ لگادی لیکن ایک موج نے پھر کنارے پر پھینک دیا۔ پھر اسی کیفیت میں آگ میں کود پڑے لیکن آگ بھی آپ کے اوپر اثر انداز نہ ہوسکی اسکے بعد اکثر مہلک و مہیب مقامات پر پہنچ کر خود کو ہلاک کرنے کی سعی کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے اس لئے کسی جگہ بھی کوئی گزند نہیں پہنچی اور ہر یوم ذوق وشوق میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا تھا اور آپ اکثر چیخ چیخ کر فرماتے کہ تاسف ہے اس شخص پر جو پانی میں نہ غرق ہوسکا اور نہ آگ میں جل سکا نہ درندوں نے پھاڑا اور نہ پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوسکا پھر آپ نے یہ ندائے غیبی سنی کہ جو مقبول الٰہی ہوتا ہے اس کو خدا کے سوا کوئی دوسرا قتل نہیں کرسکتا۔اس کے بعد

آپ کے احوال یہاں تک پہنچ گئے کہ لوگوں نے دس مرتبہ زنجیروں میں جکڑا مگر پھر بھی آپ کو سکون میسر نہ آسکا پھر آپ کو پاگل تصور کرکے پاگل خانے بھیج دیا گیا اور ہر شخص آپ کو دیوانہ کہنے لگا لیکن آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم سب مجھ کو دیوانہ کہتے ہو حالانکہ تم سب خود پاگل ہو اور انشاء اللہ قیامت میں تمہاری دیوانگی سے میری دیوانگی کا مرتبہ زائد ہوگا۔

قید خانے میں جب آپ سے چند حضرات بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سب آپ کے احباب ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ نے ان پر سنگ باری شروع کردی اور فرمایا کہ تم کیسے احباب ہو جو میری مصیبت پر صبر نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ آپ ہاتھ میں آگ لئے ہوئے پھر رہے تھے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے فرمایا کہ میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں تاکہ مخلوق کعبہ والے کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پھر دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ آپ دو جلتی ہوئی لکڑیاں لئے پھر رہے ہیں اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ درخت پر بیٹھی ہوئی کوئل کوکو کرکے پوچھتی رہتی ہے کہ وہ کہاں ہے اور میں بھی اسکی موافقت میں ھوھو کرتا رہتا ہوں۔آپ کے اس عمل کا کوئل پر ایسا اثر ہوا کہ جب آپ خاموش ہو جاتے تو وہ بھی سکوت اختیار کرلیتی۔

ایک مرتبہ بچوں نے آپ کے پاؤں پر ایسا پتھر مارا کہ لہولہان ہوگیا اور زخم سے جو قطرے زمین پر گرتے ان میں سے ہر قطرہ خون سے اللہ کا نقش ابھرتا تھا۔

ایک مرتبہ عید کے دن سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور وجد کا عالم تھا اور جب لوگوں نے سیاہ لباس پہننے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مخلوق کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے اس لئے کہ پوری مخلوق خدا سے غافل ہوچکی ہے ابتداء میں آپ سیاہ لباس ہی استعمال فرماتے تھے لیکن تائب ہونے کے بعد برقع پہننا شروع کردیا تھا اور عید کے دن سیاہ لباس پہن کراپنے

لباس سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ سیاہی نے ہم کو تاریکی کے ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ہم درمیان میں غرق ہوگئے۔مجاہدات کے دوران آپ اس لئے اپنی آنکھوں میں نمک بھر لیتے تھے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہوسکے۔حتیٰ کہ تھوڑی تھوڑی مقدار کرکے آپ نے اپنی آنکھوں میں سات من نمک بھرلیا تھا۔اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرما کر مجھ سے فرمایا کہ سونے والے مجھ سے غافل ہوجاتے ہیں اور مجھ سے غفلت کرنے والا محجوب ہوتا ہے۔ایک مرتبہ چمٹی لے کر آپ نے اپنا گوشت نوچنا شروع کردیا تو حضرت جنید بغدادیؒ نے اسکی وجہ پوچھی۔آپ نے فرمایا کہ جو حقائق مجھ پر منکشف ہوئے ہیں۔ان کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اس لئے یہ عمل کررہا ہوں تاکہ ایک لمحہ کے لئے سکون مل سکے۔

ابتدائی دور میں آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔جس پر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ خدا نے شبلی کو ایک امانت سونپ کر چاہا کہ وہ اس میں خیانت کرے اس لئے اس کو گریہ وزاری میں مبتلا کردیا۔کیونکہ شبلی کا وجود مخلوق کے درمیان عین الٰہی ہے۔

ایک مرتبہ جنید بغدادیؒ کی مجلس میں آپ بھی حاضر تھے تو حضرت جنید بغدادیؒ کے بعض ارادت مندوں نے آپ (حضرت شبلیؒ) کی تعریف میں یہ جملے کہے کہ صدق وشوق اور علوہمتی میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا یہ قول درست نہیں۔بلکہ حقیقت میں شبلی مردود اور خدا سے بہت دور ہے لہٰذا شبلی کو میری مجلس سے باہر نکال دو اور جب آپ نکل گئے تو حضرت جنید بغدادیؒ نے مریدین سے فرمایا کہ تم تعریف کرکے ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ تمہارے یہ تعریفی جملے اس کے لئے تلوار تھے اور اگر اس کا معمولی سا اثر بھی اس پر ہوجاتا تو اس کے نفس میں سرکشی رونما ہوجاتی اور وہ فوراً ہلاک ہوجاتا لیکن میری ہجو اس کے لئے ڈھال بن گئی اور وہ ہلاکت سے بچ گیا۔

آپ اپنے معمول کے مطابق تہہ خانے میں عبادت کیا کرتے تھے اور لکڑیوں کا

گٹھا اس لئے اپنے ہمراہ لے جاتے کہ جب عبادت سے ذرا بھی غفلت ہوتی تو ایک لکڑی نکال کر خود کو زدوکوب کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک ایک کر کے تمام لکڑیاں ختم ہو جاتیں اور بعد میں اپنے جسم کو دیواروں سے ٹکراتے۔

ایک مرتبہ آپ تنہائی میں عبادت کر رہے تھے کہ باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دے کر کہا کہ ابوبکر حاضر ہوا ہے لیکن آپ نے جواب دیا کہ اگر اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئیں تب بھی میں دروازہ نہیں کھول سکتا لہٰذا براہ کرم تم واپس چلے جاؤ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری پوری زندگی اسی خواہش میں گزر گئی کہ کاش ایک لمحہ کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی خلوت نصیب ہو جاتی کہ میرا وجود باقی نہ رہتا اور چالیس سال سے یہ تمنا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے خدا کو جان اور پہچان سکتا۔ اور کاش میں پہاڑوں میں اس طرح روپوش ہو جاتا کہ نہ مخلوق مجھ کو دیکھ سکتی اور نہ میرے احوال سے باخبر ہوتی پھر فرمایا کہ میں خود کو یہودیوں سے بھی زیادہ اس لئے ذلیل تصور کرتا ہوں کہ میں نفس و دنیا اور ابلیس وخواہشات کی بلاؤں میں گرفتار ہوں اور مجھے تین مصیبتیں یہ بھی لاحق ہیں کہ میرے قلب سے اللہ تعالیٰ دور ہو گیا ہے۔ دوم میرے قلب میں باطل جاگزیں ہو گیا ہے۔ سوم میرا نفس ایسا کافر بن گیا ہے کہ اس کو مصائب کے دور کرنے کا تصور تک نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ دنیا محبت کا اور آخرت نعمت کا مکان ہے لیکن ان دونوں سے قلب بہتر ہے کیونکہ یہ معرفت الٰہی کا مکان ہے پھر فرمایا کہ اگر میں بادشاہ کا خدمت گزار ہوتا تو بزرگوں کی خدمت بھی نہ کرتا۔

ایک مرتبہ نئے کپڑے جسم پر سے اتار کر جلا ڈالے اور جب لوگوں نے عرض کیا شریعت میں بلاوجہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے تو فرمایا کہ قرآن نے کہا ''جس شے پر تمہارا قلب مائل ہوگا ہم اس کو بھی تمہارے ساتھ آگ میں جلا دیں گے''۔ چونکہ میرا قلب اس وقت نئے کپڑوں کے ساتھ مائل ہو گیا تھا اس لئے میں نے ان کو دنیا میں ہی جلا ڈالا۔

☆

جب آپ کے مراتب میں اضافہ شروع ہوا تو آپ نے وعظ گوئی کو اپنا مشغلہ بنالیا اوراس میں لوگوں کے سامنے حقیقت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔جس پر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ ہم نے ان چیزوں کو زمین میں مدفون کر رکھا تھا تم انہیں برسرمنبر عوام کے سامنے بیان کرتے ہو۔آپ نے جواب دیا کہ جن حقائق کا میں اظہار کرتا ہوں وہ لوگوں کے ذہنوں سے بالاتر ہیں کیونکہ میری باتیں حق کی جانب سے ہوتی ہیں۔اورحق ہی کی جانب لوٹ جاتی ہیں اور اس وقت شبلی کا وجود درمیان میں نہیں ہوتا۔حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ گو تمہارا یہ قول درست، پھر بھی تمہارے لئے اس قسم کی چیزیں بیان کرنی مناسب نہیں۔آپ نے فرمایا، کہ دین ودنیا طلب کرنے والوں کے لئے ہماری مجلس نشینی حرام ہے۔

ایک مرتبہ مجلس میں آپ نے کئی مرتبہ اللہ اللہ کہا لیکن اسی مجلس میں ایک درویش نے اعتراض کیا کہ آپ لاالہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے ایک ضرب لگا کرفرمایا کہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ میں لا کہوں یعنی نفی کردوں اور میری روح نکل جائے آپ کے اس قول سے وہ درویش لرزہ براندام ہوگیا۔اوراسی وقت اس کا دم نکل گیا۔اور جب اس کے اعزا آپ کو قاتل کہہ کردربار خلافت میں لے گئے تو آپ کے اوپر وجدانی کیفیت طاری تھی۔اوردربار میں حاضر ہونے کے بعد جب آپ سے صفائی پیش کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس درویش کی جان تو عشق الٰہی سے خارج ہوکر پہلے ہی بقائے جلال باری میں فنا ہونے والی تھی اوراس کی روح علائق دنیاوی سے رابطہ ختم کر چکی تھی اس لئے اس کو میرے قول کے سماعت کی طاقت نہ رہی اور برق مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح مرغ بسمل کی طرح پرواز کرگئی لہٰذا اس میں میرا کوئی قصور نہیں یہ بیان سن کر خلیفہ نے کہا کہ آپ کو باہر لے جاؤ کیونکہ اگر میں کچھ دیر ان کی گفتگو اورسن لوں گا تو میں بھی بے ہوش ہوجاؤں گا۔

آپ کے ہاتھ پرتوبہ کرنے والا جب طریقت کا طلب گار ہوتا تو آپ حکم دیتے کہ صحرا

میں جا کر توکل اختیار کرو اور بغیر زادراہ اور سواری کے حج کے سفر پر چلے جاؤ۔ اسی وقت تمہیں توکل وتجرّد حاصل ہوگا اور جب ان دونوں مجاہدات سے فراغت پالو اس وقت میرے پاس چلے آنا اس لئے کہ ابھی تمہارے اندر میری صحبت کی صلاحیت نہیں ہے اور آپ اکثر تائب ہونے والوں کو اپنے اصحاب کے ہمراہ بغیر زادراہ اور سواری کے صحرا میں بھیج دیا کرتے تھے اور جب لوگ یہ کہتے کہ آپ تو مخلوق کی ہلاکت کے درپے ہیں تو آپ جواب دیتے کہ میری نیت ہرگز یہ نہیں لیکن جو لوگ میرے پاس آتے ہیں ان کا مقصد میری صحبت نہیں ہوتا بلکہ وہ معرفت الٰہی کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ مصاحبت کے خواہاں ہوں تو گویا بت پرستی کے مرتکب کہلائے جائیں گے لہٰذا ان کے واسطے یہی بہتر ہے کہ اپنی پہلی حالت پر قائم رہیں اسلئے کہ فاسق موحد رہبانیت پسند زاہد سے افضل ہے اسی وجہ سے میں اپنے پاس آنے والوں کو خدا کا راستہ بتادیتا ہوں اس میں اگر وہ ہلاک بھی ہوجائیں جب بھی اپنے مقصد سے محروم نہیں رہیں گے اور اگر سفر کی صعوبتیں حاصل کرلیں گے۔ تو انہیں وہ مقام حاصل ہوجائے گا کہ جو دس سالہ مجاہدات سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ آپ کا قول تھا کہ جب راستے میں میری نظر مخلوق پر پڑتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ ہر نیک بخت کی پیشانی پر لفظ سعید اور ہر بدبخت کی پیشانی پر لفظ شقی تحریر ہوتا۔ بعض اوقات آپ ضرب لگا کر آہ افلاس کہا کرتے اور جب لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ انسانوں کی مجالست ان کی محبت ان سے ربط وضبط اور ان کی خدمت کرنے سے مفلس ہوں۔ ایک مرتبہ بہت بڑا ہجوم ایک جنازے کے ساتھ تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک شخص الامن فراق الوالد کہتا ہوا چل رہا تھا۔ لیکن جب آپ کی نظر جنازے پر اور اس شخص پر پڑی تو اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے فرمایا کہ الا من فراق الاحد ابلیس نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم اپنے صفائے باطن پر نازاں نہ ہو کیونکہ اس تہہ خانے میں تاریکیاں پنہاں ہیں۔

ایک دن آپ نے عالم وجد میں حضرت جنید بغدادیؒ کے یہاں پہنچ کر ان کے

بندھے ہوئے صافے کو کھول ڈالا اور لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ اس کی بندش مجھے بھلی معلوم ہوئی اس لئے کھول ڈالا۔

ایک دن حضرت جنید کی بیوی اپنے گھر میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھیں۔ کہ اسی دوران اچانک آپ بھی وہاں جا پہنچے اور جب انہوں نے پردہ کرنے کا قصد کیا تو حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ پردے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ جماعت صوفیاء کے مستوں کو فردوس وجہنم تک کی تو خبر ہوتی نہیں پھر بھلا وہ کسی عورت پر کیا نظر ڈال سکتے ہیں۔ اور جب کچھ وقفہ کے بعد حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا تو حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنی بیوی کو پردے میں چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اب یہ اپنی اصل حالت پر لوٹ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا **من طلب وجد** یعنی جس نے خدا کو طلب کیا پالیا۔ آپ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ یوں کہئے کہ **من وجد طلب** یعنی جس نے پالیا اس نے طلب کیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضرت شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ بعد میں جنید بغدادیؒ نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا کہ تم کیا کیا عمل کرتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر یہ آیت تلاوت کرتا ہوں۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم فان تولو فقل حسبی اللّٰه لااله الا هو علیه توکلت وهورب العرش العظیم** یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ تمہیں اسی لئے حاصل ہوا۔

ایک مرتبہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا قصد کیا تو راستہ میں یہ غیبی ندا سنی کہ ایسے گستاخانہ

وضو کے ساتھ ہمارے گھر میں جانا چاہتا ہے یہ سن کر واپس ہونے لگے تو آواز سنی کہ ہمارے گھر سے لوٹ جانا چاہتا ہے بھلا یہاں سے لوٹ کر کہاں جائے گا آپ نے جب ایک زوردار ضرب لگائی تو یہ آواز سنی کہ ہم پر طعنہ زنی کرتا ہے یہ سن کر آپ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے پھر ندا آئی کہ تو صبر وضبط کا بھی دعویدار ہے آپ نے عرض کیا کہ میں تجھ سے ہی فریاد چاہتا ہوں۔

کسی درویش نے درماندگی و پریشانی کے عالم میں حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ دین کے واسطے سے میری دادرسی فرمایئے۔ کیونکہ میں انتہائی بدحالی کا شکار ہوں اگر آپ حکم دیں تو میں اس راستہ کو چھوڑ دوں۔آپ نے فرمایا کہ تم کفر کے دروازے پر دستک دے رہے ہو۔کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی **لا تقنطوا من رحمة اللّٰه** یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یہ سن کر درویش نے عرض کیا کہ اب مجھے کچھ طمانیت حاصل ہوگئی۔آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کو آزمانا چاہتے ہو کیا تم نے اس کا یہ قول نہیں سنا **فلا یأمن مکر اللّٰه الا القوم الخسرون** نہیں بے خوف ہوتی اللہ کے مکر سے لیکن خسارے والی قوم۔ یہ سن کر درویش نے کہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے فرمایا کہ اللہ کی چوکھٹ پر سر دے مارو حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے اس کے بعد شاید تجھے کشادگی حاصل ہوسکے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک حضرت ابوالحسن خضری کو اپنے پاس قیام کرنے کی اجازت دے دی۔لیکن یہ فرمایا کہ اگر تم نے میری صحبت میں خدا کے سوا کسی اور کا تصور کیا تو میری صحبت تمہارے لئے حرام ہے۔

ایک مرتبہ چند ارادت مندوں کے ہمراہ آپ جنگل میں پہنچے تو وہاں ایک کھوپڑی دیکھی جس پر تحریر تھا۔ **خسر الدنیا والاخرہ**۔آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ یہ کھوپڑی کسی نبی یا ولی کی ہے۔اور اس میں یہ راز مضمر ہے کہ جس وقت تک راہ خدا میں دین ودنیا کو نہ ختم کردو گے اس کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔

ایک مرتبہ علالت کے دوران اطباء نے آپ کو پرہیز کا مشورہ دیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا میں اس چیز کا پرہیز کروں جو میرا رزق ہے۔ یا اس چیز کا جو میرے رزق میں داخل نہیں۔ اس لئے کہ جو میرا رزق ہے وہ مجھے خود ہی مل جائے گا اور جو میرا رزق نہیں ہے وہ خود ہی نہیں ملے گا۔ اس لئے جو میرا رزق ہے اس میں پرہیز کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ ایک مرتبہ کسی پیالی فروش نے یہ آواز لگائی کہ صرف ایک پیالی باقی رہ گئی ہے تو آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ۔ صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک میت پر چار کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ نماز جنازہ میں تو شریعت نے چار تکبیریں رکھی ہیں۔ پھر آپ نے پانچ تکبیریں کیوں کہیں؟ فرمایا کہ میں نے چار تکبیریں میت پر اور ایک تکبیر دنیا اور اہل دنیا پر کہی ایک مرتبہ آپ کئی یوم تک لا پتہ رہے اور تلاش کرنے پر ہیجڑوں کے محلّہ میں ملے اور لوگوں نے جب سوال کیا کہ آپ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ فرمایا کہ جس طرح اس جماعت کا شمار نہ مردوں میں ہے نہ عورتوں میں اسی طرح میں بھی دنیا میں ان جیسا ہوں اس لئے انہیں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔

آپ نے چند بچوں کو ایک اخروٹ کی تقسیم پر لڑتے دیکھ کر ان کے ہاتھ سے اخروٹ لے کر فرمایا کہ لاؤ میں سب میں تقسیم کر دوں۔ لیکن جب آپ نے اسکو توڑا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں نکلا۔ اسی وقت غیبی ندا آئی کہ تم نے اپنی جانب سے حصہ تقسیم کرنے کا جو قصد کیا تھا اسی قاعدے کے مطابق تقسیم کر دو۔ یہ سن کر آپ سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ متعصب رافضی اور خارجی ہیں کیونکہ دوسرے فرقے تو اپنے ہی حق میں خلاف کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں فرقے تعصّبات میں اپنی زندگی ضائع کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جب حسبی اللہ کہنے کا قصد کرتا ہوں تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ

میں جھوٹ بولنا چاہتا ہوں لہٰذا یہ سوچ کر خاموشی اختیار کر لیتا ہوں۔

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اتنی مقدار میں نمک آپ اپنی آنکھوں میں نہ بھرا کریں اس سے بینائی کے زائل ہو جانے کا خطرہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ نابینا ہو جانے میں میرے لئے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرا قلب جس شے کا خواہشمند ہے وہ چشم ظاہر سے پوشیدہ ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو غیر اطمینان حالت میں دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو آپ خدا کے ساتھ نہیں ہیں یا خدا آپ کے ساتھ نہیں۔آپ نے جواب دیا کہ اگر میں اسکے ساتھ ہوتا تو میں ہوتا لیکن میں تو اسکی ذات میں گم ہو گیا ہوں۔پھر فرمایا کہ میں ہمیشہ اس خیال سے خوش ہوتا ہوں کہ مجھے خدا کا مشاہدہ وانس حاصل ہے لیکن اب محسوس ہوا کہ انس تو صرف اپنے ہی ہم جنس سے ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ مرید اسی وقت درجہ کمال تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جب تک اس کے نزدیک سفر وحضر اور حاضر و غائب سب برابر ہوں ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابوتراب کی بھوک کی وجہ سے تمام صحرا ان کے لئے کھانا بن گیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ وہ تو رفیق تھے اگر مقام حقیقت میں ہوتے تو یہ کہتے کہ میں اللہ کی خدمت میں رہتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

جب حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا کہ جب تمہیں ذکر الٰہی میں صدق حاصل نہیں تو تم کس طرح اس کو یاد کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں مجازی اعتبار سے جب اس کو بکثرت یاد کرتا ہوں تو ایک مرتبہ وہ بھی مجھے حقیقت کیساتھ یاد کر لیتا ہے حضرت جنید بغدادیؒ یہ جملہ سن کر نعرے لگاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی سے کبھی تو خلعت عطا کیا جاتا ہے اور کبھی تازیانہ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ دنیا ذکر شغل کے لئے ہے اور عقبیٰ احوال کے لئے لہٰذا راحت کس جگہ مل سکتی ہے؟ فرمایا کہ دنیا کے ذکر و شغل سے بے نیاز ہو جاؤ

تا کہ احوال آخرت سے نجات حاصل ہوسکے۔

جب لوگوں نے آپ سے توحید و تجرو کے موضوع پر کچھ بیان کرنے کی فرمائش کی تو فرمایا کہ توحید کی خبر دینے والے کو ملحد کہا جاتا ہے۔اور جواس کی طرف اشارہ کرے اس کوثنوی کہتے ہیں اور اس کی جانب ایما کرنے والے کو بت پرست کہا جاتا ہے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے والے کو غافل کہتے ہیں۔اور خاموشی اختیار کرنے والے کو کامل کہا جاتا ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پالیا وہ نامراد ہیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہم وعقل سے جس شے کو شناخت کیا جاسکے وہ بے سود اور مصنوعی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ جو وہم وگمان اور عقل سے بالاتر ہے فرمایا کہ صوفیاء وہی ہیں جو دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسے دنیا میں آنے سے قبل تھے پھر فرمایا کہ تصوف قوت وحواس کا خیال رکھنے اور انفاس کی نگرانی کا نام ہے اور صوفی اس وقت صوفی ہوسکتا ہے جب تمام مخلوق کو اپنے بچوں جیسا سمجھ کر سب کا بوجھ برداشت کرسکے اور جو مخلوق سے متواقع ہوکر خدا سے اس طرح وابستہ ہوجائے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخلوق سے جدا کر دیا تھا جس پر خدا کا یہ قول صادق ہے واصطفینک لنفسی یعنی ہم نے تم کو اپنے لئے منتخب کرلیا اور صوفیاء کرام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی آغوش کرم میں بچوں کی طرح پرورش پاتے رہتے ہیں۔فرمایا کہ بارگاہِ الٰہی میں بے علم ہوکر زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے بذریعہ وحی فرمایا کہ میرا ذکر کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ فرمایا کہ جس شے سے محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا ہی محبت ہے اور اگر حبِ الٰہی کا دعویدار خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کے بجائے خدا کا مذاق اڑاتا ہے فرمایا کہ ہیبت الٰہی قلب کو گھلاتی ہے اور آتش محبت جان کو پگھلاتی ہے اور شوق نفس کو فنا کرتا ہے فرمایا کہ توحید کو اپنی جانب بلانے والا کبھی موحد نہیں ہوسکتا۔فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔اول

معرفت الٰہی جو ذکر کی محتاج ہے۔دوم معرفت نفس جو ادائیگی فرض کی محتاج ہے۔سوم معرفت وطن یہ تقدیر الٰہی جو رضا مندی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بلاؤں پر عذاب کرنا چاہتا ہے تو ان کو قلوب عارفین میں جگہ دے دیتا ہے فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ کبھی تو اپنے جسم پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھالیتا ہے ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کے کلام میں تضاد کیوں ہوتا ہے؟ کبھی آپ ایک بات کہتے ہیں۔اور کبھی دوسری بات آپ نے فرمایا کہ ہم کبھی عالم بے خودی میں ہوتے ہیں اور کبھی خودی میں فرمایا کہ خدا شناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں ملتا اور جو ایسا کرتے ہیں۔وہ خدا کو ہرگز نہیں پا سکتے۔فرمایا کہ عارف وہی ہے جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے نہ کسی سے محبت اور بات کرے اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔فرمایا کہ عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔جس طرح بہار میں گرج چمک سے پانی برسنے کے بعد خشک ہوائیں چلتی ہیں۔رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں۔اور پھولوں پر بلبلیں نغمہ سنج ہوتی ہیں۔اسی طرح عارف بھی ابر کی طرح روتا ہے برق کی طرح مسکراتا ہے بادل کی گرج کی طرح نعرے مارتا ہے ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے اور سر کو جنبش دے دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح خدا کی یاد میں نغمہ سنجی کرتا ہے فرمایا کہ دعوت تین طرح کی ہوتی ہے۔اول دعوت علم،دوم دعوت معرفت،سوم دعوت معائنہ اور دعوت علم کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے نفس کی معرفت حاصل کرے۔پھر فرمایا کہ علم یقین کا علم ہمیں پیغمبروں سے حاصل ہوا،کیونکہ علم یقین کا مفہوم یہ ہے کہ جو قلوب میں بلا واسطہ نور ہدایت سے حاصل ہوا ہو۔اور حق الیقین یہ ہے کہ اس عالم میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔فرمایا کہ ہمت نام ہے خدا کی طلب کا کیونکہ ماسوا اللہ کی طلب کو ہرگز ہمت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔اور اہل ہمت خدا کے سوا کبھی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔لیکن صاحب ارادت بہت جلد دوسری جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔اور خدا کے سوا ہر شے سے استغناء کا

نام فقر ہے فرمایا کہ درویشوں کے چارسو مقامات ہیں۔جن میں سب سے ادنیٰ مقام یہ ہے کہ اگر دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہو جائے اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو استعمال کریں۔جب بھی انہیں دن کے کھانے کی فکر نہ ہو۔فرمایا کہ عبادت الٰہی شریعت اور خدا کی طلب طریقت فرمایا کہ غفلت کا نام زہد ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز شے میں زہد اختیار کرنا غفلت ہے بلکہ یاد الٰہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے فرمایا کہ صادق وہی ہے جو حرام شے کو زبان پر نہ رکھے۔اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات سے بھی تنفر پیدا ہو جائے ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب عارفین کو عطا فرمائے ہیں ان کا علم کس طرح ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شے پایہ ثبوت ہی کو نہ پہنچ سکے۔اس کی تحقیق ممکن نہیں۔اور جو شے پوشیدہ ہو اس پر بندے کو سکون نہیں مل سکتا۔اور جو شے ظاہر ہو اس سے ناامیدی نہیں ہوسکتی۔فرمایا کہ بندے کا بندے کی آنکھ میں ظہور عبودیت اور صفات الٰہی کا ظہور مشاہدہ ہے فرمایا کہ لوگوں سے محبت کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ذکر الٰہی کے سوا دوسرے کے ذکر کے لئے لب کشائی وسوسہ ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے انقطاع حق کی علامت ہے اور اپنی ضروریات سے زائد مخلوق کی ضروریات پر نظر رکھنا علو ہمتی ہے فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لئے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے پھر فرمایا کہ جس دن بھی مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے اسی دن میرے اوپر حکمت وعبرت کے در کھل جاتے ہیں۔فرمایا کہ نعمتوں کو نظر انداز کر کے منعم کا مشاہدہ کرنا شکر ہے فرمایا کہ رات کو ایک گھڑی غفلت کے ساتھ سونے سے عقبیٰ کی ہزار سالہ راہ سے پیچھے رہ جاتا ہے۔اور اہل معرفت کے لئے معمولی سی غفلت بھی شرک ہے فرمایا کہ جس نے اللہ کی پاکیزگی کو پالیا و مراتب میں اس بندے سے بڑھ جاتا ہے جس کو خدا کی رحمت ومعرفت نے سہارا دیا ہو اور جو خدا سے دور ہو جاتا ہے۔خدا بھی اس سے بعد اختیار کر لیتا ہے فرمایا کہ وعظ میں عادتاً آنے والے کے لئے سماعت وعظ سودمند نہیں ہوتی بلکہ وہ بلاء کا مستحق ہو جاتا ہے فرمایا کہ تم سب ماسواء اللہ سے دست بردار ہو کر ہمیشہ اللہ کی اطاعت

میں سرگرم عمل رہو۔اور اگر میں پوری طرح خدا کی ہستی سے واقف ہوجاتا تو خدا کے سوا ہرگز کسی سے خائف نہ ہوتا۔فرمایا کہ مجھ سے خواب میں دوافراد نے کہا کہ جو شخص فلاں فلاں چیزوں پر کاربند ہوجاتا ہے اسکا شمار دانشمندوں میں ہونے لگتا ہےفرمایا کہ میں نے اپنی ساری زندگی اسی تمنا میں گزار دی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف ایک سانس لے سکوں اور قلب کو بھی اس کی خبر نہ ہوسکے۔لیکن آج تک میری یہ تمنا تشنہ تکمیل ہےفرمایا کہ اگر پوری دنیا کا لقمہ بنا کر شیرخوار بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے جب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ اس کا پیٹ نہیں بھرااور اگر پوری دنیا میرے قبضے میں آجائے اور میں اسکو ایک یہودی کے سپرد کردوں تو اس کے قبول کرلینے پر میں اس کا ممنون رہوں گا فرمایا کہ کائنات میں ہرگز طاقت نہیں کہ مجھے اپنا بنا کر میرے قلب پر قابو پاسکے۔پھر بھلا کائنات اس پر کس طرح قابو حاصل کرسکتی ہے جو خدا سے واقف ہو۔

واقعات:۔ایک دن آپ کو عالم وجد میں مضطرب دیکھ کر حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا کہ اگر تم اپنے امور خدا کے سپرد کردو تو تمہیں سکون مل سکتا ہے آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو اسی وقت سکون مل سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ میرے امور میرے اوپر چھوڑ دے۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔

آپ نے کسی کو یارب کہتے سن کر فرمایا کہ تو کب تک یہ جملہ کہتا رہے گا جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت عبدی عبدی فرماتا رہتا ہے لہٰذا اس کی بات سن لے اس نے جواب دیا کہ میں تو عبدی عبدی ہی سن کر یاربِّ یاربِّ کہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ پھر تو تیرے لئے یہ جملہ کہنا جائز ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری گردن میں آسمان کا طوق اور پاؤں میں زمین کی بیڑی ڈال دے اور ساری دنیا بھی دشمن ہوجائے جب بھی اس سے منہ نہیں پھر سکتا۔

وفات:۔وفات کے وقت جب آپ کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تو ناقابلِ

بیان حد تک بے قرار ہو کر لوگوں سے راکھ طلب کر کے اپنے سر پر ڈالتے رہے اور جب لوگوں نے بے قراری کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت مجھے ابلیس پر رشک آ رہا ہے اور آتش رشک میرے تمام جسم کو بھسم کئے دے رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو خلعت لعنت سے نوازا جیسا کہ قرآن میں ہے: **ان علیک لعنتی الی یوم الدین** یعنی اے شیطان تجھ پر قیامت تک میری لعنت رہے گی لیکن مجھ تشنہ کو خدا نے وہ خلعت کیوں نہیں عطا فرمایا کیونکہ لعنت کی خلعت تو شیطان کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کا عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی خلعت کا مستحق ابلیس کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن پھر عالم اضطراب میں فرمایا کہ اس وقت کرم کی ایک ہوا چل رہی ہے اور دوسری قہر کی۔ جن پر کرم کی ہوا چلی ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور جن پر قہر کی ہوا چلی وہ لوگ راستے میں ہی رہ گئے اور اس قسم کے حجابات ان کے سامنے آ گئے اور وہ منزل تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن مجھے یہ اضطراب ہے کہ میرے اوپر کون سی ہوا چلنے والی ہے۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ کرم کی ہوا چلے گی تو میں امید کرم میں تمام نامرادیوں کو بخوشی برداشت کر سکتا ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ قہر کی ہوا چل گئی تو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے سامنے تمام مصائب ہیچ ہیں۔

انتقال کے وقت حاضرین سے فرمایا کہ مجھے وضو کرا دو۔ چنانچہ وضو کرتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں داڑھی میں خلال کرنا بھول گئے لیکن آپ نے غلطی پر متنبہ کر کے اعادہ کروالیا۔ وفات کے وقت آپ اپنے یہ دو شعر پڑھتے رہے۔

کل بیت انت ساکنہ

ابن محتاج الی السراج

جس گھر میں تو قیام پذیر ہو جائے اس کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی!

☆

وجھک المامول حجتنا
یوم تاتی الناس بالحجج

تیرا حسین چہرہ ہی ہمارے لئے حجت ہے! اس دن کے لئے جب لوگ حجتیں پیش کریں گے!

پھر انتقال کے وقت سے قبل ہی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آ پہنچی تو آپ نے بذریعہ کشف اس جماعت کے قصد کو محسوس کر کے فرمایا۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ زندہ ہی کی نماز پڑھنے چلے آئے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے عرض کیا کہ لاالٰہ الا اللہ کہئے تو فرمایا جب غیر ہی نہیں ہے تو نفی کس کی کروں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے وقت میں کلمہ پڑھنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ سلطان محبت فرمارہا ہے کہ میں رشوت قبول نہیں کروں گا اس کے بعد کسی نے بآواز لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کی تو فرمایا کہ مردہ زندہ کو نصیحت کرتا ہے پھر جب کچھ وقفہ کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ اب آپ کی حالت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ میں اپنے محبوب سے مل گیا یہ فرما کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ نکیرین سے آپ نے کیسے چھٹکارا حاصل کیا۔ فرمایا کہ جب انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے آدم کو تخلیق کر کے تمہیں اور دوسرے ملائیکہ کو سجدے کا حکم دیا۔ اور اس وقت حضرت آدم کی پشت میں موجود رہ کر تم سب کو سجدہ کرتے دیکھ رہا تھا۔ یہ جواب سن کر نکیرین نے کہا کہ اس نے پوری اولاد کی جانب ہی سے جواب دے دیا اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ ان تمام دعوؤں کے باوجود جو میں نے دنیا سے کئے تھے ان کے متعلق خدا نے مجھ

سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔البتہ ایک بات کی گرفت ضروری تھی اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس سے زیادہ مضربات اور کوئی نہیں کہ بندہ جنت کا مستحق نہ ہو اور جہنم رسید کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندوں کے لئے سب سے زیادہ مضر یہ ہے کہ وہ محبوب ہو کر میرے دیدار سے محروم ہو جائیں۔

کسی نے آپ سے خواب میں سوال کیا کہ آپ نے بازار آخرت کو کیسا پایا؟ فرمایا کہ یہ بازار قطعی بے رونق ہے کیونکہ اس میں سوختہ جگر اور شکستہ قلب لوگوں کے سوا کوئی نہیں دکھائی دیتا۔اور ایسے لوگوں کی یہاں ایسی بھیڑ بھاڑ ہے کہ سوختہ جگر لوگوں کے زخم پر مرہم لگا کر ان کی سوزش کو دور کر دیا جاتا ہے۔اور شکستہ قلوب کو جوڑ کر ان کی شکستگی دور کر دی جاتی ہے۔اور اس کے بعد وہ سوائے دیدار الٰہی کے کسی دوسری شے پر نظر نہیں ڈالتے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۶)

(۴۷) دو بوڑھوں کی اللہ کی محبت کا واقعہ

ہمارے حضرت خواجہ فضل علی قریشی کی خانقاہ میں بچھانے کیلئے دسترخوان نہیں تھا۔کبھی پانی کے ساتھ کھاتے تھے اور کبھی لسی کے ساتھ کھاتے تھے۔اور جب گڑ مل جاتا۔تو سالکین کیلئے عید ہوتی تھی۔کہ آج ہم گڑ کے ساتھ روٹی کھانا تناول فرمائیں گے۔وہ اس حال میں اللہ کو یاد کرتے تھے۔لیکن ان کی قربانیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے سینوں میں ایسی محبت ڈالی تھی۔کہ ایک دفعہ مجلس میں دو بوڑھوں کی لڑائی ہوئی۔دونوں نے ایک دوسرے کے گریبان پکڑ لیے تھے اور مارتے تھے ایک آدمی نے کہا۔کہ یہ دونوں تو ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے تھے۔یہ دونوں لڑائی کیوں کرتے ہیں۔لیکن جب قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ دونوں پر محبت کی ایک حالت تھی۔ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ میرا ہے تو دوسرا غصہ ہوا۔اور ان کو گریبان سے پکڑ لیا۔اور کہا کہ اللہ میرا ہے۔ایک فرماتے کہ اللہ میرا ہے اور دوسرے فرماتے کہ اللہ میرا ہے۔اس پر ان دونوں کی لڑائی ہے۔اور

دونوں کو معلوم ہے۔ کہ اللہ ہم دونوں کا ہے۔اس لئے کہ مجاہدوں کیساتھ حاصل کیا۔اورمحبت تو ایسی ہے کہ ہر دل کو لگتا ہے کہ بس اللہ ہمارا ہے۔

(خطبات فقیر)

(۴۸) بیعت ہونے سے برکت کا ایک واقعہ

حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک صاحب بیعت کی غرض سے تشریف لائے حضرت نے بیعت کے کلمات ادا فرمائے۔اس کا حاصل گناہوں سے توبہ ہے۔ جب مرید نے توبہ کر لی کہنے لگا کہ مولانا صاحب! میں نے تو افیم سے توبہ نہیں کی نہ؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے کیا علم کہ تو افیم بھی کھاتا ہے۔ چلو یہ بھی بتادو کہ کتنی افیم کھاتے ہو۔ جتنی کھاتے ہو اتنی میرے ہاتھ پر رکھ دو تو اس نے جیب سے افیم نکال دی اور دور پھینک دی اور کہا کہ جب میں نے ایک مرتبہ توبہ کی ہے تو اب کیسے کھاؤں؟ جب گھر واپس چلا گیا تو دست (پیٹ کی جریان) شروع ہوئی اس کی خبر حضرت گنگوہیؒ کو ہوئی۔ مرتے مرتے بچ گیا اور صحت تندرستی نصیب ہوئی۔ جب تندرست ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کہ کون ہو؟ کہنے لگا کہ میں افیم کھانے والا اور پورا قصہ بیان کر دیا اور دو روپے حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت نے اس کی دلجوئی کیلئے عذر کیساتھ قبول فرمائے تو آدمی نے کہا کہ مولانا صاحب کہ تم نے تو سرے سے پوچھا ہی نہیں کہ یہ پیسے کیوں دیے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم خود بتادو۔ کہنے لگا کہ میں ایک مہینے میں دو روپے کی افیم کھاتا تھا جب میں نے توبہ کی تو میرا نفس بہت خوش ہوا کہ دو روپے اب مہینہ کی بچت ہوگی تو میں نے نفس سے کہا کہ یاد رکھ تیرے پاس یہ پیسے نہیں چھوڑوں گا۔توبہ کے وقت میں نے یہی نیت کی تھی کہ جتنے روپے کی میں افیم کھاتا تھا اب اس کی قیمت حضرت کو دیا کروں گا۔ یہ بیعت ہی کی برکت ہے کہ ایک آدمی کو دین کی سمجھ نصیب ہوئی تو دین اور دنیا کے خلط ملط ہونے پر سمجھ گیا۔ (بیانات فقیر)

☆

(۴۹)ایک اہل حدیث کا فضل علیؒ کا دیدار ہوتے ہی فرمانبردار ہونے کا واقعہ

فضل علی قریشیؒ فرماتے تھے۔ کہ جس قلب پر یہ انگلی لگ گئی۔ اسکو ذکر کئے بغیر موت نہیں آسکتی اور واقعی ایسا ہی ہے۔

بلکہ حضرت قریشیؒ کے حالات زندگی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ علاقے کا ایک غیر مقلد تھا اور بہت ہی زیادہ بحث مباحثہ کرنے والا شخص تھا۔ اتنا متشدد تھا کہ عام لوگوں سے تو سلام ہی نہیں کرتا تھا کہ یہ بھی مشرک ہے وہ بھی مشرک ہے۔ اب اللہ کی شان دیکھیے کہ وہ گاؤں سے آ رہا تھا ۔اورحضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ گاؤں جا رہے تھے ۔تو اچانک کھیت کے درمیان جو چھوٹی سی پگڈنڈی ہوتی ہے۔ ایک طرف سے وہ آ رہا تھا۔ دوسری طرف سے آپ آ رہے تھے۔ دونوں طرف کھیت تھے۔ وہ پیچھے ہٹ کے جا بھی نہیں سکتا تھا۔ اور حضرتؒ آگے چلے آ رہے تھے تو وہ چاہتا تھا کہ میں ان کو سلام نہ کروں چونکہ یہ مشرک ہیں۔ لہذا اس نے ایک ڈھنگ نکالا کہ قریب آتے ہی بجائے سلام کرنے کے اس نے حضرتؒ سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کو پتہ ہے کہ میں حج پہ جا رہا ہوں۔ وہ سمجھا تھا کہ اسی بات کے دوران ہی حضرتؒ قریب سے گزر جائیں گے اور مجھے سلام بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ لیکن قریب آتے ہی جب اس نے کہا کہ میں حج پہ جا رہا ہوں، تو قریب تو تھا ہی سہی ،حضرتؒ نے اس کے قلب پر انگلی لگا کر یہ کہا: اچھا وہاں جاتے ہوئے یہاں ’’اللہ اللہ‘‘ کرتے جانا۔ وہ ایک طرف چلا گیا۔ اور حضرت دوسری طرف چلے گئے۔ لیکن جب وہ شخص حج کر کے واپس آیا تو حضرتؒ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا۔ کہ آپ نے کیا آگ لگا دی؟ پورے حج کے دوران مجھے قرار نہیں آیا۔ اس نے اپنا عقیدہ بھی ٹھیک کر لیا۔ اور اس کے بعد اس کی زندگی بھی بن گئی اور وہ اپنے وقت کا تہجد گزار بن گیا۔ صرف قلب پر انگلی رکھ کر چلتے چلتے ’’اللہ اللہ‘‘ کہہ دیا تو ایک شخص کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ سبحان اللہ

(مدارج السلوک)

☆

(۵۰) نوسال کی عمر میں خلافت کا واقعہ

حضرت خواجہ معصومؒ کی ایک بات سنا کے بات مکمل کرتا ہوں۔ کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو الہام ہوا کہ آپ کو ہم ایسا بیٹا عطا کریں گے۔ جو زندگی بھر کبیرہ گناہ نہیں کرے گا۔ اور مادرزاد ولی ہوگا۔ بچپن سے ولایت کا نور لے کے پیدا ہوگا۔ ہم اس کی گناہوں سے حفاظت فرمائیں گے۔ اس الہام کے بعد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس بچہ کا نام محمد معصوم رکھا۔ اب وہ خواجہ معصومؒ ہیں جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے نوسال کی عمر میں اجازت وخلافت پائی۔ نو سال کی عمر کتنی چھوٹی عمر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! نوسال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی ہستی سے خلافت پائی۔ اوراس کے بعد وہ قیوم وقت بنے۔ اپنے وقت کے روحانی اعتبار سے قیوم کہلواتے تھے۔ یہ مرتبہ اللہ نے ان کو عطا کیا۔ ان کی بات سناتا ہوں۔ ایک جگہ اپنے متعلق لکھتے ہیں۔ اس قابل تو نہیں کہ اللہ سے جنت کی بلند نعمتیں مانگوں اتنی تمنا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بخشش کیے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں مجھے بھی شامل فرمالیں۔ اللہ اکبر کبیرا!

(بحوالہ۔ مدارج السلوک)

(تقوی اور پرہیز گاری)

ابھی تک آپ نے بزرگوں کے جو حالات ومقامات وکرامات پڑھے ہیں یہ تقوی کے بغیر حاصل نہیں ہوتے ۔لہٰذا ابھی معلوم ہوگیا ہے کہ تقوی ہی اصل چیز ہے۔اسی وجہ سے ابھی تقوی کا بیان قرآن وحدیث اور بزرگوں کے دلائل کے ساتھ کیا جائے گا۔

لغت میں تقویٰ کے معنی ڈرنے ، بچنے اور چھوڑ دینے کے آتے ہیں ۔اصطلاح میں تقویٰ کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں نفس کی خواہشات پر عمل نہ کرکے اس خواہش کو سینے میں دفن کردیں۔

﴿تقویٰ کی ترغیب قرآن کی روشنی میں﴾

میرے عزیزو متقی شخص سے اللہ تعالیٰ بڑی محبت کرتے ہیں ۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں جگہ جگہ تقویٰ کی اہمیت کو بیان کیا اور امت محمد یہ ﷺ کو تقویٰ حاصل کرنے کی ترغیب دی کلام اللہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو اپنی دوستی اور ولایت کی شرط قرار دیا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ان اولیاء ہ الا المتقون بےشک میرے دوست صرف متقی ہے۔بندہ کے پیرومرشد نے اپنی ایک مجلس میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی اور ولایت کے تاج کو عطا کرنے کے لیے تقویٰ کو شرط قرار دیا ہے ۔اوراس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔اوراللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہیں۔تو وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں۔ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ الذین امنو و کانو یتقون اس آیت میں اللہ تعالی نے دو باتوں کا تذکرہ کیا۔

(۱)ایمان

(۲)تقویٰ

ایمان کے بغیر کوئی بھی ولی نہیں بن سکتا گویا کہ دوسرے الفاظ میں ایمان کا عطا ہونا یہ اللہ کی طرف سے محبت ودوستی کی نشانی ہے۔اس لیے ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''اللہ ولی الذین امنو'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی توفیق کا عطا ہونا یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے اور کامل ہدایت کے لیے تقویٰ شرط ہے اسی لیے اس آیت میں فرمایا کہ کامل ایمان والے متقی ہوتے ہیں۔اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے رسالہ قشیریہ کے محشی علامہ عروسی نے لکھا ہے۔

وملاك الولاية هو التقوى المذكورة فالا ولياء هم المومنون المتقون

ولایت کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔لہٰذا مومنین متقین ہی اولیاء ہیں۔ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ☆تم میں سب سے معزز اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو گناہ سے بچتا ہو☆

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ:

☆الله ولی المتقین ☆

اللہ متقیوں کا دوست ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين

اللہ کے ہاں صرف اہل تقویٰ کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ایک جگہ فرمایا:

ان الله يحب المتقين

تقویٰ راستہ کا توشہ ہے۔چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فان خير الزاد التقوٰى

☆

بہترین توشہ تقویٰ ہے۔

تقویٰ کا لباس ہے کہ اس کو شیطان کے اغواء سے چھپائے رکھتا ہے۔ چنانچہ حق تعالی فرماتے ہیں۔

و لباس التقوٰی ذلک خیر

تقویٰ کا لباس سب سے بہتر لباس ہے۔

لباس اور توشہ کے بغیر کسی منزل میں بھی چارہ نہیں ہے نیز فرمایا ہے

یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاتکم و یغفر لکم ،واللہ ذوالفضل العظیم

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں اعزازی حیثیت سے نواز دے گا۔ اور تمہاری برائیوں کو ختم کر دے گا۔ اور تمہیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

(پارہ ۹، انفال ۲۹)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل اختیار کر لیں۔ تو ان کے دین و دنیا کے لیے وہی کافی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ اس کے لیے راستہ نکال دیتے ہیں۔

اتقو اللہ حق تقاتہ

اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے۔

حضرت عبداللہؓ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح اطاعت کی جائے، کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

تقوٰی کی ترغیب احادیث کی روشنی میں

و عن سعد قا ل قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی رواہ مسلم و ذکر حدیث ابن عمر لا حسد الا فی اثنین فی باب فضائل القرآن

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ متقی غنی اور گوشہ نشین بندے کو پسند کرتا ہے۔

تشریح: متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو ممنوع چیزوں سے بچے یا اپنا مال لہو ولعب میں نہ خرچ کرے اور بعضوں نے کہا کہ متقی وہ ہے جو حرام اور شبہات سے بچے اور پرہیز رکھے نفس کی بری خواہشات اور مباحات سے اور غنی سے مراد مالداری کے ساتھ تونگری ہے یا دل کا غنی ہونا ہے اور دونوں باتوں کا جمع ہونا منافی نہیں کہ ظاہری مالداری کے ساتھ دل بھی غنی ہو اور حاصل یہ کہ مراد یہاں شاکر ہے۔

سب سے بڑا عابد کون ہے؟

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اتق المحارم تکن اعبد الناس

(اے آدمی کی اولاد) تو حرام کاموں سے (یعنی گناہوں) سے بچ۔ سب سے بڑا عبادت گزار بن جائیگا۔

اس حدیث سے ملتی جلتی ایک اور حدیث ابو اللیث سمرقندی نے لکھی ہے کہ ایک مجلس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

میرے بندے میں نے تیرے ذمہ جو فرض عائد کیا ہے تو وہ ادا کرتا رہ تو لوگوں میں سب سے بڑا کر

عبادت گزار ہوگا جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے باز رہ سب سے بڑا پرہیز گار بن جائے گا اور جو تجھے رزق عطا ہو اس پر قناعت کر تو سب لوگوں سے بڑا غنی بن جائے گا۔

اتق المحارم الخ کی شرح بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب نے فرمایا:

نماز۔روزہ۔تلاوت یہ سب کام ثواب کے کام ہیں لیکن اس بات سے غافل ہیں کہ گناہوں کو چھوڑنا بھی بڑی عبادت ہے بلکہ تمام عبادتوں سے برتر ہیں۔حدیث شریف میں ارشاد ہے: اتق المحارم تکن اعبد الناس (ترجمہ) تو حرام کاموں سے بچ جا سب سے بڑا عبادت گزار بن جائیگا۔اکثر لوگ اسی میں فیل ہوجاتے ہیں۔نفلی عبادت کا اہتمام کرلیتے ہیں۔لیکن گناہوں سے نہیں بچتے۔جس وقت نفس کسی گناہ کے کرنے کا حکم دے اس وقت اپنی خواہش کو اللہ کی رضا کے لئے قربان کردینا عظیم عبادت ہے۔

احقر مئولف کے پیرومرشد نے مزکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جو شخص تقوٰی سے رہتا ہے۔گناہوں سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذاکر ہے۔اس سے بڑا اللہ کو یاد کرنے والا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔اسی لئے حضورﷺ کا ارشاد ہے اتق المحارم تکن اعبد الناس حرام سے بچو تم سب بڑے عبادت گزار ہوجاؤ گے۔ایک آدمی دس پارہ تلاوت کرتا ہے۔بیس رکعات نفل پڑھتا ہے۔ہر ماہ عمرہ کرتا ہے۔لیکن تقوی سے نہیں رہتا تو وہ شخص باوجود اتنی زیادہ عبادتوں کے، بڑا عبادت گزار نہیں اور تقوی والے کو سب سے بڑا عبادت گزار کیوں فرمایا گیا؟ کیونکہ عابد زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے عبادت کا کرلے گا۔دس گھنٹے عبادت کرلے گا اس کے بعد دماغ ماؤف ہوجائے گا اور عبادت پر قادر نہ ہوسکے گا۔عابد کو کبھی زمانیہ حاصل ہوتی ہے۔کبھی عبادت مکانیہ حاصل ہوتی ہے۔کسی زمانہ میں عبادت کرے گا اور اور کسی زمانہ میں نہیں کرپائے گا۔کسی مکان میں عبادت کرے گا اور کسی میں نہیں کرپائے گا۔لیکن تقوٰی کرنے والا زماناً

ومکاناً وکیفاً چوبیس گھنٹے عبادت میں ہے۔ چوبیس گھنٹے ذاکر ہے۔ کیونکہ اللہ کو ناراض نہیں کر رہا ہے۔اسلئے اعبدالناس (سب سے بڑا عابد) ہے اگرچہ کچھ نہیں کر رہا ہے لیکن عبادت میں ہے، بیوی بچوں سے بات کر رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے کیونکہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہے۔ لہذا متقی کو ذکر دوام اور عبادت دائمہ حاصل ہے۔ بتائیے اللہ کو ناراض نہ کرنا عبادت نہیں ہے؟ یہی وہ عبادت ہے کہ جس سے اللہ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''متقی آدمی کی دو رکعت'' غیر متقی آدمی کی ایک ہزار رکعت پر بھی فضیلت رکھتی ہے۔

قَالَ رَسُول اللّٰه ﷺ اِتقوا فِرَاسة المؤمن فانه ینظر بنُوٗرِ اللّٰه

(مومن کی فراست سے ڈرو! وہ اللہ رب العزت کے نور سے دیکھتا ہے)

گناہوں سے حفاظت کے برابر کوئی عمل نہیں

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ ایک شخص عمل تو کم کرتا ہے۔ یعنی نفلی عبادات اور نفل نماز بہت زیادہ نہیں پڑھتا۔ زیادہ تر فرائض واجب پر اکتفا کرتا ہے۔ نفلی عبادات، ذکر و ازکار، وظائف، اور تسبیحات زیادہ نہیں کرتا۔ لیکن اس کے گناہ بھی کم ہیں، ایسا شخص زیادہ پسند ہو گا۔ یا آپ کو وہ شخص زیادہ پسند ہوگا۔ جس کی نفلی عبادات بھی زیادہ ہیں۔ اور گناہ بھی زیادہ؟ مثلاً تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہے، اشراق کی نمازیں بھی پڑھتا ہے، اوابین بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی خوب کرتا ہے۔ وظائف اور تسبیحات بھی خوب کرتا ہے۔ لیکن ساتھ میں گناہ بھی کرتا ہے۔ آپ کے نزدیک کون ان دونوں میں بہتر ہے؟ پہلے شخص کا عمل کم اور گناہ بھی کم، دوسرے شخص کے اعمال زیادہ مگر گناہ بھی زیادہ۔ جواب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا گناہوں سے حفاظت کے

برابر میں کسی چیز کونہیں سمجھتا۔یعنی آدمی گناہوں سے محفوظ ہو جائے ،یہ اتنی بڑی نعمت اور اتنا بڑا فائدہ ہے کہ دنیا کا کوئی عمل اس کے برابرنہیں۔اگر ایک شخص گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے تو نفلی عبادت اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اصل چیز گناہوں سے پرہیز ہے

اس حدیث سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ جتنی نفلی عبادات ہیں ۔ یہ اپنی جگہ پر بڑی فضیلت کی چیزیں ہیں۔لیکن ان نفلی عبادات کے بھروسے پر اگر انسان یہ سوچے کہ میں تو نفلی عبادات بہت کرتا ہوں اور پھر اس کے نتیجے میں گناہوں سے پرہیز نہ کرے۔تو یہ بڑے دھوکے کی بات ہے۔اصل چیز یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے اندر گناہوں سے پرہیز کرنے کی فکر کرے، گناہوں سے پرہیز کرنے کے بعد بالفرض اگر اس کوزیادہ نفلی عبادات کرنے کا موقع نہیں ملا تو اس صورت میں اس کو کوئی گھاٹا اور نقصان نہیں ، اللہ تعالیٰ کے یہاں انشاء اللہ وہ نجات پا جائے گا۔لیکن اگر نفلی عبادتیں تو خوب کرتا ہے اور ساتھ میں گناہ بھی بہت کرتا ہے تو اس کے نجات کی کوئی ضمانت نہیں، کیونکہ یہ بڑا خطرناک معاملہ ہے۔

گناہ چھوڑنے کی فکر نہیں

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ دھیان بہت کم ہوگیا ہے، جب کسی کے دل میں دین پر چلنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق ملتی ہے تو اس کو یہ فکر ہوتی کہ مجھے کچھ وظائف بتا دیئے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ نفلی عبادت کیسے کروں اور کس وقت کروں۔ بس چند ظاہری معمولات کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔اور پھر ان معمولات کو پورا کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔لیکن اس کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ میری صبح سے شام تک کی زندگی میں کتنے کام گناہ کے ہورہے ہیں۔ کتنے کام اللہ کی مرضی کے خلاف ہورہے ہیں۔اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار

لوگوں کو دیکھا کہ وہ صف اول کے پابند ہیں۔ مسجد میں پابندی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ وظائف واذکار کے پابند ہیں۔ نفلی عبادتیں اور تہجد اور اشراق کی نمازیں بھی بڑی پابندی سے پڑھتے ہیں، لیکن ان کو اس کی فکر نہیں کہ گھر کے اندر جو گناہوں کا بازار گرم ہے، اس کو کس طرح ٹھیک کیا جائے۔ اور جب بازار جاتے ہیں تو وہاں پر حلال وحرام کی فکر نہیں ہوتی، جب گفتگو کرتے ہیں۔ تو غیبت اور جھوٹ کی فکر نہیں کرتے۔ اگر ان کے گھر میں ناجائز اور حرام چیزیں موجود ہیں تو ان کو باہر نکالنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ گھر میں فلمیں دیکھی جارہی ہیں۔ ناجائز پروگرام دیکھے جارہے ہیں۔ گانا بجانا ہورہا ہے۔ اس کی طرف کوئی دھیان نہیں۔ البتہ وظائف کی طرف دھیان ہے کہ کوئی وظیفہ بتادو۔ حالانکہ یہ گناہ انسان کے لیے مہلک ہیں۔ ان سے بچنے کی فکر پہلے کرنی چاہئے۔

نفلی عبادات اور گناہوں کی بہترین مثال

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ یہ جتنی نفلی عبادتیں ہیں۔ چاہے وہ نفلی نماز ہو، تلاوت ہو، یا ذکر وتسبیح ہو، یہ سب ٹانک ہیں۔ اس سے قوت حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص جسم کی طاقت کے لیے کوئی ٹانک استعمال کرے۔ اور گناہ زہر کی مانند ہوتے ہیں۔ اب اگر ایک شخص ٹانک بھی خوب کھائے اور زہر بھی خوب کھائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹانک اس کے اوپر اثر نہیں کرے گا، البتہ زہر اثر کر جائیگا۔ اور اس شخص کی تباہی کا ذریعہ بن جائے گا۔ اور ایک شخص وہ ہے جو کوئی ٹانک اور طاقت کی دوا تو استعمال نہیں کرتا، صرف دال روٹی پر اکتفا کرتا ہے، لیکن جو چیزیں صحت کے لیے مضر ہیں، ان سے پرہیز کرتا ہے تو آدمی صحتمند رہے گا۔ باوجود یہ کہ یہ ٹانک نہیں کھاتا۔ پہلا شخص جو ٹانک بھی کھاتا ہے اور ساتھ میں مضر صحت چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا۔، یہ لازماً بیمار پڑ جائے گا اور ایک دن ہلاک ہوجائے گا۔ نفلی عبادات او گناہوں کی بالکل یہ مثال ہے لہٰذا یہ فکر ہونی چاہئے۔

☆

کہ ہماری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی سے گناہ نکل جائیں ۔منکرات اور معصیتیں نکل جائیں ۔جب تک یہ چیزیں نہیں نکلیں گی ،اس وقت تک یہ نفلی عبادات ہمارے حق میں مفید نہیں ہوسکتیں ۔

(اصلاحی خطبات ج ۹)

متقی شخص کثرت سے عبادت کرنے سے افضل ہے

وعن جابر قال ذكر رجل عند رسول الله ﷺ بعبادة و اجتها د و ذكر اخر برعة فقال النبى ﷺ لا تعدل بالرعةالورع رواه الترمذى

حضرت جابرؓ کہتے ہیں ۔کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کے سامنے عبادت اور اطاعت الٰہی میں کوشش کا ذکر کیا ایک اور شخص نے پرہیز گاری کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ تو اس کو یعنی عبادت اور اطاعت میں کوشش کرنا پرہیز گاری کے مساوی نہ ٹھہرا (یعنی پرہیز گاری بڑی چیز ہے)

تشریح: تقویٰ کے ساتھ تھوڑی عبادت سے بھی بڑی برکت ہوتی ہے اور کثرت عبادت کیساتھ گناہوں کی بھی عادت بڑی بے برکتی رہتی ہے۔اسی لیے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک گناہ کی عادت کو ترک کردینا لاکھوں تہجد کی نمازوں سے افضل ہے۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اولیاء وہی ہیں جو متقی ہیں۔گناہوں کی عادت اور اصرار کے ساتھ کوئی شخص صاحب نسبت (یعنی اللہ والا) نہیں ہوسکتا۔ولایت اور فسق میں تضاد ہے۔پس اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لیے ایمان کے ساتھ تقویٰ کا حصول بھی ضروری ہے۔جو عادۃ متقین کاملین کی صحبت کے فیضان سے حاصل ہوا کرتے ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر
نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

عقلمند متقی شخص ہے

ایک مجلس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جو متقی (گناہوں سے بچنے والا) ہو گو دنیوی لحاظ سے کم درجہ کا ہی کیوں نہ ہو۔

(تنبیہہ الغافلین ص ۴۰۷)

متقی بننے کیلئے گناہ چھوڑ دو

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ اس وقت تک اہل تقویٰ کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کام کو جس میں برائی ہو نہ چھوڑ دے اس کام سے نہ ڈرے جس میں برائی ہو۔

(ابن ماجہ)

تقوٰی تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ ہدایت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔ جہاد کے پابند رہو یہ اسلام کی (جائز) رہبانیت ہے، خدا کی یاد پابندی سے کرو یہ تمہارے لیے روشنی ہے۔

(غنیۃ الطالبین)

ہر متقی مومن میری آل ہے

کسی شخص نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آل کون ہے؟ حضور ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ ہر متقی مؤمن میری آل ہے۔

(غنیۃ الطالبین)

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ

رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ وہ ہے جسے لوگ چھوٹا جانتے ہیں۔اور اللہ کے نزدیک چھوٹا گناہ وہ ہے جسے لوگ بڑا سمجھتے ہیں۔

تشریح: فقیہؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جب گنہگار کسی گناہ کو چھوٹا سمجھتا ہے تو وہ اسے کرتا رہتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا ہوتا ہے۔اس لیے کہ بڑا گناہ وہ ہے جس پر گنہگار اصرار کرتا ہے اور روایت کا یہ مضمون اس روایت سے ملتا جلتا ہے جسے بعض صحابہ نقل کرتے ہیں۔کہ اصرار کرتے رہنے سے گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کر لینے سے گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔

(غنیۃ الطالبین)

گناہوں کی کثرت کا نقصان

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک گناہ کرنے سے قلب پر ایک دھبہ لگ جاتا ہے ۔دوسرے سے دوسرا۔یہاں تک کہ قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ایک دوست ایک ڈرائی کلین کی مشین دکھانے لے گئے۔میں نے یہ فکر کی کہ کپڑے کے داغ دھبے دور کرنے میں کیا کیا کوششیں کیں ۔ہزاروں مصالحے، ہزاروں مشینیں، لاکھوں روپیہ برباد کیا، وہ کپڑا جو کچھ ہی دنوں میں بوسیدہ ہو کر ختم ہو جائے گا۔اس کا اتنا اہتمام۔(مگر گناہ کا داغ جو بغیر توبہ کئے مٹتا نہیں آج اس کو مٹانے کا صاف کرنے کا جذبہ ہم سے مٹ گیا۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے تمام اعضاء وجوارح سے گناہوں کے داغ کو دھونے کی توفیق عطا فرمائیں۔(آمین)

☆

متقی کیلئے امن کی بشارت

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

من اتق اللہ عزوجل سارا منا فی بلادہ

جو تقویٰ سے رہتا ہے، اللہ سے ڈر کر رہتا ہے یعنی میرا دوست بن رہتا ہے۔ تقویٰ اختیار کر کے اپنی غلامی کے سر پر تاج ولایت رکھتا ہے۔ وہ دنیا میں جہاں جائے گا امن سے رہے گا۔ (محل تقویٰ)

آپ ﷺ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

الاان التقوی ھھنا و اشارالی الصدر

ترجمہ: (اے میرے صحابہ!) آگاہ رہو بے شک تقویٰ یہاں ہے۔ اور (پھر) آپ نے قلب کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی تقویٰ کا محل قلب ہے۔

(بحوالہ، فضائل صبر وشکر)

سب سے معزز کون ہے

ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے۔ کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر معزز بنے۔ اسے چاہئے کہ تقویٰ اختیار کرے۔

(غنیۃ الطالبین)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی نصیحت

ایک حدیث میں آپ ﷺ سے ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑ لو یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔

حضرت مجاہدؒ کی حدیث میں ہے: قلب کی مثال کھلی ہوئی ہتھیلی کی طرح ہے۔ چنانچہ

جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی سکڑ جاتی ہے۔آخر کار تمام انگلیاں سکڑ کر رہ جاتی ہیں۔ پھر قلب پر سخت ہو کر بند ہو جاتی ہیں۔اس کو قفل پڑ جانا کہتے ہیں۔

(علامات محبت)

مفہوم تقوٰی پر صوفیاء کے اقوال

ملفوظ نمبر (۱): حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا قول

بندہ کے پیرو مرشد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ:

تقوٰی کا مفہوم یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اُن باتوں کے تقاضوں کے باجود ان پر عمل نہ کرے بندہ غم اٹھالے اور حسرت کھالے اسی کا نام تقوی ہے اور اسی سے اللہ تعالی ملتا ہے اس پر میرے دو شعر سنئے: ؎

☆ زخم حسرت ہزار کھائے ہیں ☆ تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں ☆

☆ ان حسینوں سے دل بچانے میں ☆ میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں ☆

ملفوظ نمبر (۲): امام راغب اصفہانی کا قول:

امام راغب اصفہانی نے تقوٰی کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

حفظ النفس عما یوثم وذالک بترك المحظورو ذلک بترک بعض المباحات

گناہ سے نفس کو بچائے رکھنا اور اس کیلئے ممنوعہ باتوں کو چھوڑا جاتا ہے اور اس کی تکمیل کی غرض سے کچھ جائز امور کو ترک کیا جاتا ہے۔

ملفوظ نمبر:۳ امام نوویؒ کا قول امام نووی نے تقوٰی کی تعریف یوں فرمائی ہے:

امتثال امره و نهيه و معناه :الوقاته من سخطه و عذابه سبحانه

وتعالیٰ

۲؎ اور تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ انسان ایسے کاموں سے بچا رہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا سبب ہوں۔

امام جرجانیؒ نے تقویٰ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

الاحترار بکاعة اللہ تعالی عن عقو بته وہو صیاته النفس عما تستحق به العقوبة من فعل او ترکٍ

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت وتابعداری کے ذریعے سے اپنے آپ کو ان کے عذاب سے بچانا اور مقصد کی خاطر اپنے نفس کو ایسے کام کرنے یا چھوڑنے سے بچائے رکھنا جن کے کرنے یا چھوڑنے سے انسان عذاب کا مستحق ٹھہرے''

اپنے آپ کو گناہوں سے آلودہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والوں اور ان کے عذاب کو دعوت دینے والوں کا متقیوں سے کیا تعلق؟

اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پرواہ کرنے والے متقیوں میں کیسے شمار کیے جاسکتے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے فرمایا مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ تو انہوں نے کہا کہ کیا کبھی خاردار راستہ سے گزرے ہیں۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔حضرت کعبؓ نے پوچھا کہ اس وقت آپ کیسے گزرے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ دامن سمیٹتے ہوئے گزرا ہوں۔ جس پر حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ یہی تقویٰ کی حالت ہے ایک شاعر نے اس بارے میں ایک مضمون کو ان شعروں میں درج کیا ہے۔

خل الذبوب صغیر ھا و کبیر ھا نھو التقی

لا تحقرن صغیرۃ ان الجبال من الحصٰی

چھوڑ دے گناہوں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔اور اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔

جس طرح چلنے والا زمین پر احتیاط سے قدم رکھتا ہے۔ان کانٹوں سے جو کہ اسے نظر آتے ہیں۔

کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ بے شک پہاڑ چھوٹے سنگریزوں سے بنا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا، رات کو نمازیں ادا کرنا اور ان کے درمیان نامناسب اعمال کا ارتکاب کرنا تو تقویٰ نہیں ہے۔تقویٰ تو یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے جو رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔اور فرمایا کہ پرہیز گار کو لگام دی گئی ہے۔جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو۔

طلق بن حبیبؒ سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے۔اس کے بارے میں آگاہ کریں ۔تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق ثواب کی امید پر اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کرتے ہوئے۔اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت اور ان پر دل وجان سے عمل کرنا تقویٰ ہے۔اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور کے مطابق اس کے عذاب کے خوف کے باعث گناہوں کو مطلقاً چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔بکر بن عبید اللہؒ کہتے ہیں۔کہ انسان اس وقت تک پرہیز گار نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کھانا ہر قسم کے حرام سے پاک نہ ہو اور وہ غضب سے بچنے کی بھر پور کوشش نہ کرے۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے کہ جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہو۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق نہ رکھتا ہو۔محمد بن حنیفؒ کہتے ہیں۔کہ ہر وہ چیز جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کردے اس سے کنارہ کشی ہونے کا نام تقویٰ ہے۔

ابو یزیدؒ نے فرمایا تمام شبہات سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تو کہے

اللہ تعالیٰ کے لیے کہے اور جب خاموش ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے خاموش ہو۔
حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں ۔کہ بندہ اس وقت تک پرہیز گاروں میں سے نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے دشمن بھی اس سے اسی طرح امن وامان میں نہ ہو جائیں جیسے کہ اسکے دوست ۔حضرت سہلؒ فرماتے ہیں۔کہ پرہیز گار وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قوت سے بے پرواہ ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایسی جگہ نہ دیکھے جس جگہ کے لیے منع کیا گیا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بری باتوں سے اعضاء کو بچانا اور محفوظ رکھنا تقویٰ ہے۔

لیکن متقی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی ۔احیاناً کبھی صدور خطا بھی ہو سکتا ہے۔لیکن وہ خطا پر قائم نہیں رہ سکتا اور گریہ وزاری اشکباری آہ وزاری سے پھر اللہ تعالی کی یاری حاصل کر لیتا ہے۔ یہ صاحب خطا بہ برکت استغفار وتوبہ صاحب عطا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص بھی متقین کے زمرہ میں شمار ہو گا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ متقی رہنا اتنا آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آدمی باوضو ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر کبھی تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ استغفار کر لو آپ متقی ہیں۔خطا پر ندامت وآہ آپ کو دائرہ تقویٰ سے خارج نہیں ہونے دے گی

(بحوالہ، علامت محبت، ص۔۳۹)

بزرگوں کا تقویٰ

ایک حدیث مبارک میں ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ کے سائے سے بھی ڈرتا ہے، ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ جس راستے سے گزرتا ہے اس راستے سے شیطان نہیں گزرتا، ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں جب حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش

کیا جائیگا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرمائینگے''السلام علیک یا عمرؓ''اے عمرؓ آپ کو سلام ہو۔(سلامتی ہو)

ایک اور حدیث میں ہے '' اول من يسلم عليه رب عمرؓ''(یعنی قیامت میں سب سے اوّل آدمی عمرؓ ہے جس پر اللہ تعالیٰ سلام فرمائینگے)

حضرت عمرؓ نے ایسی صاف زندگی گزاری ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اسؓ کو دیکھ کر خوش ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا۔ایک آدمی وہاں سے گزرا، کچھ دیر بعد پھر گزرا حضرت عمرؓ ویسے ہی بیٹھے تھے، آخر کار اس نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا، کہ کیا وجہ ہے بہت دیر سے گھر کے باہر بیٹھے ہو؟ فرمایا میری بیوی کہی گئی ہے اور میری بیٹی گھر میں اکیلی ہے تو میری حیاء ایمانی برداشت نہیں کرتی کہ میں اس کے ساتھ اکیلے بات چیت کروں، اللہ اکبر کیا عجیب تقویٰ ہے کہ اپنے بیٹی کے ساتھ بھی اکیلا نہیں بیٹھتا۔

☆ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے تھے۔حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گزار دیتے۔صرف رات کے اول حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ شرح احیاء میں ابو طالبؒ مکی سے نقل کیا ہے۔کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے۔حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اڑا دی۔اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب اور عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔سعید بن المسیبؒ کے متعلق منقول ہے۔کہ بچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔صلہ بن اشیمؒ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں، صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچادیجیو۔حضرت قتادہؒ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک قرآن ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی

نماز پڑھنا اتنا مشہور ومعروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی۔

صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے۔ گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباع سنت کا ارادہ ہوتا۔ قرآن شریف پڑھتے وقت اتنا روتے تھے کہ پڑوسیوں کو ان پر رحم آجاتا۔ ایک مرتبہ ساری رات قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرتے گزاردی۔ بل الساعۃ موعد هم الخ (سورۃ قمر۔ رکوع۔۳) ابراہیمؒ بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو۔ امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں۔ جنہوں نے و ما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون پر عمل کرکے یہ بتلا دیا کہ کرنے والے کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے

موافق اپنی طاقت وقدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کا سچا اقتداء کرنے والے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں۔ نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سد راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دونگا۔ اور تیرے فقر کو بند کردوں گا۔ ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا۔ روزمرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

☆ تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی ☆

☆ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں ☆

☆

(بحوالہ،فضائل اعمال،ص ـ ۶۷۴)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا حیاء اور تقویٰ

فرماتے ہیں کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ اعلان فرمائینگے ۔کہ آنکھوں کو بند کر دو کیونکہ بی بی فاطمہؓ جنت میں داخل ہو رہی ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب حیاء اور تقویٰ دے رکھی تھی ۔ایک دفعہ مہینے کا پہلا دن تھا بنی کریمؐ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ بیٹی آپ نے چاند دیکھا ہے؟ کہا کہ نہیں یارسول اللہؐ آپؐ نے پوچھا کہ کیوں آپؓ خاموش رہی ۔نبی کریمﷺ نے دوبارہ پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ تو بی بی فاطمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ ''یارسول اللہﷺ! میرے دل میں یہ بات آئی کہ پہلے دن کے چاند کو سب لوگ دیکھتے ہیں تو میں نے سوچا کہ اس کو نامحرم مرد بھی دیکھے گے،تو میری نظر اور ان کی نظر ایک جگہ جمع ہوگی ۔تو میں نے یہ عمل (چاند کا دیکھنا) شرم وحیا کے خلاف سمجھ لیا،اس لیے میں نے ابھی تک پہلے دن کا چاند نہیں دیکھا ہے'' سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بیٹیاں دے دیں کہ ان میں اس قدر حیا ہو۔

☆ علیک تقویٰ اللہ ان کنت غافلاً☆
☆ یاتیک بال ارزاقِ من حیث لا تدری☆

☆ فکیف تخاف الفقرو اللہ رازقاً☆
☆فقد رزق الطیرو الحوت فی البحر☆

☆ومن ظن ان الرزق یاتی بقوۃِ☆
☆ ما أکل العصفور شیأاً مع اچلنسر☆

☆ تزوٴل عن الدنیا فانک لا تدری☆
☆ ء اذا جن علیک اللیل ھل تعیش الی الفجر☆
☆فکم من صحیح مات من غیر علّۃِ ☆
☆وکم من سقیمِ عاش حیناً من الدّھرِ☆

☆وکم فتی أمسی و أصبح ضا حکاً ☆
☆واکفانۂ فی الغیب تنسج وھو لا یدری☆

☆ فمن عاش ألفاً وّ ألفینِ ☆
☆ فلا بد من یوم یسیرُ ءالیٰ القبرِ☆

☆

﴿تنبیہ المریدین﴾

بعض مریدوں میں، میں نے بہت سی خامیاں دیکھیں۔ان میں سے کچھ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ پہلا یہ کہ وظیفہ نہیں کرتا۔

۲۔وظیفہ (ذکر) توجہ سے نہیں کرتے۔

۳۔کچھ وظیفے کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔

۴۔اور اکثر مراقبہ چھوڑ دیتے ہیں۔

۵۔نقشبندی میں تو ساری کامیابی مراقبے میں ہے۔

۶۔اپنے وظیفوں کی بجائے دوسرے وظیفے کرتے ہیں۔

۷۔بہت سے مریدوں سے سنا گیا ہے۔کہ اپنے مخصوص اذکار کے بجائے دیگر وظائف کرتے ہیں۔

یہ بہت ہی نادانی ہے اس لیے کہ اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں۔کہ بغیر مرشد (پیر) کے بتائے ہوئے وظائف کے بغیر دوسرے وظائف میں صرف ثواب ہے اور مرشد کے بیعت والے وظائف میں ثواب بھی ہے۔اور روحانی ترقی بھی ہو جاتی ہے۔میرے کہنے کا مطلب ہے کہ پہلے اپنے (مخصوص وظائف) وظائف پورا کریں پھر اگر آپ اور کرنا چاہتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔لیکن وہ بھی اپنے مرشد کی اجازت سے۔

(۸) اگر کوئی دوسرے پیر و مرشد کی صفت بیان کرے یا شیطان اس کے دل میں دوسرے پیر و مرشد کی محبت کی شمع جلا دے تو اگر یہ اپنا پیر و مرشد چھوڑ دے اور دوسرے پیر سے وظائف لے لے یہ بہت ہی نادانی ہے۔اس طرح سے یہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اپنے ایک مرید جو کہ حافظ قرآن اور دارالعلوم حقانیہ کا فاضل ہے کا ایک واقعہ یاد آیا۔''
کہ صبح سویرے ہماری مسجد تشریف لائے اور مجھ سے معافی کی التجا کی۔ میں نے کہا کس چیز اور کس طرح کی معافی تو انہوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں دوسرے مرشد سے بیعت لیتا ہوں۔ تو میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میں خواب میں آپ کی مسجد آیا ہوں۔ اور مسجد میں ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے تو میں آپ کے ساتھ نشست پر بیٹھ گیا اور پھر آپ سے روانہ ہو کر چلنے لگا تو ہر طرف راستے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے تو میں حیران ہو گیا کہ میں اب کونسے راستے کا انتخاب کروں۔ تو مجھے غائبانہ آواز سنائی دی کہ تم بیعت کیوں توڑ رہے ہو'' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی سے بھی بیعت کر لی اسی میں اس کی کامیابی ہے۔ جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا۔

☆کہ پیر خس دے ☆ نو مرید لہ بس دے ☆

میرے پیرومرشد قطب العالم مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی فرید نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ مرید کی ناکامیابی میں پیرومرشد کا کوئی قصور نہیں۔ یہ سب کی سب کمزوری مرید کی ہی ہے۔

از احسان الکریم ملنگ نقشبندی

☆مولای صل و سلم دائما ابدا☆
☆علی حبیبک خیر خلق کل ھم☆

سماع قوالی تصوف میں کیسا ہے؟

بعض اہل طریق کا یہ مذاق ہوا ہے کہ جب اسبابِ عارضہ سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہوا ہے۔اس کے رفع کے لیے مواقف شرائط اباحت کے قدرے سماع سن لیا ہے تا کہ نشاط پیدا ہوکر طاعت مقصودہ سہل ہو جائے۔پس مقصود طاعت ہوتی تھی۔اور سماع اس مقصود کا معین۔اس حدیث سے اس کا اثبات ہو رہا ہے کہ خندق کا کھودنا جو اُس وقت طاعت تھی اور جوع ونصب مظنہ فتور کا تھا اس میں کلام منظوم سے نشاط وانسداد کسل کا کام لیا۔تامل کرنے سے یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے۔باقی سماع کو خود مقصود بنالینا یا اس میں رعایت شرائط کی نہ کرنا تلعب بالدین ہے۔ہر چند یہ مسئلہ اختلافی ہے۔لیکن اگر مانعین کے دلائل سے بالکل قطعِ نظر کر کے اس کو جائز سمجھا جائے۔تب بھی تو جواز کے بہت سے شرائط ہیں۔نہ اخوان ہیں۔نہ زمان نہ مکاں۔صرف ایک رسم رہ گئی ہے۔ہر قسم کے لوگ مختلف نفسانی اغراض سے جمع ہوتے ہیں۔اور بزرگوں کے طریقے کی بدنامی ہوتی ہے۔اس مقام پر صرف حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ کے ارشاد فوائدالفواد سے (اور راحت القلوب ملفوظات حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور انیس الارواح خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ وغیرہ سے) نقل کیے دیتے ہیں۔

راحۃ القلوب مجلس چہارم ۲۷ شعبان ۶۵۵ھ واقعہ نمبر ۳۳

۱......حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا۔اہل سماع اس گروہ کے لوگ ہیں کہ جب وہ سماع وتحیر میں مستغرق ہوتے ہیں تو ایسے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ اگر ان کے سروں پر لاکھ تلوار چلے تو انہیں ذرہ برابر خبر نہ ہو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کی اہلیت اسی شخص میں ہے جسکو ایسا تحیر اکثر پیش آتا ہو۔

قول ۲۵ مجلس اول ملفوظ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ از راحۃ المحبین

۲......حضرت شبلیؒ نے شیطان سے پوچھا کہ اولیائے خدا پر تجھے کب قابو ملتا ہے۔اس نے کہا کہ سماع کے وقت جب کہ وہ غیرحق کیلئے سماع سنتے ہیں۔اوران کے دل یادالٰہی سے غافل اوربیہوش ہوجاتے ہیں تواس وقت مجھے خوب موقع ملتا ہے۔

(ف) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سلطان جیؒ سماع لغیر الحق کوکیسا سمجھتے تھے۔

(۳)مجلس ۸/شوال ۱۹ھ قول نمبر ۴۱

پھر کچھ سماع کا ذکر ہوا۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ جو شے حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوتی۔اور جو شے حلال ہے،وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہوتی۔ (فوائدالفواد)

(۴)فوائدالفواد۔مجلس ۷/ ذیقعدہ ۱۵ھ عمل ۱۳

حضرت شیخ فریدالدینؒ کوایک دفعہ سماع کا شوق ہوا۔قوال کوئی موجود نہ تھا آپ نے مولانا بدرالدین اسحٰق سے فرمایا کہ قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کا مکتوب لادواور پڑھو۔انہوں نے پڑھنا شروع کیااس میں لکھا ہوا تھا۔کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشاں ست داز سردویدہ خاکِ قدم ایشان شیخ نے اتنا سنا تھا کہ آپ پرایک حال اورذوق پیدا ہوا۔

(ف) دیکھئے ان حضرات کا سماع یہ تھا کہ نثر سے بھی وہی اثر لیتے تھے جونظم سے لیتے تھے۔ان رسوم معروفہ منکرہ سے مبرا تھے۔

(۵)فوائدالفواد مجلس ۹ رمضان ۱۹ھ عمل ۱۹

بندہ (حضرت علاء سنجریؒ) نے عرض کیا کہ وہ (شیخ سیف الدین) سماع سنتے تھے فرمایا ہاں مگراس طرح نہیں سنتے تھے کہ مجلس مرتب کریں اور برسمِ دعوت لوگوں کو بلائیں اورسماع سنیں بلکہ ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ حکایت وسخن فرماتے۔جب کوئی وقت خوش دیکھتے تو فرماتے کوئی ہے کچھ کہے اس وقت قوال آتا کچھ کہتا پس ان کا سماع اس طرح کا تھا۔

☆

(ف) ان بزرگوں کے سماع کا طرز اس سے معلوم ہوا کہ رسوم متعارفہ کے پابند نہ تھے۔

مزامیر: ۔از انیس الارواح ملفوظ حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔

ایک ملفوظ حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کا نقل کیا ہے کہ خوارزم اور چند شہر کہ گرد اس کے ہیں۔راگ اور باجوں کی شامت سے اور بعض گناہوں کی وجہ سے خراب اور ویران ہوں گے اور سب آپس میں لڑمریں گے۔

(ف) دیکھئے اس میں گانے بجانے کی کس قدر مذمت کی گئی ہے۔اس کے عموم میں سماعِ متعارف بھی داخل ہے۔باقی خود ان حضرات سے جو سماع منقول ہے اس کی تحقیق (اوپر درج) ہے۔

(۲) از اسرار الاولیاء ملفوظ حضرت شیخ فرید الدینؒ گنج شکر چوتھی فصل قول ۲۷

فرمایا کہ اے درویش! اسے جو شنوائی دی ہے تو اسی لیے دی ہے کہ خدا کا ذکر سنے جہاں کلام اللہ پڑھا جاتا ہو وہاں کان لگائے کہ کیا فرمانِ الٰہی ہے۔نہ اس لیے کہ ہر ایک کی برائی اور تمسخر اور راگ باجہ اور نوحہ کی آواز سنے۔کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اس قسم کی آوازوں پر کان لگائے گا۔قیامت کو سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں بھرا جائیگا۔

(۳) فوائد الفواد۔ملفوظ حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ مجلس ۲ صفر ۷۱۱ھ قول نمبر ۲۳

حضرت خواجہ نے کہا کہ میں نے تو بالکل منع کر دیا ہے کہ مجلس میں مزامیر اور محرمات نہ ہوں ......پھر آپ نے فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے۔اہل اور صاحبِ ذوق لوگ جسے کچھ درد ہے وہ تو کہنے والے کے ایک ہی بیت کے سننے میں رقّت لے آتا ہے۔خواہ مزامیر ہوں یا نہ ہوں......تو معلوم ہوا کہ یہ کام درد سے تعلق رکھتا ہے۔نہ مزامیر وغیرہ سے۔

(ف) دیکھئے اس میں مزامیر و محرمات پر کس درجہ ناراضی ظاہر فرمائی۔

اسی طرح اقتباس الانوار میں بذیلِ تذکرہ حضرت شیخ داؤد گنگوہیؒ بسلسلہ مناظرہ ملا

عبدالقوی حضرت شیخ موصوف کا قول نقل کیا ہے جس میں اباحت مزامیر کا مرجوع ہونا اور ہمارے تمام مشائخ سے مزامیر سننے کی نفی اور دلالۃ النص سے اس کا عدم جواز مصرح ہے۔

از رسالہ قروع السماع

حضرت شیخ نصیرالدین محمود کبھی کبھی سماع سنتے تھے۔قوال بھی طالب علموں اور درویشوں میں سے ہوتے تھے جو ان کی خدمت میں رہ کر کام کرتے تھے۔ایک مرتبہ شیخ برہان الدین غریبؒ کے مکان میں سماع کی مجلس منعقد تھی۔اور مزامیر بھی موجود تھے۔شیخ نصیرالدین محمودؒ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مکان پر آ گئے۔کسی نے کہا کہ آپ پیر کے طریقہ سے پھر گئے فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں۔اس خبر کو سلطان المشائخ کی خدمت میں لوگوں نے پہنچایا تو فرمانے لگے کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور حق ان کی جانب ہے......شیخ نے فرمایا ہے کہ جو مزامیر سنے گا وہ ہماری بیعت اور مریدی سے خارج ہو جاوے گا۔

(ف) سماع مع المزامیر کی مذمت جو فرمائی ہے ظاہر ہے۔

خیر المجالس میں لکھا ہے کہ ایک عزیز شیخ نصیرالدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ کہاں جائز ہے۔ یہ بات کہ مزامیر اور دف اور بانسری اور رباب یہ سب موجود ہوں اور صوفی رقص کریں۔خواجہؒ نے فرمایا کہ مزامیر بالاجماع جائز نہیں...... بالاجماع حرام ہیں۔

حلِ اشکال یعنی تحقیق مسئلہ سماع

خود علماء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔چنانچہ اہل علم پر ظاہر ہے سو حضرات چشتیہؒ نے بھی علماء ہی کا ایک قول لے لیا ہے۔اور اسمیں خاص قیود لگا دی ہیں جس سے اس میں کسی قسم کا مفسدہ نہیں رہا پھر باوجود اس کے کسی نے اس کو جزو طریق نہیں کہا اور طالبوں کو اس کا حکم نہیں دیا جس طرح ذکر و شغل کا حکم دیتے تھے۔البتہ بعض ضرورتوں اور مصلحتوں سے خود سنا ہے۔

اس مقام پر بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بعض مختصر ملفوظات حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ

کے نقل کر دیئے جائیں جو باب نمبر ۲۷ دُرِ نظامی میں مذکور ہیں جس سے محققین اہلِ سماع کا مذاق واضح ہو جاوے گا۔

(۱) فرمایا سماع کی چار قسمیں ہیں۔ حلال، حرام، مکروہ، مباح (یعنی خلافِ اولیٰ) اگر صاحب وجد کا میل خاطر حقیقت کی طرف زیادہ ہو تب تو حلال (مباح) ہے۔ اور اگر مجاز کی طرف زیادہ ہے تو مکروہ ہے اور اگر بالکل حقیقت ہی کی طرف۔ تب حلال ہے اور اگر بالکل مجاز ہی کا دھیان ہے تب حرام ہے۔

(۲) فرمایا: سماع کے واسطے تین باتیں درکار ہیں۔ زمان، مکان اخوان (الی قولہ) سماع کے واسطے کئی باتیں درکار ہیں۔ جب یہ موجود ہوں اس وقت سماع سنے۔ مسمع، مستمع، مسموع، آلۂ سماع۔ مسمع یعنی گانے والا پورا مرد ہو۔ لڑکا یا عورت نہ ہو مستمع سننے والا یادِ حق میں مشغول ہو۔ مسموع (یعنی گانا فحش اور کسی کے ہجو نہ ہو۔ آلۂ سماع۔ یعنی مزامیر وغیرہ) نہ ہو۔ تب یہ سماع سننا مباح ہے۔

(۳) حضرت کے ایک مرید نے عرض کیا کہ مولانا رکن الدین ایسی مجلس میں شریک ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا عرض کیا اس مجلس میں بندہ کا کوئی دوست نہ تھا (جو میری تائید کرتا) اور گمان غالب تھا کہ میرے منع کرنے سے وہ لوگ باز نہ رہیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا تم منع کرو وہ لوگ باز آجائیں فبہا ورنہ تم وہاں سے اٹھ کھڑے ہو۔

تتمہ مبحث:۔ حاصل یہ ہوا کہ مزامیر تو مطلقاً ممنوع اور سماع محض اگر بلا شرائط ہو تو وہ بھی مطلقاً ممنوع اور اگر بشرائط ہو تو مختلف فیہ۔ جس میں بعض صوفیہ نے اباحت کا قول لے لیا۔ اب یہ سوال باقی رہا کہ مذہب حنفی میں تو وہ بھی ناجائز ہے۔ صوفیہ حنفیہؒ نے اپنے مذہب کے خلاف کیوں کیا۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ محقق اتنے اختلاف سے حنفیّت سے نہیں نکلتا دوسرا جواب وہ ہے جس کو اقتباس الانوار میں حضرت قطب صاحبؒ کے تذکرہ میں سیر الاقطاب سے حضرت قاضی حمید

الدین نا گوریؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور گو خود صاحبِ اقتباس نے اس نسبت پر وجدانی بحث کی ہے۔لیکن قطع نظر نسبت کے خود وہ تقریر مستقلاً بھی قواعد کے مطابق ہے۔اس لیے ان ہی الفاظ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔قاضی (حمید الدینؒ) موجود تھے۔انہوں نے کہا کہ میں ہوں حمید الدین کہ سماع سنتا ہوں اور مباح کہتا ہوں بوجہ علماء کی روایت کے۔اس لیے کہ میں دردِ دل کا مریض ہوں اور سماع اس کی دوا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہؒ نے شراب سے علاج کرنے کی ایسے وقت اجازت دے دی ہے جبکہ ازالہ مرض کے لیے اور کوئی دوا ہی نہ ہو اور حکیموں کا اتفاق اس پر ہو گیا ہو کہ صحت بدوں شراب ناممکن ہے۔اس تقدیر پر میرے مرض کی دوا جو کہ لاعلاج ہے سرود کا سننا ہے لہٰذا اس کا سننا ہمارے لیے مباح ہے اور تم پر حرام ہے۔

(ف) اس سے بھی معلوم ہوا کہ اباحت کا حکم ایسی اضطرار کی حالت میں ہے جس حالت میں حرام دوا حلال ہو جاوے کیا اس وقت ایسا اضطرار کسی میں مشاہد ہے۔

یہ تھا ان حضرات کا سماع۔مگر فقہاء اس کو بھی حرام کہتے ہیں کیونکہ سماع کی خاصیت ہے کہ وہ کیفیت موجودہ کو قوی کر دیتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اگر سماع کی بھی اجازت دے دی جائے گی تو ان میں جو کیفیت اس وقت موجود ہے۔اس کو قوت ہوگی اور زیادہ تر نفس میں شر ہے۔اس کو قوت ہو کر وہ مفاسد کی طرف مفضی ہوگا کیونکہ عوام میں شہوت اور نفس کی خواہش غالب ہے سماع سے اس میں ہیجان ہوگا قوت بڑھ جائے گی اور اس سے سخت مفاسد پیدا ہونگے اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے الغناء رقية الزنا غناء زنا کا منتر ہے فقہاء چونکہ منتظم ہیں۔اس لیے وہ بعض ایسی چیز کو بھی منع کرتے ہیں جس میں شرعاً کچھ گنجائش بھی ہو سکتی ہے۔جس طرح وبا کے زمانہ میں ڈاکٹر کھیرے ککڑی کو مطلقاً منع کر دیتا ہے۔اگر چہ قلیل مقدار مضر نہیں ہوتی اور صحیح المعدہ کو زیادہ مقدار بھی مضر نہیں ہوتی۔لیکن ڈاکٹر اس تفصیل سے منع کرے گا۔تو کوئی بھی اس کے کھانے سے باز نہ آئے گا۔ہر شخص اپنے کو صحیح المعدہ سمجھنے لگے گا اور کثیر مقدار کو بھی قلیل ہی کہے گا۔اس لیے انتظام کا مقتضی

یہی ہے کہ وباء کے زمانہ میں کسی کو بھی کھیرے ککڑی کی اجازت نہ دی جائے یہی حالت فقہاء کی ہے کہ حضرات صوفیہ نے جس سماع کو اختیار کیا تھا اور شرعاً اس میں گنجائش بھی تھی۔ مگر فقہاء نے انتظاماً اس سے بھی منع فرمادیا۔ چنانچہ حضرت سلطان جیؒ کا سماع شرعاً ناجائز نہ تھا کیونکہ وہ آداب اور حدود کی رعایت کیساتھ تھا مگر فقہاء اس کو بھی بدعت کہتے

ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں مفسدہ ہے۔ حضرت سلطان جیؒ کے زمانہ میں قاضی ضیاء الدین سنامیؒ قاضی تھے وہ ہمیشہ حضرت سلطان جیؒ کے سماع پر نکیر کرتے تھے۔ قاضی صاحب کا (جب) انتقال ہوگیا (تو) حضرت سلطان جیؒ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمانے لگے کہ افسوس! آج شریعت کا ستون منہدم ہوگیا۔

(بزم جمشید ص ۱۳، ۱۵)

(تفصیل بالا میں غور فرمائیں اور خود انصاف کریں کہ اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے نیز اگر آپ اس مسئلہ کے متعلق بالتفصیل معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ ''حق السماع'' مصنف حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ العزیز کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ شریعت وطریقت از اشرف علی تھانویؒ

طریقت میں قوالی، سماع مزامیر اور مجلس موسیقی وغیرہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱:۔ بعض خود نما پیر اپنے آپ کو طریقہ چشتیہ سے منسلک اور دعویدار ہونے کے باوجود قوالی مجلس موسیقی وغیرہ کو فعل مستحسن اور موجب اجر وثواب قرار دیتے ہیں اور علماء منکرین من ہذا الفعل القبیح پر ردوقدح کرتے ہیں تو کیا کسی طریقہ اور شریعت میں اس قسم کی قوالی اور موسیقی وسماع مزامیر وغیرہ کی جواز کی کوئی دلیل شرعی موجود ہے؟

المستفتی: محمد ثناء اللہ خان شبقدر چارسدہ ۱۹۷۸

الجواب:۔ واضح رہے کہ احادیث اور عبارات فقہ سے مزامیر اور ملاہی کی حرمت روز روشن کی طرح معلوم ہے۔البتہ امام غزالیؒ وغیرہ نے کچھ شرائط سے جواز کی طرف میلان کیا ہے۔اور وہ شرائط ان قوالوں میں معدوم اور مفقود ہیں۔

لہٰذا ان کو جائز سمجھنے والوں پر کفر کا شدید خطرہ موجود ہے یہ لوگ اپنی بدمعاشیوں اور عیاشیوں پر ان بزرگوں کے کلام سے پناہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔فقہ حنفی نے ان (مستحلی الرقص والغناء) کو کافر کہا ہے۔

فتاوی فریدیہ صفحہ ۳۷۳

طریقہ چشتیہ میں قوالی اور موسیقی نہیں ہے

سوال نمبر۲:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس کے بارے میں کہ صاحبان چشتیہ جو قوالی کے ساتھ موسیقی بھی کرتے ہیں اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں ہے؟

المستفتی: سید عنایت الرحمٰن چارسدہ ۱۹۹۱ء/۲/۱۹

الجواب:۔ سرود کرنا حرام ہے قرآن، احادیث اور فقہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ **ومن فعله فقد فعله علاجالا لقداذا كشرب الخمر للتداوى وقيل فعله جذبا الاهل الهنود(۱) فافهم**

فتاوی فریدیہ صفحہ ۳۹۴

از مفتی اعظم پیر طریقت مولانا مفتی محمد فرید شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

سوال:۔ جب گانا شرعی طور پر حرام ہے اور موسیقی کے آلات بھی ممنوع ہیں اور حقیقت میں شریعت کے حکم کے علاوہ بھی گانا بجانا اور اس سے لذت حاصل کرنا ایک ہلکی حرکت ہے جو دنیاوی وقار کے بھی خلاف لگتی ہے اس کے باوجود اس بات پر بہت تعجب ہے کہ یہ چیزیں دل پر وارد،

کیفیات اور انوار الٰہیہ کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہیں۔

جواب:۔ (ان چیزوں کا) کیفیات کا ذریعہ تو بننا تو صحیح ہے لیکن کیفیات کا انوار ہونا صحیح نہیں۔

﴿متفرقات﴾

سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں نسبت

حضرت مفتی محمد فرید صاحبؒ کے طریقے میں دوسرے سلسلہ مبارک کے ازکار کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔اور دوسرے سلسلوں کیلئے صرف نسبت بدلنے کی ضرورت ہے۔مثال کے طور پر مفتی محمد فرید صاحبؒ نے چشتیہ سلسلہ مبارک کا مراقبہ اس طرح سے سکھایا ہے۔تصور کرو کہ حضرت معین الدین چشتیؒ سے فیض حضرت مجدد الف ثانی ؒ شیخ احمد سرھندی پر آرہا ہے۔اور ان سے میرے قلب پر آرہا ہے''

اسی طرح سلسلہ قادریہ میں حضرت معین الدین چشتیؒ کے بجائے محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور سلسلہ سہروردیہ میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا تصور کریں۔اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے واسطے سے یہ فیض اپنے دل کی طرف کھینچیں۔

ایک ولی اللہ کا کسی بستی سے گزرنے کی برکت

قال الملا علی القاری:سمعت الشیخ اباعلی الدقاق لو ان ولیا من اولیائہ مر ببلدہ لنال برکۃمرودہ اھل تلک البلدۃ حتی یغفراللہ لھم

''ملاعلی قاریؒ'' لکھتے ہیں۔کہ اگر کسی ولی اللہ کا کسی بستی سے گزر ہوا اور اسے وہاں قیام کا موقع نہ ملے تو پھر بھی وہاں کے باشندے ان کی برکت سے محروم نہ رہیں گے۔یہاں تک کہ ان کی مغفرت

بھی ہو جاتی ہے۔ (فیضان محبت،ص۔۱۳۵)

حاصل تصوف

حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے۔کہ ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا۔کہ تصوف کا حاصل کیا ہوگا۔تو کچھ بھی نہ کرتے۔ بہت عرصے کے بعد معلوم ہوا۔کہ جس چیز کے لیے کوششیں اور منت کر رہے تھے وہ تو چھوٹی سی بات تھی۔

حضرت نے اپنی بڑی شان کی وجہ سے تو وہ معمولی بات نہ بتائی۔لیکن میں اپنے کم مرتبے کی وجہ سے بتاتا ہوں۔کہ وہ معمولی چیز کیا ہے۔کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے اتنی ریاضت کی جاتی ہے۔ وہ یہی تبدیلی ہے جو اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرتی ہے۔تعلق کو گہرا کرتی ہے۔(یعنی بیعت کیطرف اشارہ ہے) (مواعظ فقیر)

ایمان کے ساتھ خاتمے کی خوشخبری

ہمارے دادا پیر حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ فرماتے تھے۔کہ جس دل کو یہ انگلی لگ جائے ۔اس کو بغیر کلمے کے موت نہ آئے گی۔ کیونکہ یہ صدیقی نسبت ہے اور اس کی بہت برکت ہے۔اور اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے۔میرے دوستو! آج کا انسان اپنے دوست کے گھر کے کتے کا بھی لحاظ رکھتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا لحاظ نہ رکھیں گے۔ (خطبات فقیر)

بایزید بسطامیؒ

(۱) ایک مرید نے اُن سے کہا کہ میں آپؒ کے ساتھ بتیس (۳۲) سال سے رہ رہا ہوں۔ لیکن آپ روزانہ مجھ سے میرا نام پوچھتے ہیں تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ جس دن سے یہ نام (اللہ

تعالیٰ) میرے دل میں آیا ہے دوسرا کوئی نام یاد نہیں رہتا۔

۲۔اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی یہ نشانی ہے کہ لوگوں سے دور چلا جائے اور ادنیٰ بات عارف کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مال وجائیداد سے پرہیز کرے۔

۳۔ستر(۷۰)سال سے میں اللہ کا ہوں اور اس عرصے میں کبھی بھی نفس کی پیروی نہیں کی۔

(بزرگوں کے اقوال)

مجدد الف ثانیؒ کے ارشادت

۱۔ہمارا طریقہ صحبت ہے اس لئے کہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

۲۔اولیاء کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

۳۔اولیاء میں کرامات تلاش نہ کریں بلکہ ان کے وجود کو کرامت جانیں۔

حضرت شفیق بلخیؒ کا ارشاد

عارف باللہ کے لیے سب سے سخت کام مخلوق کے ساتھ باتیں اور ان کے ساتھ بیٹھنا ہے۔

سوات بابا کا ارشاد

علم اور عمل میں یک جائی لائیں ۔علم خواہ ظاہری ہو یا باطنی اس کے ساتھ عمل کو ملالیں۔اور بے کارلوگوں کو کارآمد بنائیں۔

ترنگزو باباجی کا ارشاد

بادشاہ ملک فتح کرتے ہیں۔اور پیر وفقیر دلوں کو۔

علامہ شمس الحق افغانیؒ کا ارشاد

بزرگ کی یہ کرامت کافی ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو۔

☆

خواجہ تاج بخش کوہستان باباجی کے ارشادات

۱۔مرید کے مال پرنظر رکھنا پیر کے لیے ذلت ہے۔

۲۔طریقت میں اپنے آپ کو کم تر اور حقیر سمجھنا بڑی مراد حاصل کرنا ہے۔

۳۔مرید اپنے پیر و مرشد کی خدمت اس لیے کرتے ہیں تا کہ کمال کو پہنچ جائیں نہ کہ خدمت کیلئے۔

۴۔ سادگی طریقت کے ابتدائی مراحل میں سے ہے۔

۵ ۔نیک لوگوں کے ساتھ ہر کوئی اچھا کرتا ہے۔بُروں کے ساتھ اچھا کرو کہ اچھے ہو جاؤ۔

حضرت ولی محمد دیشانو باباجی کے ارشادات

۱۔ہمیں اپنے پیر کا پہلا سبق یہ تھا۔کہ حلال کسب کو نہ چھوڑیں۔

۲۔پیر سے بیعت کرنے سے پہلے اپنے والدین کو راضی کریں۔

۳۔طریقت میں تب کمال کو پہنچو گے جب حرام چھوڑ دو گے۔

۴۔شریعت ایک سیدھا راستہ ہے۔جو سالک کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

۶۔صوفی وہ ہے جو اپنا فائدہ دوسرے کے فائدے پر قربان کردے۔

حضرت حامد لفاف باباجی کا ارشاد

اولیاء جب مال حاصل کر لیتے ہیں۔تو وہ شکر گزاری کرتے ہیں۔اور دنیا دار مغرور اور غافل ہو جاتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا واقعہ اپنے پیر سے بے انتہا صحبت کا ثبوت

حضرت شیخ الحدیث محمد ذکریا صاحبؒ فرماتے ہیں۔ایک دفعہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ صاحب رنگون سے تشریف لا رہے تھے۔یہ بندہ ناچیز (معزز زکریاؒ) ایک دو دن سے پٹھان پورہ گیا تھا۔یہ محلّہ سٹیشن سے تھوڑا دور تھا۔مجھے یاد آیا کہ حضرت آ رہے ہیں۔اور میں کبھی بھی ان لینے کے لیے سٹیشن نہیں گیا۔گاڑی کے آنے کا وقت قریب تھا۔والد صاحب (مولانا یحییٰؒ) نے کبھی بھی پیسے جیب میں رکھنے کی عادت نہیں دی تھی۔میرا خیال تھا کہ سٹیشن پہ ڈھیر سارے خادم مل جائیں گے۔کسی کو کہہ دوں گا کہ میرا بھی پلیٹ فارم کا ٹکٹ کروا دے۔لیکن جب میں سٹیشن پہنچا تو گاڑی کے جانے کا وقت بالکل قریب تھا۔میں نے بابو سے کہا کہ پیسے تو میرے پاس ابھی نہیں ہیں۔اگر پلیٹ فارم قرض کے طور دے سکتے ہو تو اس نے ایک دم ایک پلیٹ فارم کا ٹکٹ دے دیا اور میں اس سے چلا گیا۔تو سب سے پہلے ملاقات حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب سے ہوئی (مدرس مظاہر العلوم سہارنپور) میں نے ان سے کہا کہ جیب میں چار پیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بہت ہیں میں نے ان سے کہا کہ آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن بابو کو چار پیسے دے دیں۔اور ان کا شکریہ بھی ادا کر دیں۔اس لیے کہ میں نے پلیٹ فارم قرض لیا ہے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔کبھی پلیٹ فارم بھی قرض ملتا ہے۔میں نے کہا ملتا تو نہیں لیکن جن کا کارو بار ہی قرض پر چل رہا ہو تو ان کو ملتا ہے۔انہوں نے جانے سے انکار کر دیا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے چار پیسے دیں گاڑی آنے والی ہے۔انہوں نے کہا ہاں میں پیسے دے دوں گا۔اور جب میں ٹکٹ والے کے پاس روانہ ہو گیا تو مولوی صاحب بھی میرے پیچھے تیزی سے ٹکٹ والے کے پیچھے آئے اور بابو سے پوچھا۔کہ ایک بندہ نے آپ سے پلیٹ فارم قرض لیا ہے تو انہوں نے کہا ہاں مولوی صاحب نے پوچھا کہ آیا پلیٹ فارم بھی قرض پر ملتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ملتا تو نہیں البتہ اس شخص کی شکل وصورت سے

معلوم ہورہا تھا کہ یہ شخص دھوکہ نہیں کرسکتا۔ (اکابر کی زاہدانہ زندگی)

مرشد کا اپنے مرید کو درس سے منع کرنا

شیخ علوان حموی جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے۔سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کردیا۔عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کردیا اور شیخ کو ضائع کردیا وغیرہ وغیرہ۔کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔سید صاحب نے اس سے بھی منع کردیا۔پھر تو پوچھنا ہی کیا سید صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہوگیا۔اور دل رنگ گیا تو سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو۔کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ علوم ومعارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔سید صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

(فضائل اعمال۔شیخ محمد ذکریاؒ)

شیخ کی صحبت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پان نہیں کھاتے تھے۔لیکن تھوک دان ان کے پاس موجود ہوتا۔کبھی کبھی کھانسی کی وجہ سے اس میں تھوکتے تھے۔حضرت شیخ الہندؒ نے ایک دفع یہ تھوک دان چپکے سے اٹھالیا کہ کوئی نہ دیکھے اور باہر لے گئے۔اور وہ دھوکے پی لیا۔حضرت شیخ الہندؒ کی اپنے شیخ سے ایسا دلی عاشقانہ تعلق تھا کہ جسکو باطنی ترقی میں ہزاروں ذکر اور ریاضتوں سے زیادہ دخل ہے۔اس معاملے میں ان کی یہ کیفیت تھی۔

☆انبساط عید دیدن روئے تو☆ عیدگاہ ما غریباں کوئے تو☆

پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے ارشادت

الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص مجھ سے بیعت کرتا ہے تو میں محض اسے اس لیے مرید بناتا ہوں ۔کہ اگر قیامت کے دن پیر جہنم جانے لگے تو مرید اسے دیکھ لے اور مرید کو پیر پر ترس آجائے تو ہوسکتا ہے۔ کہ اس کی برکت سے میں بخشا جاؤں اور سچے مرید کو اپنے مرشد کی خاموشی سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض اوقات نسبت کی باتوں سے مشائخ پر حال وارد ہوتا ہے تو فوراً مریدوں کو توجہ دیں۔

شیخ کے ہاتھ پاؤں دباتے وقت سنت کی نیت کرنی چاہئے کیونکہ یہ حدیث سے ثابت ہے ۔عارف باللہ مرزا مظہر جان جاناں مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے جام بھر بھر کر دیتے ۔ اور اچانک محفل میں فرماتے جگہ کو فراخ کردو۔ حضرت ثناء اللہ پانی پتی تشریف لارہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت قاضی صاحب اپنے شیخ کے دربار میں حاضر ہو جاتے ۔ایک دن مریدوں میں سے کسی نے ہمت کر کے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ حضرت قاضی تشریف لارہے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا کہ جب میں دیکھ لیتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے قطار در قطار کھڑے ہیں تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب تشریف لارہے ہیں۔ (حالات مشائخ نقشبند)

(۱) پیر و مرید کے درمیان گہرا پیار اور محبت ہوتی ہے۔

(۲) مرید اپنی اصلاح کے لیے پختہ ارادہ کرے۔

(۳) ہمارے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں سولہ اسباق ہوتے ہیں۔ ان میں سے پندرہ اسباق کے بعد سولہواں سبق مراقبہ معیت یعنی نزدیکت مراقبہ کہلاتا ہے ۔جس شخص نے آداب اور شرائط کا پاس رکھتے ہوئے ۔ پندرہ اسباق پڑھے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سولہویں سبق میں اُسے اللہ کی معرفت اور قربت کی حالت نصیب نہ ہو ۔ مثلاً ایک بچہ سکول میں داخل ہوتا ہے۔ تو پہلے پرائمری پاس

کرتا ہے۔ پھر سکینڈری پھر ہائیر سکینڈری اور پھر کالج کے بعد یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم کی ڈگری حاصل کرتا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہے کہ سولھویں سبق پر سالک کو اللہ کی قربت (نزدیکت) کی حالت نصیب ہوتی ہے۔

نبوت کی نظر فیضان

صحابہ کرامؓ کی حالت جدا تھی۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی قربت کی حالت نبی کریمؐ کے ساتھ پہلی ملاقات میں ہی حاصل ہو جاتی۔

☆خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے☆ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا☆

وہ مردہ کی حالت میں نبی کریمؐ کے در پر آتے اور محبوب دو عالمؐ کی ایک ہی نظر کیمیا ان کی زندگی بدل دیتی۔ اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا نبوت کی نظر فیضان آج سے چودہ صدی پہلے کی بات ہے اگر کوئی آج چاہتا ہے کہ اسے بھی یہ حالت نصیب ہو تو وہ محنت کرے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی محنت کرے؟

اسے چاہئے کہ ذکر اور مراقبہ کرے ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مراقبہ سکھایا جاتا ہے۔

☆مراقبہ کیا ہے☆

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں قلم کشائی کرتے ہیں ۔(المراقبة ان تلازم قلبک لعلم ان الله ناظر الیک) مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے دل میں یہ بات لازم اور ضروری کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف نظر فرما ہے۔ یہ کیفیت انسان کو مشق کرنے سے ملتی ہے۔

☆اللہ تعالیٰ سے قربت پیدا کرنے کا طریقہ☆

جو حضرات بھی بخاری شریف کا دورہ کرتے ہیں ۔اور جو علم ان کو ابتداء میں سکھائے

☆

جاتے ہیں۔تو انہیں یہ بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابیں سمجھنے کی طاقت پیدا کرنے کے لیے سکھائے جاتے ہیں۔سات سال سبق پڑھنے کے بعد طالب علم میں اتنی استعداد اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔کہ وہ حدیث کی ساری کتابیں پڑھ سکتا ہے۔اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے۔کہ احادیث کو صحیح بیان کر سکے۔اس طرح ہمارے مشائخ بھی اللہ تعالیٰ کی نزدیکت کا سبق سکھانے کے لیے پہلے پندرہ اسباق پر محنت کرواتے اور کرتے ہیں۔ (مراقبہ معیت)

درود پاک اور وظیفوں کا مقصد

ہمارے مشائخ صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے یہ نہیں بتاتے کہ آپ صبح وشام یہ ورد اور وظیفے اور مراقبے کرو۔اگر ثواب کے لیے ہوتا تو ایسے اور ڈھیروں کام ہیں۔وہ تو یہ بات باطنی صفائی کے لیے کرتے ہیں۔دل صاف کرنے اور نفس کو صاف کرنے کے لیے بتاتے ہیں۔ذکر کرنے کے ساتھ باطنی گندگی دور ہوتی ہے۔اور اللہ کے ساتھ قربت حاصل ہوتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں ایسی پختہ ہوتی ہے۔کہ اگر بھلانا بھی چاہیں تو نہ بھول پائیں۔

ایک مثال وضاحت کے ساتھ

اس کی مثال ایسی سمجھ لیں کہ ایک ماں کا بیٹا مر جائے اور ان کو یہ کہا جائے کہ دوسرے دن اپنے بیٹے کو یاد نہ کرو۔تو یہ بات ان کے بس میں نہ ہوگی۔کہ وہ اسے بھلائے بھی تو وہ بچہ پھر بھی انہیں یاد آتا رہے گا۔اور ان کو یہ محسوس ہوگا یہ بچہ ان کے سامنے ہے۔وہ انہیں کھانے کے وقت بھی یاد کریں گے باتیں کرتے وقت،اٹھتے،بیٹھتے اسے یاد کریں گے۔اس حد تک کہ رات کو سوتے وقت اسے یاد کریں گے۔جس طرح کہ وہ ماں کہہ رہی ہے کہ میرے اختیار میں نہیں بچے کو بھلانا۔

اس طرح جو کوئی بھی یہ اسباق کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی قربت ونزدیکت کی کیفیت اور حالت نصیب ہوتی ہے۔تو اللہ تعالی کا بھولنا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔اور اس کا یہ مطلب کبھی نہیں کہ اس

نے ولایت کے سب منازل طے کر لیے ہیں۔

اولیاء کرام اور اللہ کی حفاظت

انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اولیاء کرام محفوظ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو گناہوں کی ذلت سے نکال لیتا ہے۔ جیسا کہ ایک والد اپنے بیٹے کو غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ کھڑا دیکھ کر کبھی نہیں چاہے گا کہ اس کا بیٹا ان کے ساتھ ہو بلکہ والد کی کوشش ہوگی کہ وہ اپنے بیٹے کو جلد سے جلد اس ماحول سے نکالے بالکل اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نفس اور شیطان کے غلبے سے نکالتا ہے۔ اور اپنی حفاظت میں لیتا ہے اس لیے کہ اس نے عبادات اور ذکر کے ذریعے اپنے رب کو راضی کیا تھا۔

تصوف اور سلوک کا مقصد

تصوف اور سلوک کا مقصد رنگوں کا دیکھنا نہیں اور نہ مقدمہ جیتنا ہے اور نہ دشمنوں پر غالب آنا ہے۔ اور نہ دعاؤں کا قبول ہونا ہے۔ اور نہ رزق میں برکت آنا ہے۔ اور نہ عبادت میں مزا حاصل کرنا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ شریعت عمل نصیب ہو جائے سالک یہ مقصد حاصل کرتا ہے۔ اور شریعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور سکون حاصل کرتا ہے۔

فنائیت کا مقام

نزدیکت کا مراقبہ کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہر وقت یاد نصیب ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ نے یہ بات ان لفظوں میں جمع کی ہے۔ (الفانی لا یرد) ''فانی ہوئے واپس نہیں آئے'' فانی کا کیا مطلب ہے؟ فانی اس انسان کو کہتے ہے جو اللہ کے سوا سب کچھ بھلا دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ڈوب جاتا ہے۔ اللہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

☆

مفتی اعظم رشید احمد کا ارشاد

﴿یایھا الذین امنو اتقو اللہ و کونو مع الصّٰدقین﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ حاصل کرنے کا نسخہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ سچے مسلمانوں کے ساتھ رہو۔ صحیح البخاری میں حضرت معاذؓ نے ارشاد نقل کیا ہے۔ (اجلس بنا نؤمن صاعةً) ''ایک جگہ بیٹھیں اور ایمان تازہ کریں'' ان کے مخاطب حضرت اسود بن ھلالؓ تھے۔ (قسطلانی)

جب کبھی بھی صحابہ کرامؓ کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی صحابہ کرامؓ اس میں دین اور ایمان کی بہتری سمجھتے کہ کبھی بھی اکھٹے بیٹھنے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔

☆ اسمان سجد کند بزمے تی کہ بر و ☆ یک دو کس یک نفس بھر خدا بنشیتد ☆

''زمین کے بعض حصوں کو بعض حصوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا مقام حاصل ہے کہ آسمان بھی اس مقام کے لیے ترستا ہے اور اس طرح ترستا ہے کہ گویا آسمان زمین کے لیے سجدہ کر رہا ہو'' کہاں آسمان اور کہاں زمین وہ کون سے زمین ہے جسے آسمان سجدہ کرتا ہے؟ جہاں دو لوگ بہت مجمع نہیں صرف دو لوگ تھوڑی دیر کے لیے دس پندرہ منٹ یا گھنٹوں کے لیے نہیں بلکہ صرف اتنے وقت کے لیے کہ جس میں دو تین سانسیں لیں جا سکیں صرف اتنے وقت کے لیے صرف اللہ کے لیے اکٹھے ہوں تو وہ زمین اتنی عزت مند اور معزز ہو جاتی ہے کہ آسمان اس کے لیے سجدہ کرتا ہے۔ اتنی پاک کہ اس پر بیٹھے ہوئے لوگ دین کی باتیں کرنے کے ساتھ ان کے دین میں ترقی ہوتی ہے۔ (مفتی اعظم رشید احمدؒ)

اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کی طبیعت کا حصہ بن جائے۔ ایسا بندہ ذکر میں فنائیت حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے بنا پر اسے فانی کہا جاتا ہے۔ فانی شخص واپس نہیں آ سکتا اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے جیسا کہ ایک شخص بالغ ہونے کے بعد پھر نابالغ ہو جائے اور پھل پکنے کے بعد پھر کچا ہو جائے اس طرح فانی شخص نے ذکر کرنے کے ساتھ اپنی روحانیت ایسے درجے تک

☆

پہنچائی ہوتی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اسے واپس نہیں کرتا اور اسے اپنے پیارے بندوں میں شامل کرتا ہے۔ یہ چیز ہمیں حاصل کرنی چاہیئے۔

فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ

فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ تخلیہ (خلوت) میں بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے کہ انسان ساری دنیا سے ایک طرف ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں غرق ہو جائے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں میں اپنے آپ کے ساتھ بیٹھنے کی عادت نہیں ہوتی۔ انہیں باتیں کرنا پسند ہوتا ہے۔ اور اکیلے بیٹھنے سے ڈرتے ہیں۔ محفلوں کے شوقین ہوتے ہیں تنہائی سے گھبراتے ہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ فرماتے ہیں۔ کہ ظاہر کے حواسوں پر پردہ ڈالنے سے باطنی حواس بیدار اور کھلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

☆چشم بند وگوش ولب بند ☆ گر بہ بینی سر حق بر ما بخنہ☆

(تم اپنی آنکھیں، کان، اور ہونٹ بند کر لو اور اگر پھر بھی محبوب کی یاد مزا نہ دے تو پھر مجھ پر ہنسنا) ہمارے لیے سب سے مشکل کام یہی ہے۔

مراقبہ اصل چیز ہے

اگر پوچھا جائے کہ کیا آپ مراقبہ کرتے ہیں؟ تو جواب ملتا ہے کہ جناب وقت نہیں ملتا یا درود شریف، استغفار اور تسبیحات کرتا ہوں۔ لیکن مراقبہ نہیں کرتا۔ اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ میں نمک مرچ اور گھی تو اکٹھا کر لیتا ہوں۔ لیکن میرے پاس سبزی اور گوشت نہیں ہے۔ تو جس شخص کے پاس سبزی اور گوشت نہ ہو باقی چیزیں ملا کر سالن تیار کرے گا؟ کبھی نہیں، لیکن سبزی اور گوشت ابال کر بھی سالن تیار کر سکتا ہے۔ اس طرح مراقبہ کرنا اصل چیز ہے۔ وہ تو نہیں کرتا اور پھر کہتے ہیں کہ جناب اثر نہیں ہوتا۔

عرش کا سایہ

قال الشافعیؒ طلبنا ترك الذنوب فو جدنا ها فی صلوة الضحی و طلبنا ضیاء القبور فو جدنا ہ فی قراء ةالقرآن و طلبنا عبور الصراط فو جدنا ہ فی الصوم و الصدقةوطلبنا ظل العرش فو جدناہ فی صحبة الصالحین۔

ترجمہ:امام شافعیؒ نے فرمایا ہم نے گناہوں سے چھٹکارہ چاہا تو اسے چاشت کی نماز میں پایا اور ہم نے روشن قبر کی طلب کی تو اسے تلاوت قران میں پایا اور ہم نے پل صراط سے گزرنا طلب کرنا چاہا تو ہم نے اسے روزے اور صدقے میں پایا اور ہم نے عرش کا سایہ طلب کیا تو اسے صالحین کی صحبت میں پایا۔

بدنظری سے حفاظت کا وظیفہ: بدنظری سے حفاظت کے لیے صبح وشام اول آخر درود شریف اور پھر سو(١٠٠)مرتبہ کلمات پڑھیں

”لا مر غوبی الا اللہ لا مطلوبی الا اللہ لامحبوبی الا اللہ لا الہ الا اللہ“

(پیر ذوالفقار احمد نقشبندی)

محمد الیاسؒ کے ارشاد

بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے۔کہ مخلوق پر اگر تم نے ایک چھٹا نک محنت کی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق پر ایک من محنت کرے۔جب کبھی کہیں وقت لگانے کے بعد واپس آتے اعتکاف کے لیے بیٹھ جاتے ۔وہ اعتکاف کیا ہوتا؟یہ ہی کہ ہم خانقاہ میں بیٹھیں اور اللہ کی طرف توجہ بنائیں۔اسی لیے علماء کرام کو چاہیے کہ تبلیغ کی دعوت کا کام کریں اپنی بیٹری چارج کرنے کے لیے ہر روز اپنے رب کیساتھ گزارے تو تب ہی اس کی بیٹری چارج ہوگی۔ورنہ

ڈسچارج ہو جائیگی۔ (خطبات فقیر)

انہوں نے فرمایا کہ علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغوں کے قبضے میں نہیں آیا۔ مجھے بہت فکر ہے اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ان لوگوں کو اہل اللہ و اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے۔ کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم اور صحبت سے فائدہ حاصل کریں۔ ہماری دعوت اور تبلیغ میں مسلمان کی عزت اور علماء کرام کی قدر بنیادی چیز ہے۔ ہر مسلمان کی اسلام کی وجہ سے عزت کرنی چاہیئے۔ اور علماء کرام کی علم دین کی وجہ سے احترام کرنا چاہیئے۔

شیخ سے بیعت ایک عظیم عہد ہے

شیخ کا عہدہ ایک بہت بڑا عہدہ ہے کیونکہ دعوت الی اللہ (لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا) نبوت کا عہدہ ہے اور شیخ نبی کا نائب ہوتا ہے۔ اسلئے اس کے بڑا ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے ''الشیخ فی امتہ '' (ترجمہ۔ جیسے شیخ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے کہ نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے) حضرت حافظ شیرازیؒ بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

☆ نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبر داند ☆ نہ ہر کہ آئینہ ماز دسکندری داند ☆

☆ ہزار نکتۂ باریک تر ومو اینجاست ☆ نہ کہ ہر سر بتر قلندری داند ☆

۱۔ ہر چہرے کو آراستہ کرنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ دلبری بھی جانتا ہو (جیسے) ہر شخص جو آئینہ رکھنے والا ہو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سکندری بھی جانتا ہو۔

۲۔ اس راستے میں ہزار نکتے بال سے باریک ہیں۔ (اس لیے) ہر سر منڈانے والے کے لیے ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ قلندری بھی جانتا ہو۔

(مطلب یہ ہے کہ جو شخص چار باتیں سیکھ لے وہ شیخ تھوڑی ہو جاتا ہے)

(بحوالہ۔ تربیت السالک)

حیران کن فضائل

(۱)امت کیلئے معافی کی دعا کیجئے سارے مسلمانوں کے برابر نیکیاں ملیں گی

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ کم از کم ایک مرتبہ

اللھم اِغفرلی وللمومنین و المومنٰت

پڑھے گا اس کو دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک ایک حسنہ اور نیکی ملے گی

(بکھرے موتی) جلد۴ صفحہ۳۶۱

(۲) ایک دعا جس کا ثواب اللہ نے چھپا رکھا ہے

ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

یا رب لك الحمد کما نبیغی لجلال وجھك وعظیم سلطانك

فرشتے گھبرا گئے کہ ہم اس کا کتنا اجر لکھیں۔ اخیر اللہ تعالیٰ سے انہوں نے عرض کی کہ تیرے ایک بندے نے ایک اایسا کلمہ کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے کس طرح لکھیں؟ پروردگار نے باوجود جاننے کے ان سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ فرمایا: تم یوں ہی اسے لکھ لو میں اسے اپنی ملاقات کے وقت اس کا اجر دوں گا۔

(تفسیر ابن کثیر ا/۴۶) (بکھرے موتی) جلد۳ صفحہ ۲۸۷

۳ بازار جاتے وقت کی دعائیں

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بازار میں قدم رکھتے ہوئے یہ کلمات پڑھے۔

لا الہ الااللہ وحدہ، لا شریك لہ، لہ، الملك ولہ، الحمد یحی ویمیت وھو حی لا

یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر ۔

اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ دس لاکھ گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ اور دس لاکھ درجے بلند کردیتے ہیں۔ (جامع ترمذی ج۲ص۱۸۰)

۴ ﴿ہزار دن تک ثواب ملنا﴾

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ثواب لکھنے والے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھیں گے

صلی اللہ علی محمد وجزاہ عنا ما ھو اھلہ‘

(درود وسلام کا حسین مجموعہ ص۲۳)

۵ ﴿اسی ۸۰ سال کی عبادت کا ثواب﴾

جمعہ کے دن جہاں نماز عصر پڑھی ہو اس جگہ اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھنے سے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوتے اور اسی ۸۰ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

اللھم صل علی محمد نِ النبی الامی وعلی الہ وسلم تسلیما

(فضائل درود)

۶ ﴿دس ہزار مرتبہ کے برابر﴾

اس درود شریف کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہے۔

اللھم صلی علی محمد افضل صلواتك

(درود وسلام کا حسین مجموعہ ص۵۴)

۷ ﴿تمام اوقات میں درود کا ثواب ملنا﴾

شیخ الاسلام ابوالعباسؒ نے فرمایا جو شخص دن اور رات میں تین تین مرتبہ یہ درود شریف پڑھے وہ گویا رات ودن کے تمام اوقات میں درود بھیجتا رہا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی اَوَّلِ کَلَامِنَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی اَوسَطِ کَلَامِنَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی اٰخِرِ کَلَامِنَا

(درود وسلام کا حسین مجموعہ)

۸ ﴿ستر ہزار فرشتوں کا استغفار﴾

جو شخص یہ کہا کرے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے ایک ہزار دن تک استغفار کرتے رہیں گے۔

جَزَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنَّا مُحَمَّدًا صَلَی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم مَا ھُوَ اَھلُہٗ

(درود وسلام کا حسین مجموعہ)

﴿چالیس ۴۰ سال تک تمام قبرستان سے عذاب اٹھایا جاتا ہے﴾

بسم اللہ وعلیٰ ملّۃ رسول اللہ (عالمگیری)

۱۰ ﴿سورۃ یٰسین کی فضیلت﴾

عن عطاء بن رباحؒ قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قراء یٰس فی صدر النہا ر قضیت حوائجہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورۃ یٰس کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

احادیث میں سورہ یٰس کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے قران شریف کا دل سورہ یٰس ہے جو شخص سورہ یٰس پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرانوں کا ثواب لکھتا ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰس کو آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا جب

فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اس امت کے لئے جن پر قرآن اتارا جائے گا اور خوشحالی ہے ان دلوں کے لئے جو اسکو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کی تلاوت کریں گے۔ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یٰس کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورہ کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰس کا نام توراۃ میں مُنِعمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا وآخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے اور آخرت کی ہول کو دُور کرتی ہے۔اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کی رُتبے بُلند کرنے والے اور کافروں کو پست کرنے والی۔ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۃ یٰس میرے ہر اُمتی کے دل میں ہو۔ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورہ یٰس کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ایک روایت میں ہے کہ جو سورہ یٰس کو پڑھتا ہے اسکی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہُو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور گُم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو کھانا کافی ہو جاتا ہے۔اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے۔اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچّہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو،اس کے لئے بچّہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔مقریؒ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورہ یٰس پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورہ یٰس اور والصّٰفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی اسکی دعا پوری ہوتی ہے۔(اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے۔ (فضائل اعمال ص ۳۱۱)

التماس از مؤلف

میرے محترم عزیز اور پیارے بھائیوں!

جو کتاب آپ کے ہاتھ اور آپ کی زیر نظر ہے۔ میں بہت ہی عاجزی کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ ضرور آنکھوں کے زیر نظر رکھے۔ انشاء اللہ آپ نے دیکھی بھی ہوگی۔

اس کتاب میں اور بہت سے فائدوں میں ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں ترغیب ہے ان لوگوں کے لیے جو ابھی تک بیعت سے سرفراز نہیں ہوئے اور اس عظیم فائدے سے محروم ہیں۔

اس لیے کہ بیعت کی وجہ سے لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ انشاء اللہ ہوگی بھی اور ان کی زندگی بدل گئی اور اللہ تعالیٰ کی دشمنی کے بجائے اللہ کو عزیز کر لیا۔ اور یہ اللہ کے دوست بن گئے اور پھر انہی کی وجہ سے بے شمار لوگوں کی اصلاح ہوئی جیسا کہ زیر نظر کتاب میں آپ نے بہت قصے دیکھے اور ایسی بہت سی اور بڑی بڑی کتابیں تصوف پر موجود ہیں۔ جس میں واقعات بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔

تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے یہ بغیر بیعت کے مجھے مشکل لگتا ہے۔ آخر میں ایک ضروری اور عاجزانہ نصیحت کرتا ہوں۔ اپنے بچوں اور اپنے عزیز واقارب اور اپنے متعلقہ افراد اور اپنے مریدوں کو کہ میری اس جہان فانی سے کوچ کرنے کے بعد اگر صاحب استطاعت ہو تو میری یہ کتاب چھپوا کر لوگوں کو بلا کسی معاوضہ یا قیمت پہ دے کہ لوگوں کو فائدہ ہو اور آپ لوگوں کے لیے صدقہ ہو۔ اور میرے لیے روز محشر میں نجات کا ذریعہ۔

یہ زیرنظر کتاب دارالعلوم حقانیہ میں پائے تکمیل کو پہنچی جمعرات کے دن تین محرم کو۔

سال ۱۴۳۵ھ ہجری بمطابق ۸/۱۱/۲۰۱۳ء

نوٹ۔

اس کتاب میں کسی قسم کی غلطی اگر کسی کی نگاہ سے گزری ہوتو برائے کرم مندرجہ ذیل پتہ پہ مطلع کریں۔تاکہ آئندہ کوتاہی سے اجتناب کیا جاسکے۔

مختصر تعارف: احسان الکریم بن گل ولی

آبائی پتہ: ضلع چارسدہ تحصیل وڈا کخانہ تنگی دادو کلے۔

رہائش پتہ: ضلع نوشہرہ اکوڑہ خٹک محلّہ عیدگاہ

(ناظم کتب خانہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

خطیب: جامع مسجد محمدیہؐ رسالگڑھ

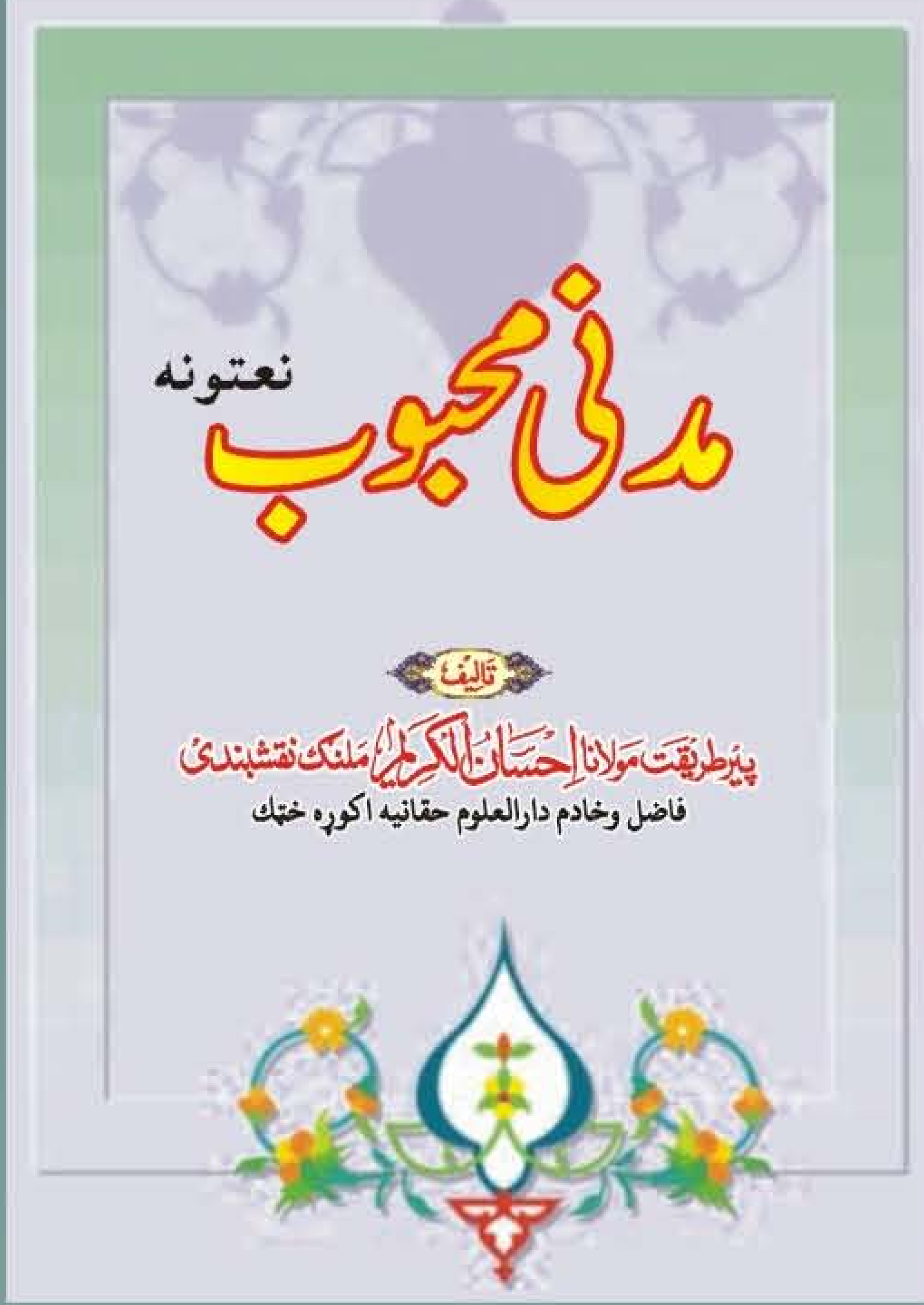
فون نمبر: 0333-9006991

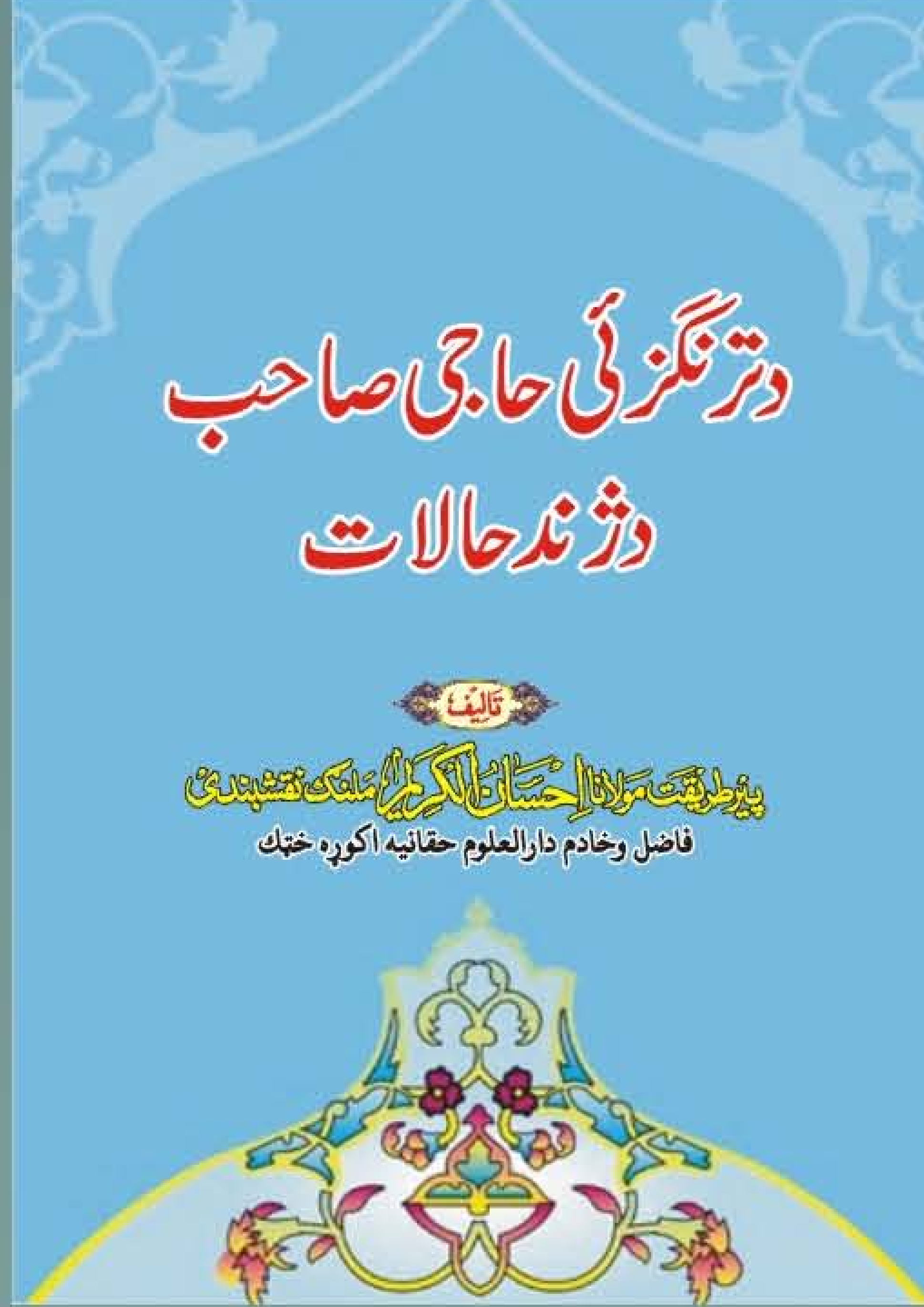
☆عبدالعزیز او نور کریم می مشران رونړه دی.☆

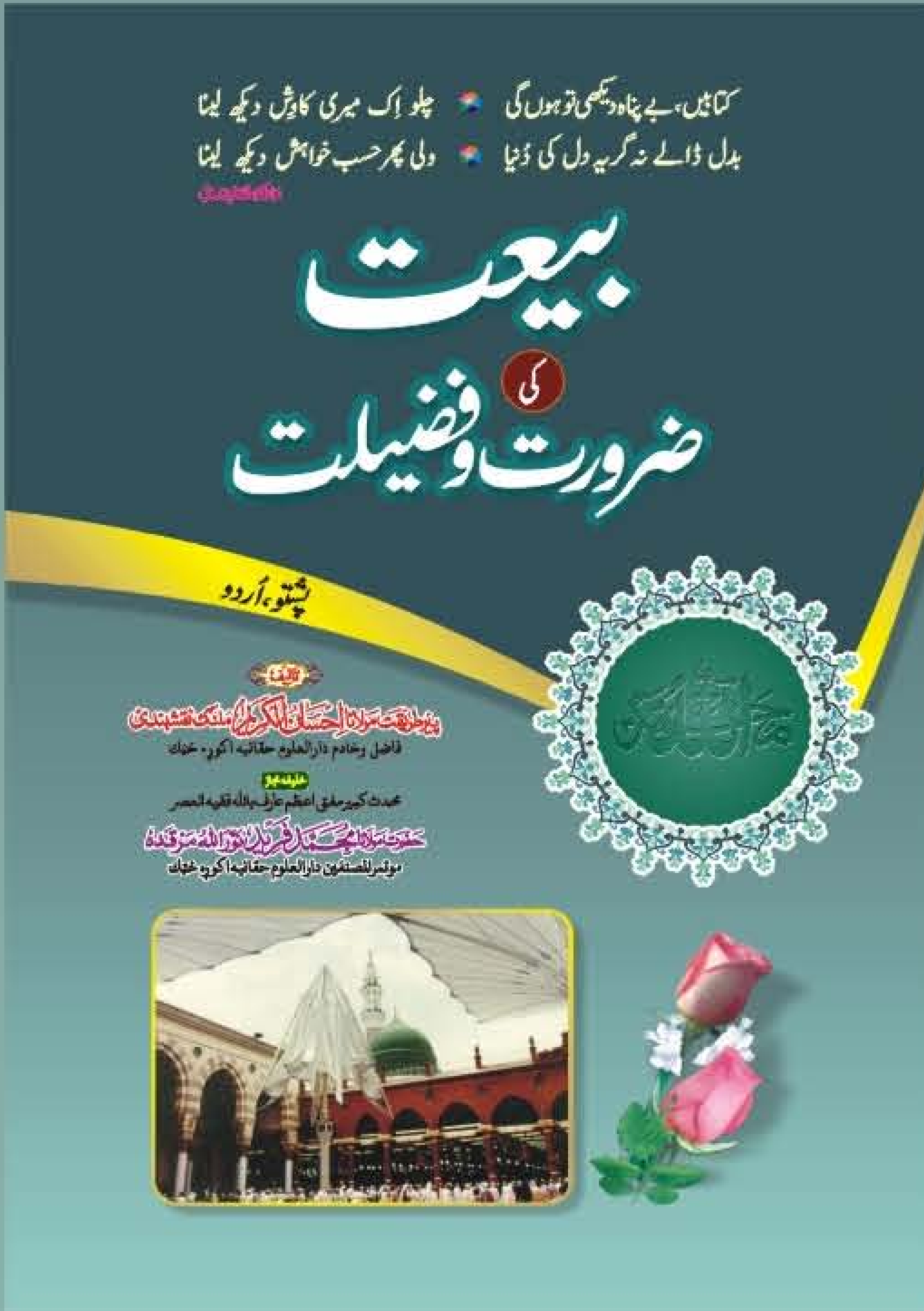
☆ بل شاه حسین عبدالواحد می کشران رونړه دی.☆

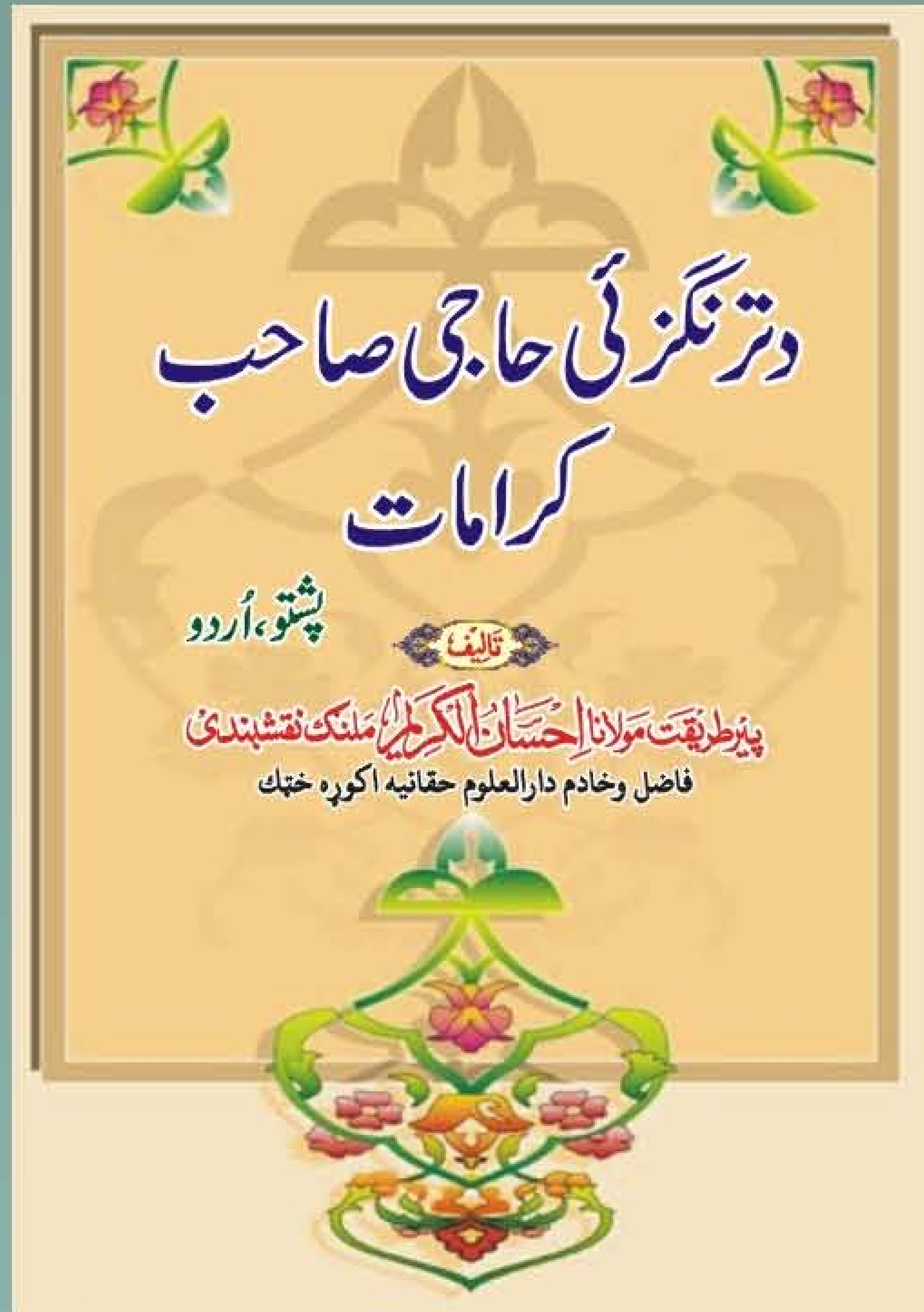
”ونسأل اللّٰه تعالیٰ ان یتقبله قبولا حسنا وللّٰه الحمد أولا وآخِراً وظاهراً وباطناً وصلی اللّٰه تبارك وتعالیٰ علی سیدنا محمّد وّاله واصحابه واتباعه دائماً ابداً“۔

مؤلف کی دیگر تصنیفات









jamiahaqqania@gmail.com